علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بے مثال مدلل کتاب

علم خیر الانام ﷺ

بعطاء رب الانام

مؤلف

حضرت مولانا محمد عبد السلام رضوی قادری

ناشر

مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ - لاہور

علمِ غیب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بیمثال مدلل کتاب

بعطاء رب الانام

مؤلف

حضرت مولانا ابو الباسط محمد عبد السلام رضوی نقشبندی

متوطن کوٹلی لوہاراں غربی۔ حال مقیم کوٹلی بہرام سیالکوٹ نمبر ۳

ناشر

مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور

نام کتاب ——— علم خیر الانام بعطاء رب الانام (صلی اللہ علیہ وسلم)
تالیف ——— مولانا ابوالباسط محمد عبدالسلام رضوی نقشبندی
خطاط ——— محمد شریف جل گڈیال کلاں ضلع گوجرانوالہ
مصحح ——— محمد عالم مختار حق
مطبع ———
ناشر ——— مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ۔ لاہور
تقطیع ——— ۱۸×۲۱/۸
سن طباعت ——— ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰
ضخامت ——— ۴۴۴ صفحات
تعداد ——— ایک ہزار
قیمت ———

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	علم غیب کے متعلق عقیدہ اہلسنت	۱۹
۲	عالم ماکان و مایکون صلی اللہ علیہ وسلم	۲۱
۳	اعتراضِ علم ماکان و مایکون کی کوئی دلیل نہیں اس کا جواب	۲۳
۴	آیہ علمک پر اعتراض و آیہ علّم الانسان سے غلط استدلال۔اس کا جواب	۲۸
۵	اطلاق علمِ غیب بروحی	۳۱
۶	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۳۵
۷	معلّمِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم	۳۹
۸	ذاتی علمِ غیب کی نفی اور عطائی کا ثبوت	۴۲
۹	دعوئ علمِ غیب کی نفی اور ثبوت علمِ غیب	۴۵
۱۰	مخالفین کی قرآن میں تحریف	۵۰
۱۱	عطائے مفاتیح عالم صلی اللہ علیہ وسلم	۵۳
۱۲	غیب کی کنجیاں	۶۰
۱۳	ذاتی قدرت کی نفی علمِ غیب کا ثبوت	۶۳
۱۴	مخالفین کا خدا تعالیٰ کے علم سے انکار	۷۰
۱۵	شانِ رب العزت میں توہین کفر ہے	۷۱
۱۶	علمِ شعر اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۷۱
۱۷	عالم جمیع اللغات صلّی اللہ علیہ وسلّم	۷۵
۱۸	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کو تمام انبیاء کا علم	۷۷

۱۹	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا اور تمام کے احوال کا علم	۸۲
۲۰	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم	۹۱
۲۱	منافقین کا علمِ نبوت پر طعن	۹۷
۲۲	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اُن قوموں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعنے کرتے ہیں۔ قیامت میں جو ہونے والا ہے۔ جو چاہو سوال کرو میں خبر دُوں گا۔	۱۰۲
۲۳	فیصلہ خداوندی انبیاء میں جس کو چُن لیتا ہوں غیب کا علم عطا فرما دیتا ہوں۔	۱۰۰
۲۴	مخالفین کا عقیدہ عطائی علمِ غیب ماننا بھی شرک ہے۔	۱۰۳
۲۵	منافقین کا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب پر تمسخر	۱۰۴
۲۶	انبیاء علیہم السلام کا بارگاہِ علام الغیوب میں ادب	۱۰۷
۲۷	شہیدِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم	۱۱۰
۲۸	شہید کا لفظ اُمت پر وارد ہونے کے معنی	۱۱۳
۲۹	علومِ خمسہ کی تحقیق	۱۱۹
۳۰	علمِ قیامت اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲۶
۳۱	علمِ غیث اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۳۳
۳۲	علمِ ما فی الارحام اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۳۶
۳۳	علم ما فی غد اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۴۳
۳۴	علمِ باتی ارضٍ تموت اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۴۵
۳۵	علمِ لوح وقلم اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۴۸
۳۶	مخالفین کا عقیدہ، مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شیطان سے بھی کم ہے۔	۱۵۹
۳۷	علمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں توہین کفر ہے۔	۱۶۱
۳۸	علمِ رُوح اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۶۲
۳۹	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل از نزول آیات برآت اپنی صدیقہ رضی کی پاکدامنی کا علم تھا۔	۱۶۵
۴۰	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور واقعہ عبداللہ بن اُبی	۱۷۱

۴۱	مسئلہ تحریم اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۷۶
۴۲	کلامِ جویریات اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۸۱
۴۳	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اہلِ جنّت و نار کے اسماء و آباء و قبائل کو جانتے ہیں۔	۱۸۴
۴۴	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کی تمام اشیاء کو جانتے ہیں۔	۱۸۶
۴۵	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کو کفِ دست کی مثل ملاحظہ فرما رہے ہیں۔	۱۸۷
۴۶	عالمِ جمیع مغیبات صلی اللہ علیہ وسلم	۱۸۹
۴۷	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ عظیم	۱۹۵
۴۸	تحقیق نبوت اور علمِ غیب	۱۹۹
۴۹	علمِ غیبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان	۲۰۳
۵۰	علمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین مخالفین کی زبانی	۲۰۴
۵۱	الحدیث تلقیح اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۰۶
۵۲	واقعہ بئر معونہ اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۰۹
۵۳	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کی شہادت کا علم	۲۱۸
۵۴	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادتِ حضرت زید و جعفر و رواحہ رضی اللہ عنہم کا علم	۲۱۹
۵۵	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا علم	۲۲۰
۵۶	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادتِ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا علم	۲۲۱
۵۷	زہر آلود گوشت اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۲۲
۵۸	بارگاہِ نبوی میں بے فائدہ سوالات کی ممانعت	۲۲۸
۵۹	مسئلہ دریافت اور اُمت کو مفید ہدایت	۲۳۱
۶۰	حدیث لحن الحجۃ اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۳۳
۶۱	قلادۂ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۳۶
۶۲	پہچان نیک و بد اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۴۱
۶۳	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانۂ حاضرہ	۲۴۶

۶۴	آثارِ وضو اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۵۸
۶۵	احوالِ بیت المقدس اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۵۹
۶۶	اطلاقِ غیب اور مشاہدۂ بیت المقدس	۲۶۲
۶۷	مضمراتِ قلب غیب نہیں	۲۶۳
۶۸	مسئلہ دریافت اور وجہ مصلحت	۲۶۴
۶۹	پاپوشش اتارنے میں کمالِ مصطفوی	۲۶۵
۷۰	حدیثِ ذوالیدین اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۶۶
۷۱	مسئلہ نسیان اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۶۹
۷۲	علمِ غیبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت علامہ مُلا علی قاری رح کا عقیدہ	۲۷۳
۷۳	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رح کا عقیدہ	۲۷۹
۷۴	مخالفین کی زبردست مکاری	۲۸۳
۷۵	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ	۲۸۵
۷۶	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کا آگے اور پیچھے یکساں دیکھنا	۲۹۰
۷۷	عبارت قاضی خان وبحث فقہاء کرام	۲۹۲
۷۸	کفار کا ذوالقرنین اور روح اور اصحابِ کہف کے متعلق سوال	۲۹۹
۷۹	معلمِ رب العلمین ومتعلم رحمۃ للعلمین	۳۰۲
۸۰	آیت عَلَّمَكَ کے بعد نزولِ وحی کا بیان	۳۱۱
۸۱	جمیع اشیاء متناہی ہیں غیر متناہی نہیں۔	۳۱۴
۸۲	علمِ غیب حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام	۳۱۵
۸۳	علمِ غیب حضرت سیدنا نُوح علیہ الصلوٰۃ والسلام	۳۱۹
۸۴	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور فتنۂ نجدیت	۳۲۰
۸۵	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور نجدیوں کی علامات	۳۲۲
۸۶	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور فتنہ پرور اشخاص	۳۲۹

۸۰	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حالاتِ مدینہ منورہ	۳۲۰
۸۸	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حالاتِ عرب	۳۲۱
۸۹	علمِ غیب مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک دوزخی شخص	۳۲۲
۹۰	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مُرتد کاتبِ وحی کو زمین کا قبول نہ کرنا	۳۲۴
۹۱	علمِ غیب مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت محمد بن مسلمہ رضؓ کا فتنہ سے محفوظ رہنا	۳۲۵
۹۲	علمِ غیب مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم اور حالاتِ اُمت	۳۳۰
۹۳	علمِ غیب مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم باطل فرقوں کی پیداوار اور سوادِ اعظم کی صداقت	۳۳۴
۹۴	اہلِ سنّت بریلویوں کی محبتِ رسول اور علمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۳۴
۹۵	علمِ غیب مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم اور قیصر و کسریٰ کی ہلاکت و حضرت سراقہ رضؓ کو کسریٰ کے کنگن	۳۴۴
۹۶	علمِ غیب مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم اور قاتل و مقتول دونوں جنتی	۳۴۶
۹۷	علمِ غیب مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت زید رضؓ بن ارقم کا بیان	۳۴۷
۹۸	علمِ غیب مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوہریرہ رضؓ کا واقعہ	۳۴۸
۹۹	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور سونے کی اینٹ	۳۵۱
۱۰۰	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ستاروں اور نیکیوں کا علم	۳۵۳
۱۰۱	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی قوم نعال الشعر سے جنگ اور فتح اسلام	۳۵۵
۱۰۲	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی یہودیوں سے جنگ اور فتح اسلام	۳۵۵
۱۰۳	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی جزیرہ عرب، فارس و روم سے جنگ اور فتح اسلام	۳۵۶
۱۰۴	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حالاتِ بصرہ	۳۵۷
۱۰۵	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور خزانہ کعبہ و نہر فرات	۳۵۹
۱۰۶	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حجاز سے آگ کا ظہور	۳۶۰
۱۰۷	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانہ آخر میں لوگوں کی حالت	۳۶۱
۱۰۸	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانۂ آخر میں اشیاء کا کلام کرنا	۳۶۲
۱۰۹	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور علاماتِ قیامت و فتح قسطنطنیہ	۳۶۳

۱۱۰	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امام مہدیؓ کا ظہور	۳۶۵
۱۱۱	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دجّال کا ظہور	۳۶۹
۱۱۲	علمِ غیب مصطفوی صلوٰت اللہ وسلامہٗ	۳۷۰
۱۱۳	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۳۷۱
۱۱۴	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور فتنہ یاجُوج و ماجُوج	۳۷۳
۱۱۵	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰؑ و ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما	۳۷۴
۱۱۶	علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفہ جہجاہ و دُھواں و طلوع الشمس من مغربہا و دابۃ الارض و سرد ہوا کا ظہور	۳۷۶
۱۱۷	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وصال و مقام کا علم	۳۷۷
۱۱۸	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کا علم	۳۸۱
۱۱۹	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے انتقال کا علم	۳۸۲
۱۲۰	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کا علم	۳۸۳
۱۲۱	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم	۳۸۴
۱۲۲	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم	۳۸۵
۱۲۳	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی بینائی چلے جانے کے متعلق علم۔	۳۸۵
۱۲۴	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی عمر کا علم	۳۸۶
۱۲۵	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مافی الارحام کا علم	۳۸۷
۱۲۶	علمِ غیب حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام	۳۹۰
۱۲۷	علمِ غیب حضرت سیدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام	۳۹۳
۱۲۸	علمِ غیب حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام	۳۹۹
۱۲۹	علمِ غیب حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام	۴۰۱
۱۳۰	علمِ غیب لدنی حضرت سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام	۴۰۵

۱۳۱ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اعمال کا علم، درود شریف پیش ہونے پر اعتراض اور اس کا جواب۔ ۴۰۷

۱۳۲ علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور پاکستان ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ ۴۰۹

۱۳۳ پاکستان کی جنگ میں مسلمانوں کا نقصان ہونے پر اعتراض اور اس کا جواب ۴۱۳

۱۳۴ عرب کی حالیہ جنگ میں عربوں کے نقصان ہونے پر اعتراض اور اس کا جواب ۴۱۶

۱۳۵ علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم و انبیاء و اولیاء کے متعلق غوث صمدانی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ مخالفین کا اعتراض اور اس کا جواب ۴۲۱

۱۳۶ مخالفین کی کمال فریب کاری ۴۲۴

۱۳۷ علمِ غیب حضرت سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ہُدہُد کے کلام کی بحث اس پر اعتراض اور اس کا جواب ۴۲۶

۱۳۸ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غم کی وجہ، اس پر اعتراض اور اس کا جواب ۴۳۰

۱۳۹ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس فرشتوں کا آنا اور بیٹے کو ذبح کرنے کی تیاری کرنا، اس کی تحقیق۔ ۴۳۱

۱۴۰ حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ کی تحقیق ۴۳۷

۱۴۱ شانِ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا عقیدہ۔ ۴۳۹

میں محمد عارف قادری عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایمان

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (کہف)

(اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے رب کی طرف سے حق فرما دیجئے۔ جس کا دل چاہے ایمان لائے جس کا دل چاہے انکار کرے۔

ادب

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ (حجرات)

اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) سے۔ اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کرو۔ جیسے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ چلاتے ہو۔ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں۔ اور یہ کہ تم شعور نہیں رکھتے۔

قرآن

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا۔ (نسآء)

کیا لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے۔ اگر یہ خدا کے سوا کہیں اور سے آیا ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔

لعنت

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔ (احزاب)

بے شک جو لوگ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

دعوتِ عام

تمام وہابی اور دیوبندی چھوٹے بڑے سب اکٹھے ہو کر قرآن کریم کی ایک آیہ قطعی الدلالۃ یا ایک حدیث یقینی الافادہ چھانٹ لائیں، جس سے صاف صریح طور پہ ثابت ہو کہ حضور آقائے دوجہاں سرکار سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فلاں چیز کا علم حق سُبحانہٗ و تعالیٰ نے مرحمت نہیں فرمایا۔

وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ○ (۲: ۲۳-۲۴)

اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر نہ لا سکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لا سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار کر رکھے ہیں کافروں کے لیے۔

علمِ نبوّت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ

اَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِیْ عِلْمِیْ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ فِیْمَا بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ السَّاعَةِ اِلَّا اَنْبَأْتُکُمْ بِهٖ[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان قوموں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعنے کرتے ہیں۔ آج سے قیامت تک جو ہونے والا ہے اس میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا تم مجھ سے سوال کرو اور میں خبر نہ دوں۔ یعنی جو بھی تم مجھ سے پوچھو اس کا جواب دُوں گا۔

مشاہدہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهَا وَ اِلٰی مَا هُوَ کَائِنٌ فِیْهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ هٰذِهٖ[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کو سامنے کیا۔ اور میں دیکھ رہا ہوں اس میں جو کچھ ہے اور جو کچھ قیامت تک اس میں ہونے والا ہے جس طرح میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

---

[1] معالم التنزیل۔ جز اول ص ۴۵۶ مطبوعہ مصر [2] مواہب اللدنیہ ص ۱۹۲ مطبوعہ مصر

مقدمہ

اس کتاب میں جو آیات پیش ہوں گی ان کی تفسیر بڑے بڑے مفسروں اور اماموں کے حوالجات سے درج کی جائیں گی کیونکہ اپنی مرضی سے تفسیر کرنے والے کے لیے عذابِ جہنم کی خبر دی گئی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے :

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِى الْقُرْاٰنِ بِرَاْيِهٖ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ وَفِىْ رِوَايَةٍ مَنْ قَالَ فِى الْقُرْاٰنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص قرآنِ پاک میں اپنی رائے سے معنی بیان کرے اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جس نے قرآن کے معنی بغیر علم کے بیان کیے اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جو شخص قرآن کا مطلب اپنی رائے سے بیان کرے وہ دوزخی ہے۔ اس لیے آیاتِ قرآنی کا ترجمہ و تفسیر غلط کرنا یا اپنی مرضی کا مطلب حاصل کرنا حرام ہے۔ ہاں جو معنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہوں یا اماموں نے جو معانی شرعی اصولوں کے مطابق بیان فرمائے ہوں وہی درست ہیں۔ اس میں اپنی عقل و خیال سے دخل اندازی کرنا جائز نہیں۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرقات میں اس مسئلہ کو بڑی وضاحت سے درج کیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں معتبر احادیث پیش کی جائیں گی اور ان احادیث کی شرح محدثین اور

---

[1] رواہ الترمذی۔ مشکوٰۃ کتاب العلم ص ۳۵

ائمہ کرام کی زبانی بیان کی جائے گی کیونکہ حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف غلط بات منسوب کرنے یا حدیث کا مطلب غلط بیان کرنے والے کے لیے دوزخ کی بشارت دی گئی ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً وَحَدِّثُوْا عَنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔ رواہ البخاری۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہنچاؤ لوگوں کو میری طرف سے اگرچہ ایک ہی بات ہو اور بنی اسرائیل سے جو قصے سنو ان کو لوگوں کے سامنے بیان کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ اور جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کرے گا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں تلاش کرے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جو حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے نہ ہو۔ اور اپنے مطلب کو پورا کرنے کے لیے جھوٹ بول کر یہ کہے کہ یہ بات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ہے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں کر لے۔

جو حوالہ اس کتاب میں پیش ہو گا اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر پوری تحقیق سے درج کیا جائے گا۔

علمِ غیب کے متعلق جو شبہات ہیں ان کے جوابات قوی دلائل اور نہایت احسن طریق سے دیے جائیں گے اگر ان کا مطالعہ تعصب و عناد کے بغیر کیا جائے گا تو اِن شاء اللہ العزیز راہِ ہدایت نصیب ہو جائے گا۔

اب میں اپنے صحیح مدعا کی طرف آتا ہوں۔ بارگاہِ خداوندی میں دعا فرمائیں کہ اللہ کریم

---

[1] مشکوٰۃ کتاب العلم ص ۳۲

بطفیل نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حق پیش کرنے اور اس پر مجھے اور قارئین کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مسلکِ حق پر ہی خاتمہ بالخیر کرے اور اپنے محبوب کی بارگاہ کا نیاز مند رکھے۔ آمین

وما توفیقی اِلاّ باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

علمِ غیب کے متعلق

عقیدۂ اہلسنّت

علمِ غیب کی قسمیں

۱- علمِ غیب ذاتی

۲- علمِ غیب عطائی

علم غیب ذاتی، قدیم بالذات ازلی جو تمام کلیات و جزئیات ممکن الوجود اور غیر ممکن الوجود کو حاوی ہو۔ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم ذاتی کو غیر خدا کا علم حاوی نہیں ہو سکتا۔

تمام اوّلین و آخرین، انبیاء مرسلین اور ملائکہ مقربین سب کے علوم مل کر بھی علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرّہ بھی بوند کے کروڑویں حصہ کو ہے کیونکہ وہ تمام سمندر اور اس بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں۔ علومِ الٰہیہ غیر متناہی ہیں (یعنی خدا کے علم کی کوئی انتہا نہیں) مخلوق کے علم اگرچہ عرش و فرش، شرق و غرب، جملہ کائنات از روزِ اول تا روزِ آخر کو محیط ہو جائیں آخر متناہی ہیں۔ جملہ علومِ خلق کو علمِ الٰہی سے کوئی نسبت نہیں۔

علمِ غیب عطائی، جو اللہ تعالیٰ کے اِعلام اور سکھانے سے حاصل ہو۔ یہی علم انبیاءِ کرام

علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہے اور بعض خواص اولیاء کرام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیض وعطا سے حاصل ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کو کثیر غیبوں کا علم ہے مگر اس فضل جلیل میں حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا حصہ تمام انبیاء کرام وتمام جہان سے اتم واعظم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع اشیاء جملہ کائنات یعنی تمام ممکنات حاضرہ و غائبہ کا علم مرحمت فرمایا ہے۔

تمام کائنات انبیاء مرسلین اور تمام ملائکہ مقربین کے علم کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وہی نسبت ہے جو ایک قطرہ کے کروڑویں حصے کو کروڑہا سمندروں سے ہے۔ یعنی آپ اپنی صفتِ علم میں لامثال ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو علمِ الٰہی سے کوئی نسبت نہیں۔ نہ ہم مماثلت ومساوات کے قائل اور نہ عطائے خداوندی کے منکر۔ اللہ و نبی کی مماثلت کسی صورت میں نہیں ہو سکتی۔ مساوات تو جب لازم آئے کہ اللہ کے لیے بھی اتنا علم ثابت کیا جائے۔ ذراتِ عالم متناہی ہیں اور اس کا علم لامتناہی۔ ورنہ جہل لازم آئے گا۔ اور یہ محال ہے کہ خدا جہل سے پاک ہے نیز ذاتی وعطائی کا فرق بیان کرنے پر بھی مساوات کا الزام دینا صراحتًہ ایمان واسلام کے خلاف ہے۔

اس فرق کے ہوتے ہوئے مساوات ہو جایا کرے تو لازم آتا ہے کہ ممکن اور واجب وجود میں معاذ اللہ مساوی ہو جائیں کہ ممکن بھی موجود ہے اور واجب بھی موجود ہے اور وجود میں مساوی کہنا صریح کفر و کھلا شرک ہے۔

مناسب سمجھتا ہوں کہ اس صدی کے مجدد برحق اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت علامہ الحاج الشاہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور عبارت پیش کر دوں:

"بصیرت کے اندھوں کو اتنا نہیں سوجھتا کہ علمِ الٰہی ذاتی، علمِ خلق عطائی، وہ واجب یہ ممکن، وہ قدیم یہ حادث، وہ نامخلوق یہ مخلوق، وہ نامقدور یہ

مقدور، وہ ضروری البقاء یہ جائز الفناء، وہ ممتنع التغیر یہ ممکن التبدل،
ان عظیم تفرقوں کے بعد احتمال شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنون بے عقل کو۔" (خالص الاعتقاد،
الکلمۃ العلیا، بہارِ شریعت، الدولۃ المکیہ)

ناظرین انصاف کی نظر سے توجہ فرمائیں کہ یہ عقیدہ علم غیب کے متعلق اہلسنت (بریلوی) کا ہے
جس کو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے واضح فرمایا۔

افسوس ہے کہ اس قدر صحیح عقیدہ رکھنے والوں پر شرک و بدعت کا فتویٰ لگانا جھوٹ اور
ظلم ہے۔ اب بھی مخالفین اپنی ضد سے باز نہ آئیں تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔[1]

مُہر لگا دی اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لیے عذاب بہت بڑا ہے۔

اب وہ قرآنی آیات مع تفسیر پیش کی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو ہر شے کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔

عالمِ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن صلی اللہ علیہ وسلم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۔[2]

اے محبوب ہم نے جو کتاب آپ پر نازل فرمائی ہے اس میں ہر چیز کا بیان ہے اور یہ ہدایت اور رحمت اور بشارت ایمان والوں کے لیے ہے۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں کل شئے یعنی ہر چیز کا بیان موجود ہے۔

---

[1] پ ۱، س البقرہ، ع ۱

[2] پ ۱۴، س نحل، ع ۱۰

چنانچہ اسی آیت کے تحت صاحبِ تفسیر اتقان فرماتے ہیں:

حکیٰ ابنُ سراقۃ فی کتاب الاعجاز عن ابی بکر بن مجاھد انہ قال یوما من شیءٍ فی العالم الا ھو فی کتاب اللہ فقیل لہ فاین ذکر الخانات فقال فی قولہ لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتا غیر مسکونۃ فیھا متاع لکم فھی الخانات[1]۔

ابن سراقہ نے کتاب الاعجاز میں ابوبکر بن مجاہد سے حکایت کی کہ انہوں نے ایک روز کہا کہ کوئی چیز جہاں میں ایسی نہیں جس کا ذکر کلام اللہ شریف میں نہ ہو۔ کسی نے کہا سراؤں کا ذکر کہاں ہے؟ فرمایا کہ اس آیت میں لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتا غیر مسکونۃ۔

ثابت ہوا کہ تمام اشیاء کا ذکر قرآن پاک میں ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے عالم ہوئے تو تمام اشیاء کے عالم ہوئے۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس کی بھی وضاحت فرما دی ہے:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ[2]

رحمٰن نے سکھایا قرآن پیدا کیا انسان کو سکھایا اس کو بیان۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرآن کی تعلیم فرمائی اور قرآن میں ہر شے کا بیان ہے تو حضور سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شے کا علم ہے۔

شبہ جو لوگ حضور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب شریف کے منکر ہیں وہ یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ما کانَ و ما یکون کا علم ہونا کسی مفسر نے نہیں لکھا۔ یہ مذہب اہلسنت بریلوی نے اپنی طرف سے من گھڑت بنایا ہے۔ لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ماکان و مایکون جو ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے اس کا

---

[1] تفسیر اتقان

[2] پ ۲۷، س رحمٰن، ع ۱۰

سے ماننا غلط ہے۔

جواب کمات الکرمحاالبین اس شبہے کو دور کرنے کے لیے مفسرین کرام کی تفاسیر کا مطالعہ کر لیے کہ آیا مفسرین نے سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ماکان وما یکون کا علم ہونا لکھا ہے یا نہیں، تو ہرگز علمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن نہ کرتے۔ چنانچہ شیخ المفسرین صاحبِ معالم خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ کے تحت فرماتے ہیں:

قال ابن کیسان خلق الانسان یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم علمہ البیان یعنی بیان ماکان وما یکون لانہ صلی اللہ علیہ وسلم ینبئ عن خبر الاوّلین والاٰخرین و عن یوم الدین[1]	ابن کیسان نے کہا کہ انسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں علمہ البیان یعنی بیان ماکان وما یکون جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کا علم آپ کو عطا فرما دیا گیا اس لیے کہ آپ اولین وآخرین اور قیامت کے دن کی بھی خبر رکھتے ہیں۔

صاحبِ تفسیر معالم التنزیل کی مندرجہ بالا عبارت سے صاف واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان وما یکون کا علم ہے۔ لیجئے ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

سند المفسرین علامہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر خازن میں زیرِ آیت خلق الانسان علمہ البیان فرماتے ہیں:

قیل اراد بالانسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم علمہ البیان یعنی بیان ماکان وما یکون لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی عن خبر الاولین	کہا گیا ہے کہ انسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کو ماکان وما یکون جو ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے اس کا علم دیا گیا اولین وآخرین قیامت کی بھی خبریں آپ کو

---

[1] تفسیر معالم التنزیل جز سابع، مطبوعہ مصر

والآخرین وعن یوم الدین[1]   دی گئی ہیں۔

صاحبِ خازن کی عبارت سے آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان ومایکون اولین وآخرین قیامت تک کا بھی علم ہے۔

جو لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ کسی مفسر نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے علم ماکان ومایکون نہیں لکھا انھیں مفسرین کرام علیہم الرحمۃ کی ان عبارتوں سے پسینہ تو آہی گیا ہوگا کیونکہ تفاسیر سے تو صاف ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علمِ ماکان ومایکون ہے۔

لیکن افسوس تو یہ ہے کہ مخالفین لوگ اہلسنت حضرات پر یہ الزام کس قدر جھوٹ چسپاں کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی طرف سے ماکان ومایکون ہونا بنا لیا ہے اگر ان دلائل کے باوجود بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے علمِ ماکان ومایکون ماننے سے ہم پر الزام دیتے ہیں تو یہ آیت سن لیں کہ

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۔   جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

اب ایک حدیث بھی ملاحظہ فرمائیے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَاءَ ذِئْبٌ اِلٰی رَاعِیْ غَنَمٍ فَاَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهٗ الرَّاعِیْ حَتّٰی انْتَزَعَهَا فَصَعِدَ الذِّئْبُ عَلٰی تَلٍّ فَاَقْعٰی وَاسْتَثْفَرَ وَقَالَ قَدْ عَمَدْتُ اِلٰی رِزْقٍ رَزَقَنِیْهِ اللّٰهُ اَخَذْتُهٗ ثُمَّ انْتَزَعْتَهٗ مِنِّیْ فَقَالَ الرَّجُلُ تَاللّٰهِ اِنْ رَاَیْتُ كَالْیَوْمِ ذِئْبٌ یَتَكَلَّمُ فَقَالَ الذِّئْبُ

اس حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے ایک چرواہے کی طرف آیا۔ اس نے بکریوں کے ریوڑ سے ایک بکری پکڑی۔ چرواہے نے اس بھیڑیے کو ڈھونڈا یہاں تک کہ اس بکری کو اس سے چھڑا لیا۔ کہا ابوہریرہ نے کہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور اپنی دم اپنے دونوں پیروں کے درمیان کی

---

[1] تفسیر خازن، جز سابع، مطبوعہ مصر

أَعْجَبُ مِنْ هٰذَا رَجُلٌ فِي النَّخَلَاتِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضٰى وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ قَالَ فَكَانَ الرَّجُلُ يَهُوْدِيًّا فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ وَاَسْلَمَ فَصَدَّقَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔[1]

اور کہا کہ میں نے اس رزق کا ارادہ کیا جو اللہ تعالی نے مجھے دیا تھا اور میں نے اس کو لے لیا پھر تو نے مجھ سے چھڑا لیا چرواہے نے تعجب سے کہا خدا کی قسم میں نے آج کی طرح کبھی بھیڑیا کلام کرتے نہیں دیکھا۔ بھیڑیے نے کہا اس سے زیادہ تعجب انگیز ایک شخص کا حال ہے جو دو سنگستانوں کے درمیان کھجور کے درختوں یعنی مدینہ میں ہے وہ شخص گزشتہ اور آیندہ یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو آیندہ تمہارے بعد ہو گا (دنیا وعقبیٰ میں) سب کی خبریں دیتے ہیں۔ ابوہریرہ نے کہا کہ وہ چرواہا یہودی تھا۔ یہ واقعہ دیکھ کر خدمت بارگاہِ رسالت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ واقعہ سنایا اور اسلام لے آیا۔ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبر کی تصدیق فرمائی۔

علامہ ملا علی قاری رحمۃ الباری اس حدیث شریف کی شرح یوں فرماتے ہیں:

یخبرکم بما مضی ای بما سبق من خبر الاولین من

حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ اور آیندہ تم سے پہلوں اور

[1] مشکوٰۃ باب المعجزات، ص ۵۴۱

قبلکم وماھو کائن بعد کم ای من نبأ الاٰخرین فی الدنیا ومن احوال الاجمعین فی العقبیٰ[1]

تمہارے بعد والوں کی دنیا اور عقبیٰ کے جمیع احوال کی خبر دیتے ہیں۔

اس حدیث شریفہ سے صاف واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام گزشتہ و آیندہ یعنی ماکان ومایکون کا علم ہے اور لطف یہ کہ جانور اور جانوروں میں درندہ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ماکان وماھو کائن جانیں اور بیان کریں۔ مگر افسوس کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول ماننے والا انسان ابھی علم ماکان ومایکون میں جھگڑا کر رہا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان کیا خوب ہے:

اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ اُولٰئِکَ ھُمُ الْغَافِلُوْنَ۔ (اعراف ۱۷۹)

ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے:

حدثنی ابوزید قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر و صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظھر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر حتی غربت الشمس فاخبرنا بما کان وبماھو کائن فاعلمنا احفظنا۔[2]

ابوزید (عمر بن اخطب) فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اور وہیں خطبہ ارشاد فرماتے رہے یہاں تک کہ نمازِ ظہر کا وقت ہو گیا حضور منبر سے اترے نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ شروع کیا یہاں تک کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا حضور نیچے تشریف لائے اور عصر کی نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر اپنا خطبہ جاری فرمایا اور یہ خطبہ غروبِ آفتاب تک جاری رہا۔ اس

---

[1] مرقاۃ المصابیح جزء الخامس

[2] مسلم شریف، ج ۲، کتاب الفتن واشراط الساعۃ

طویل خطبہ میں (جو صبح سے شام تک
جاری رہا)، حضور نے ہمیں (ما کان)
جو کچھ پہلے گزر چکا تھا کی خبر دی اور (ما
ھو کائن) جو کچھ ہونے والا تھا
اس کی بھی خبر دی ہم میں سے بڑا عالم
وہ ہے جسے یہ خطبہ زیادہ یاد ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے بھی صاف واضح ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ما کان و ما یکون (یعنی جو کچھ ہو چکا ہے اور جو آئندہ قیامت تک ہونے والا ہے) سب کا علم ہے۔ اگر مخالفین ان احادیث کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم ما کان و ما یکون کا انکار ہی کرتے رہیں تو ان کی اپنی بدنصیبی ہے۔ ؎

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

آپ نے چند آیات و احادیث پڑھ لی ہیں۔ اب ایک اور ارشادِ باری ملاحظہ فرمائیے:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا [1]	(اے محبوب) تمہیں سکھا دیا اللہ نے جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

اس آیت شریفہ سے صاف واضح ہو گیا کہ آپ کو تمام امور کا علم عطا فرمایا جو بھی آپ نہ جانتے تھے۔ آیت کے اس حصہ کی جو تفسیر امام المفسرین ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں؛

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ مِنْ خَبَرِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ	اور سکھا دیا اللہ نے جو آپ نہ جانتے تھے تمام اولین و آخرین کی

---

[1] پ ۵، سورۂ نساء، رکوع ۱۳

وَمَا کَانَ وَمَا هُوَ کَائِنٌ قَبْلَ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدْ مُنْذُ خَلَقَكَ ؎۱

خبریں اور جو ہو چکا ہے اور جو ہونیوالا ہے پہلے اس سے آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے ۔

تفسیر ابن جریر کی عبارت سے ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدائش سے پہلے ہی اولین وآخرین، گزشتہ اور آیندہ تمام امور کا علم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے ۔

صاحبِ تفسیر عرائس البیان اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں :

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ اى عُلُوْمُ عَوَاقِبِ الْخَلْقِ عِلْمِ مَا كَانَ وَ مَا سَيَكُوْنُ ؎۲

سکھا دیا اللہ نے جو آپ نہ جانتے تھے یعنی تمام خلقت کے عواقب اور جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونیوالا ہے سب کا علم مرحمت فرما دیا ۔

تفسیر عرائس البیان سے بھی واضح ہو گیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات کے عواقب اور ما کان و ما یکون کا علم ہے ۔

تیسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے :

وَعلمك ما لم تكن تعلم انچہ نبودی کہ خود بدانی از خفیات امور و مکنونات ضمائر وجمہور گفتہ اند کہ آں علم است بربوبیت حق سبحانہٗ وجلال او وشناختن عبودیت وقدر حال او ودر بحر الحقائق میفرماید کہ آں علم مَا كَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ است کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ در شب

؎۱ تفسیر ابن جریر

؎۲ عرائس البیان

اسرا بداں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام عطا فرمودہ چنانچہ در احادیث معراجیہ آمدہ است کہ در زیر عرش قطرہ در حلق من ریختند فَعَلِمْتُ ماکان و ما سیکون پس دانستم انچہ بود و انچہ خواہد بود[1]

مندرجہ فارسی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ؛

اے محبوب عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ خفیات اور مکنونات ضمائر جو آپ نہ جانتے تھے ہم نے تعلیم فرمائے۔ اور جمہور مفسرین نے کہا ہے کہ وہ ربوبیت و جلالِ حق کا جاننا اور اپنے نفس کی عبودیت اور اس کی قدر حال کا پہچاننا ہے اور بحر الحقائق میں فرماتے ہیں کہ وہ علم ماکان اور ماسیکون کا ہے۔ کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے شبِ معراج میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمایا۔ چنانچہ احادیث معراجیہ میں آیا ہے کہ عرش سے ایک قطرہ میرے حلق میں ٹپکایا گیا کہ اس کے وفور فیضان سے ماکان اور ماسیکون یعنی گزشتہ اور آئندہ کے سب امور کا علم ہو گیا۔

ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان و مایکون جو کچھ ہو چکا اور جو ہونیوالا ہے ہر شے کا علم ہے۔

تین معتبر تفسیروں کے حوالے آپ دیکھ چکے ہیں۔ اب اس تفسیر کا بیان سنیئے جس کو تمام سُنی، دیوبندی اور غیر مقلدین اپنے مدرسوں میں پڑھاتے ہیں۔ گویا کہ اس کے معتبر اور صحیح ہونے پر سب کی مُہر ہے۔ مذکورہ آیت کے ماتحت اس میں درج ہے؛

علمك مالم تكن تعلم من الاحكام والغيب[2]	سکھا دیا آپ کو جو آپ نہ جانتے تھے یعنی احکام اور غیب۔

تفسیر جلالین کی عبارت سے واضح ہو گیا کہ تمام احکام اور علمِ غیب عطا فرما دیا گیا۔

---

[1] تفسیر حسینی

[2] جلالین

پانچواں حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ صاحبِ تفسیر خازن جز اول ص ۵۹۶ مطبوعہ مصر اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:

وعلمك ما لم تكن تعلم يعني من احكام الشرع و امور الدين وقيل علمك من علم الغيب ما لم تكن تعلم وقيل معناه و علمك من خفيات الامور و اطلعك على ضمائر القلوب من احوال المنافقين وكيدهم ما لم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما يعني ولم يزل فضل الله عليك يا محمد صلى الله عليه وسلم عظيما[1]

مذکورہ عبارت کا حاصل ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے احکام شریعت اور دین کے کام سکھا دیے۔ ایک قول یہ ہے کہ علم غیب میں سے وہ جو آپ نہ جانتے تھے وہ سکھا دیں۔ ایک قول کے مطابق یہ معنی ہیں کہ آپ کو چھپی ہوئی چیزیں سکھائیں اور دلوں کے رازوں کا علم عطا فرمایا اور منافقین کے مکر و فریب کا علم دیا گیا۔

ناظرینِ انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں کہ ایسے روشن دلائل کے ہوتے ہوئے جو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم ما کان و ما یکون کا انکار کرتے ہیں وہ حقیقۃً اللہ تعالیٰ میں عیب اور نقص ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ سکھانے والا ہے اور حضور سیکھنے والے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرمائے سب کچھ سکھا دیا اور یہ رٹ لگائیں کہ کچھ نہیں! اس طرح تو معاذ اللہ خداوند تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ثابت ہو جاتا ہے۔

شبہ بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ علمك ما لم تكن تعلم سے صرف احکامِ شرعی مراد ہیں۔ اگر احکامِ شرعی مراد نہ لیں تو اللہ تعالیٰ کے فرمان علم الانسان ما لم یعلم (سکھا دیا انسان کو جو وہ نہ جانتا تھا) سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ ہر شخص کو

---

[1] تفسیر خازن

علمِ غیب ہے۔ لہٰذا علمک ما لم تکن تعلم سے آپ کا بیان کردہ معنیٰ مراد لینا غلط ہے۔

جواب بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ علمک ما لم تکن تعلم کے مقابل مذکورہ آیت سے ہر شخص کے لیے علم ما کان و ما یکون یا علمِ غیب ثابت کرنا بڑی جہالت ہے۔ انھیں اتنا معلوم نہیں کہ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ میں الانسان معرف باللام ہے اور اس میں الف لام عہدیہ ہے جس سے فردِ کامل شخص معین مراد ہے عام انسان نہیں چنانچہ صاحب تفسیر معالم اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ وَ	کہا گیا ہے کہ یہاں انسان سے مراد
قِیْلَ الْاِنْسَانُ هٰهُنَا مُحَمَّدٌ	محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کا
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَبَیَانُهٗ	بیان آیت علّمک ما لم تکن
عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ[1]	تعلم میں ہے۔

ثابت ہو گیا کہ مخالفین کا یہ اعتراض بھی باطل ہے۔ علاوہ ازیں یہاں ایک سوال یہ ہے کہ یہاں الانسان سے عام انسان مراد لے کر اس کے لیے علم ما کان و ما یکون ثابت کرنا آسان کام نہیں۔ اس کے لیے دلیل اور ثبوت کی ضرورت ہے۔ جیسے ہم نے بطور اختصار چند حوالے پیش کیے ہیں۔ آپ لوگ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کوئی حوالہ پیش کر دیں کہ یہاں عام انسان ہی مراد ہے اور اسے علم ما کان و ما یکون دیا گیا ہے۔

اطلاق علمِ غیب بر وحی

شُبہ: مخالفین کہا کرتے ہیں کہ جو چیز بتا دی جائے اس پر لفظِ غیب نہیں بولا جا سکتا۔ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم بذریعہ وحی دیا جاتا ہے لہٰذا آپ کو غیب نہ تھا۔

جواب: بڑے افسوس کی بات ہے کہ منکرین دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ علم ہے تو ہمارے پاس ہے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ ابھی تک اقسامِ وحی، غیب کے معنی اور تعریف سے ہی

---

[1] معالم التنزیل

ناواقف ہیں۔ اب آپ غیب کے معنی اور اس کی تعریف ملاحظہ فرمایئے:

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ۔[1]	(یہ کتاب) ہدایت ہے واسطے پرہیزگاروں کے اور وہ جو ایمان لائے بن دیکھے۔

صاحبِ تفسیر بیضاوی غیب کی تعریف فرماتے ہیں:

وَالْمُرَادُ بِهِ الْخَفِيُّ الَّذِيْ لَا يُدْرِكُهُ الْحِسُّ وَلَا تَقْتَضِيْهِ بِدَاهَةُ الْعَقْلِ ۝	یعنی غیب اس پوشیدہ چیز کا نام ہے جس کو حس ادراک نہیں کرتی اور بداہتہً عقل پا نہیں لیتی۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

صاحبِ تفسیر کبیر اسی آیت شریفہ کے ماتحت فرماتے ہیں:

قَوْلُ جُمْهُوْرِ الْمُفَسِّرِيْنَ اَنَّ الْغَيْبَ هُوَ الَّذِيْ يَكُوْنُ غَائِبًا عَنِ الْحَاسَّةِ هٰذَا الْغَيْبُ يَنْقَسِمُ اِلٰى مَا عَلَيْهِ دَلِيْلٌ وَاِلٰى مَا لَا دَلِيْلَ عَلَيْهِ۔	جمہور مفسرین کا قول ہے کہ غائب وہ ہے جو حواس سے غائب ہو۔ پھر اس غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس پر دلیل نہ ہو اور ایک وہ جس پر دلیل ہو۔

ثابت ہو گیا کہ غیب وہ چھپی ہوئی چیز ہے جس کو انسان آنکھ، ناک، کان وغیرہ حواس سے محسوس نہ کر سکے اور بلا دلیل بداہتہً عقل میں نہ آ سکے۔ تو اس حواسِ خمسہ سے جو چیز اوجھل ہے اسے غیب کہا جاتا ہے اور جو چیز حواسِ خمسہ یا بذریعہ آلات و ذرائع کے معلوم ہو اُسے غیب نہیں کہا جاتا۔ اب قرآن کریم ہی کی زبانی سُنیئے کہ نبی اللہ کی وحی کا تعلق "مذکورہ حواس سے ہے یا کسی اور چیز سے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

۱۔ وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝	اور بے شک یہ قرآن رب العالمین کا

---

[1] پ ۱، س بقرہ، ع ۱

نَزَّلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ۝ عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ۝[1]	اُتارا ہوا ہے اسے روح الامین لے کر اترا آپ کے قلبِ مبارک یعنی دل پر کہ آپ ڈر سناؤ بلکہ دل کے ساتھ تھا۔
۲۔ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِیْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (۲:۹۷)	فرمادیجیے جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو اُس نے تو آپ کے قلب (مبارک) پر اللہ کے اذن سے یہ اُتارا۔

اس آیت مبارکہ سے بھی واضح ہوگیا کہ وحی کا تعلق حواسِ خمسہ کے ساتھ نہیں بلکہ نبی اللہ کے قلب اقدس کے ساتھ تعلق ہے۔ یہ عقلِ انسانی سے بالاتر ہے اور نبوت کا اوّلین خاصہ بھی یہ ہُوا کرتا ہے کہ ان کے قلب پر خداوندِ کریم وحی نازل فرماتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر عام انسانوں اور مقامِ نبوّت میں کچھ فرق نہ ہوا۔ اور قلب ہی ایک ایسا مقام ہے جو کہ تمام جزوں کے مقام کا منبع ہے حضور سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کی عظمت جو تفاسیر و احادیث و علمائے امت نے بیان کی ہے اگر اس کا ذکر کیا جاوے تو اس کے لیے کئی دفتر بھی کم ہیں

تیسری آیت ملاحظہ فرمایئے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِیْمٌ ۝[2]	اور نہیں ہے کسی بشر کی طاقت کہ اُس کو اللہ کلام کرے۔ مگر القاء سے یا پردے کے پیچھے یا جبرائیل بھیج کر وحی کرتا ہے وہ اللہ کے اذن کے ساتھ جو چاہتا ہے بیشک وہ اللہ بڑا جاننے والا بڑا دانا ہے۔

اس آیت سے صاف واضح ہوگیا کہ وحی القاء یا بذریعہ رسول یا پردے کے پیچھے ہو یہ

---

[1] پ ۱۹، سورہ الشعراء، ع ۱۴
[2] پ ۲۵، سورہ شوریٰ ع ۶

عام انسانوں کی برداشت سے باہر ہے کیونکہ یہ خاصہ انبیائے کرام علیہم السلام کا ہے۔ اِن کا تعلق انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دل کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا جو چیز اللہ تعالیٰ نے نبی اللہ پر ظاہر فرمادی اُس پر غیب کا اطلاق ضرور ہوگا کیونکہ علم والے سے تو غیب کا پردہ ہی اُٹھ گیا ہے جبکہ دوسروں سے پوشیدہ ہے تو غیب ہی ہوگا۔

چنانچہ مذکورہ آیت یؤمنون بالغیب کے تحت تمام مفسرین کرام فرماتے ہیں:

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ بِمَا غَابَ عَنْهُمْ مِنَ الْبَعْثِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ۔[1]

جو لوگ ایمان لائے ساتھ غیب کے وہ جو غیب ہے اُن سے قیامت اور جنت و دوزخ۔

(وھذا فی کلّ تفاسیر)

اس آیت و تفسیر سے یہ ثابت ہوگیا کہ سب جانتے ہیں قیامت برحق ہے۔ جنت دوزخ برحق ہے۔ ان چیزوں کا علم تمام کو ہونے کے باوجود بھی غیب ہیں۔

اب بقول مخالفین کے جو چیز بتادی جائے وہ غیب نہیں ہو سکتا تو پھر عقل کے پردے کھول کر غور کریں جب کہ ہم کو جنت و دوزخ و قیامت کا علم ہے تو قرآن نے پھر غیب کیوں کہا ہے۔

اس لیے نبی اللہ پر جو وحی کی گئی ہے اس کو غیب کہا جاتا ہے کیونکہ ہم حواس سے نہ ہم بداہتہً عقل سے اس کو پا سکتے ہیں۔ لہٰذا نبی اللہ کو جو چیز وحی کی گئی اسے غیب ہی کہا جائے گا ورنہ یؤمنون بالغیب کا انکار لازم آئے گا۔

چنانچہ جو وحی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کی گئی ہے اُس کو قرآنِ کریم نے بھی غیب کہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ۔[2]

(اے محبوب) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں۔

---

[1] التفسیر جلالین [2] پ ۳، س آل عمران ع

اس آیت شریفہ سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو جو وحی بھی کی گئی ہے وہ غیب ہی ہے۔ اگر ان تمام دلائل کے باوجود بھی مخالفین کی تسلی نہ ہوئی ہو تو وہ اسی آیت کے مصداق ٹھہرے۔ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ۔

علمِ غیب اور مصطفٰے صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

شبہ: منکرین علم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر علم غیب کا لفظ نہیں استعمال کرنا چاہیے۔ آج تک کسی عالم یا مفسر نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے علم غیب کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ اس لیے کہ عالم الغیب اللہ تعالیٰ کے اسمأ میں سے ہے۔ لہذا یہ صفت مخلوق پر استعمال کرنے سے شرک فی الاسماء ہو گا۔ اس واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اطلاع علی الغیب کہہ سکتے ہیں علمِ غیب نہیں کہہ سکتے۔

جواب: مخالفین کا یہ اعتراض ان کی ہٹ دھرمی کی بنأ پر ہے۔ پھر ہٹ دھرمی کی بنا پر انکار بھی کرتے ہیں۔ عجیب اُلٹی منطق ہے کہ نبی اللہ کے لیے اطلاع علی الغیب ہونا کہہ سکتے ہیں علمِ غیب نہیں کہہ سکتے۔

آئیے سب سے پہلے مفسرین کرام علیہم الرحمۃ کی تفاسیر سے مخلوق پر علمِ غیب کا استعمال کرنا ملاحظہ فرمائیے۔

سید المفسرین صاحبِ تفسیر ابن جریرؒ اس آیت قال انک لن تستطیع معی صبراً کے ماتحت فرماتے ہیں:

رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بن عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا وَكَانَ رَجُلٌ يَعْلَمُ عِلْمَ الْغَيْبِ قَدْ عَلِمَ ذٰلِكَ۔[1]	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا آپ میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے حضرت

---

[1] التفسیر ابن جریر

خضر علیہ السلام علمِ غیب جانتے تھے

اُنھیں علمِ غیب دیا گیا۔

لیجئے آنکھیں کھول کر دیکھیے کہ علامہ ابن جریرؒ نے سیدنا حضرت خضر علیہ السلام کی ذات کے لیے كَانَ رَجُلًا يَعْلَمُ عِلْمَ الْغَيْبِ کہ وہ علم غیب جانتے تھے، یہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں اور لطف یہ کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت پیش کی کہ حضرت خضر علیہ السلام علمِ غیب جانتے تھے۔

دُوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

صاحبِ تفسیر بیضاوی اس آیت وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا کے ماتحت فرماتے ہیں:

ای مما یختص بنا ولا یعلم الا بتوفیقنا وھو علم الغیب[1]	یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ علم کہ ہمارے ساتھ خاص ہے اور بے ہمارے بتائے نہیں معلوم ہوتا۔ وُہ علمِ غیب ہم نے حضرت خضر علیہ السلام کو عطا فرما دیا۔

عقل کو ٹھکانے لگا کر غور کر لیجئے کہ صاحبِ تفسیر بیضاویؒ نے بھی مخلوق پر لفظ علمِ غیب استعمال فرمایا ہے۔ وھو علم الغیب حضرت خضر علیہ السلام کو علمِ غیب عطا فرمایا گیا۔

تیسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

صاحبِ تفسیر خازن اس آیت وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ کے ماتحت فرماتے ہیں:

یقول انہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتیہ علم الغیب فلا یبخل بہ علیکم بل	یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم آتا ہے وہ تمہیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے

---

[1] بیضاوی

یعلمکم[1] بلکہ تم کو اس کا علم دیتے ہیں۔

علامہ خازن رحمہ نے بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب ہونا استعمال فرمایا ہے یہ نہیں کہ غیب آتا ہے اور علم نہیں یا علم آتا ہے تو غیب نہیں بلکہ یاتیہ علم الغیب علم غیب آتا ہے۔

چوتھا حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

لنعتقد ان العبد ینقل فی الاحوال	ہمارا عقیدہ ہے کہ بندہ ترقی مقامات
حتی یصیر الی نعت الروحانیہ	پاکر صفتِ روحانی تک پہنچتا ہے
فیعلم الغیب[2]	اس وقت اسے علمِ غیب حاصل ہوتا ہے۔

مولانا علامہ علی قاری نے مخلوق کے لیے علم غیب ہونا استعمال فرمایا ہے کہ جب بندہ مقرب بارگاہِ ربی ہو جاتا ہے تو اسے فیعلم الغیب یعنی علم غیب حاصل ہو جاتا ہے۔

ناظرین انصاف کی نظر سے توجہ فرمائیں کہ اتنے عظیم مفسّران کرام کی تفاسیر سے مخلوق پر علم غیب استعمال کرنا ثابت ہے۔ اب اگر مخالفین کو یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عبداللہ بن عباس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہما اور علامہ ابن جریر و علامہ بیضاوی و صاحبِ خازن و صاحبِ معالم التنزیل و ملا علی قاری رحمہم اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر علم غیب ہونا استعمال فرمایا ہے۔

تو معلوم نہیں کہ وہ خدا کے برگزیدہ نبی اور ان پاک بزرگ ہستیوں پر کیا کیا کفر و شرک کے فتوے جڑیں۔ جبکہ مخالفین نے اہلسنت وجماعت بریلوی حضرات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] التفسیر الخازن

[2] المرقات

کے لیے علم غیب ماننے پر مشرک و کافر بنانے سے خالی نہیں رکھا۔ تو کیا وہ ایسا عقیدہ رکھنے والی عظیم شخصیتوں کا کچھ لحاظ کر سکیں گے، ہرگز نہیں۔

خود ہی فیصلہ کر لیں کہ ان خارجیوں کے نزدیک نبی کلیم اللہ و جلیل القدر صحابہ و عظیم المرتبت مفسرین و ائمہ محدثین کی کیا قدر ہوگی۔ نیز اگر علم غیب کی نسبت مخلوق پر کرنا شرک فی الاسماء ہو تو قرآن میں کئی اسماء اللہ تعالیٰ کے مخلوق پر بولنے ثابت ہیں۔

پہلی آیت ملاحظہ فرمائیے:

وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا۔[1] — اور اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے۔

دوسری آیت ملاحظہ فرمائیے:

فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ[2] — بے شک تمہارا رب رؤف اور رحیم ہے۔

ان آیات طیبات سے واضح ہوگیا کہ سمیع، بصیر، رؤف اور رحیم اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ ہیں۔ اب یہی اسما مخلوق کے لیے ہونا ملاحظہ فرمائیے۔

پہلی آیت:

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا۔[3] — بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو ملی ہوئی مٹی سے کہ اسے جانچیں پس کیا اس کو سمیع اور بصیر۔

دوسری آیت:

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔[4] — تمہاری بھلائی کے چاہنے والے ہیں اور مسلمانوں پر رؤف اور رحیم ہیں۔

---

[1] پ ۵، س النساء، ع ۱۵

[2] پ ۱۴، س النحل، ع ۱۱

[3] پ ۲۹، س الدہر، ع ۱۸

[4] پ ۱۱، س التوبہ، ع ۱۱

غور فرمایئے کہ ان آیات میں جو اسماء اللہ تعالیٰ کے ہیں وہ مخلوق پر وارد ہیں کہ مخلوق بھی سمیع و بصیر اور رؤف و رحیم ہے۔ کیا یہاں بھی قرآن پر شرک فی الاسماء کا فتویٰ لگائیں گے۔ ہرگز نہیں۔

اب اگر مخالفین یہ کہیں کہ اس کے لیے تو دلیل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے لیے کوئی دلیل نہیں۔

جواب سنیے۔ پہلی بات یہ کہ دلیل موجود ہے پھر بھی انکار کر کے غلط بیانی کرتے ہیں۔ اگر بالفرض مان لیا جائے کہ دلیل نہیں تو پھر ان کے قاعدے کے مطابق ثابت ہوا کہ دلیل موجود ہو تو شرک جائز ہے۔ دیکھیے کیسے توحید پرست ہیں کہ شرک دلیل سے ثابت کر رہے ہیں بہرحال ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ علم غیب جاننے کی نسبت انبیاء و اولیاء کی طرف کرنا جائز ہے اور بزرگ ایسے الفاظ استعمال کر رہے ہیں اس لیے شرک ہرگز نہیں ہو سکتا مگر منکر بے ادب کا کیا علاج، جو کہے کہ علم غیب نہیں بلکہ اطلاع علی الغیب کہنا چاہیے غالباً ان علم غیب کا انکار کرنے والوں کو کتابوں پر اطلاع ہوتی ہے علم نہیں ہوتا۔ یعنی مطلع تو ہوتے ہیں لیکن ہوتے بے علم ہیں۔

ولکن نجدیۃ قوم یجھلون۔

معلمِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ: مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ اگر علمك ما لم تكن تعلم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم ماکان و ما یکون ہونا مراد لیا جائے تو قرآن میں آتا ہے:

وعلمتم ما لم تعلموا۔ (۶: ۹۱) سکھا دیا گیا تم کو جو نہ جانتے تھے۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون۔ (۲: ۱۵۱) سکھا دیا تم کو جو نہ جانتے تھے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ پھر تمام عوام بھی عالم ماکان و مایکون ہو گئے۔

جواب: منکرین کا یہ اعتراض بھی بے فائدہ ہے کیونکہ مذکورہ آیات سے جو مطلب وہ

نکالتے ہیں وہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی مفسر نے بیان فرمایا ہے۔ ان ارشادات سے تو ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ پہلی آیت ملاحظہ فرمائیے:

عُلِّمْتُمْ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا[1]	سکھائے گئے جو تم جو نہ جانتے تھے۔

صاحبِ تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

اکثر المفسرین علیٰ ان هٰذا خطاب للیهود و معناه انکم علمتم علیٰ لسان محمد صلی اللّٰه علیه و سلم مالم تعلموا انتم ولا اٰباؤکم[2]	اکثر مفسرین نے یہی کہا ہے کہ یہ خطاب یہود کو ہے اور معنے اس کے یہ ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی زبان (مبارک) نے سکھایا جو اُن کے باپ دادا نہ جانتے تھے۔

دوسری آیت جو پیش کی جاتی ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیے:

وَ یُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ[3]	اور سکھاتے ہیں تم کو جو نہیں جانتے ہو۔

چنانچہ اس آیت کے تحت صاحب تفسیر خازن فرماتے ہیں:

یعنی یعلمکم من اخبار الامم الماضیه والقرون الخالیه وقصص الانبیاء والخبر عن الحوادث المستقبله ممالم تکونوا تعلمون و ذٰلک قبل بعثة رسول	یعنی بتاتے ہیں تم کو پہلی اُمتوں اور گزرے ہوئے زمانوں کے حالات اور انبیاء کرام کے قصے اور خبر دیتے ہیں مستقبل حوادث کی جو تم نہیں جانتے ہو جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

[1] پ ۷، س الانعام، ع ۱۶ [2] تفسیر الخازن، جزء الثانی

[3] پ ۲، س البقرہ، ع ۱

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے[1] قبل ہیں۔

مذکورہ بالا ارشادات سے معلوم ہوگیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عام مسلمانوں کو جو وہ نہ جانتے تھے ان کو بتانے اور سکھانے والے حضور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور سیکھنے والے عام مسلمان ہیں۔ اب ذرا غور فرمایئے کہ آیت میں عَلَّمَكَ فاعل اللہ تعالیٰ ہے جو مبداء فیاض ہے۔ اس کا فیض عام ہے۔ کسی قسم کی پابندی مقرر نہیں کی گئی۔ کاف خطاب کا مصداق حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو متعلم صاحب استعداد کامل ہیں۔ لفظ ما عام ہے جس کی تخصیص حدیث صحیح بھی نہیں کر سکتی سوا متواتر اور مشہور کے۔ (کما تقرر فی الاصول)

کیونکہ تخصیص نسخ ہوتی ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ خود معلم ہوں جن کی صفت اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہے اور سرکار سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متعلم ہوں جن کی صفت اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ہے اور لفظ ما عام ہے۔ عند الخواص والعوام پھر علم دون علم کی تخصیص اور حد بندی جہالت وسفاہت کا مظاہرہ نہیں تو کیا ہے۔ اب ہمارا مُدعا یہ ثابت ہوگیا کہ نقض اجمالی وارد کرنے کے لیے شرط ہے کہ بعینہٖ وہ دلیل مادہ نقض میں موجود ہو۔ اور یہ تین اجزاء کا مجموعہ ہے:

۱. فاعل معلم صاحب فیض عام ہے۔

۲. مخاطب متعلم صاحب استعداد تام ہے۔

۳. لفظ ما عام عند الانام ہے۔

کیا یہ تین اجزا مخالفین کی پیش کردہ دلیل میں ہیں۔ ہرگز نہیں فاندفع النقض بحذافیرہ۔ اور اگر جمع کا لفظ جمع کے مقابل ہو جائے تو تقسیم افراد کی افراد ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ علم اصول اور صدر شرح وقایہ میں مبرہن ہے۔

اس قاعدہ علمیہ کی رو سے دونوں آیتوں میں خطاب يُعَلِّمُكُمْ بھی جمع کو ہے اور آگے مقابل میں بھی مَا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ جمع کا صیغہ ہے۔ لہٰذا ایک علم ایک مخاطب کا ثابت ہوگا

---

[1] التفسیر الخازن جزء الاول

نہ کہ تمام مخاطبین کے لیے عالم ماکان و مایکون ہو جائے گا جو کہ ان حضرات کے خیال میں محال ہے۔ نیز پہلی آیت میں خطاب یہود کو ہے اور دوسری آیت میں خطاب عوام مسلمانوں کو ہے تو گویا مخالفین علمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کی بنا پر جو بالاجماع اعلم الخلق ہیں۔ یہود اور عوام مسلمانوں پر قیاس کیا اور یہ بہت بڑی بے ادبی و گستاخی بلکہ سفاہتِ کبریٰ ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ مخالفین کا یہ شبہ بھی باطل ہے۔ اگر ان تمام دلائل کے باوجود بھی مخالفین کی تسلی نہ ہوئی ہو تو وہ اس آیت کے مصداق ٹھہرے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ یَتَّبِعُ کُلَّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ ٥

ذاتی علمِ غیب کی نفی

اور عطائی کا ثبوت

شبہ: منکرینِ علمِ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن میں آتا ہے:

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔	فرما دیجئے آپ نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے غیب مگر اللہ تعالےٰ۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علمِ غیب نہیں۔

جواب: حیران ہوں کہ مخالفین حضرات کلام اللہ شریف کی آیاتِ مبارکہ سے اس قدر غلط استدلال کیوں کرتے ہیں۔ اس آیت شریفہ میں یہ کہاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کو علمِ غیب نہیں عطا فرمایا، یا آپ کو باعلامِ خداوندی بھی علمِ غیب حاصل نہیں ہو سکتا حالانکہ اس آیت شریفہ میں ذاتی علمِ غیب مراد ہے کہ خدا کے سوا ذاتی علمِ غیب کوئی نہیں جانتا اور عطائی علمِ غیب ہونے کا واضح ثبوت ہے کہ خود بخود کوئی غیب نہیں جانتا۔ اس کی نفی ہے اور جو تعلیم خداوندی سے ہے اس کی نفی نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ علاء الدینؒ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

نَزَلَتْ فِی الْمُشْرِکِیْنَ حِیْنَ سَاَلُوْا	یہ آیت نازل ہوئی اس وقت جب کہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم عَنْ وَقْتِ السَّاعَۃِ ۝[1] | مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وقت قیامت دریافت کیا۔

قیامت ایک غیبی خبر ہے جس کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی تھی کہ تم پر قیامت آئے گی۔ تو مشرکین نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کا وقت دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریفہ کو نازل فرما کر اُن مشرکین کا رد فرمایا۔

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ط وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ۝ بَلِ ادّٰرَکَ عِلْمُھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ بَلْ ھُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْھَا بَلْ ھُمْ مِّنْھَا عَمُوْنَ ۝[2] | آپ فرما دیجیے ان کو کہ خود کوئی غیب نہیں جانتے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ، اور انھیں خبر نہیں کب اٹھائے جائیں گے۔ کیا ان کے علم کا سلسلہ آخرت تک پہنچ گیا ہے کوئی نہیں وہ اس کی طرف سے شک میں ہیں بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔

اِس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جن مشرکین نے وقتِ قیامت دریافت کیا تھا اُن کا رَدّ فرمادیا گیا۔ کیونکہ اگر وقتِ قیامت بتا دیا جائے تو مقصدِ قیامت ہی نہ رہے۔

صاحب نیشا پوری اسی آیت قل لا یعلم کے ماتحت فرماتے ہیں:

لا اعلم الغیب تکون فیہ دلالۃ علیٰ ان الغیب بالاستقلال لا یعلمہ الا اللہ۔[3] | آیت کے معنے یہ ہیں کہ علمِ غیب جو بذاتِ خود ہو وہ خدا کے ساتھ خاص ہے۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

امام ابن حجر مکی" فتاویٰ حدیثیہ میں اسی آیت قل لا یعلم کے متعلق فرماتے ہیں:

---

[1] تفسیر الخازن جزء الخامس ص ۱۵۴ مطبوعہ مصر [2] پ ۲۰، سورۃ النمل ع ۱

[3] التفسیر نیشا پوری

وماذکرناہ فی الاٰیۃ صرح بہ النووی رحمۃ اللہ تعالیٰ فی فتاواہ فقال معناھا لایعلم ذٰلک استقلالاً وعلم احاط بکل المعلومات اللہ تعالیٰ۔

یعنی ہم نے جو آیات کی تفسیر کی امام نووی رح نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تصریح کی۔ فرماتے ہیں آیت کے معنے یہ ہیں کہ غیب کا ایسا علم صرف خدا کو ہے جو بذاتِ خود ہو اور جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہو۔

تیسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے ؛

علامہ خفاجی شرح شفا شریف میں اسی آیت کے متعلق فرماتے ہیں ؛

ھٰذا لاینافی الاٰیات الدالۃ علیٰ انہ لا یعلم الغیب الا اللہ تعالیٰ فالمنفی علمہ من غیر واسطۃ واما اطلاعہ علیہ باعلام اللہ تعالیٰ فامر متحقق بقولہ فلا یظھر علیٰ غیبہٖ احدا۔

جن آیات میں یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ۔ یہ نفی ہے بے واسطہ علم کی۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی تعلیم سے جاننا ثابت ہے

جیسا کہ ارشادِ باری ہے ؛

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ۝[1]

اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

مندرجہ بالا عبارات سے آفتاب کی طرح روشن ہے کہ اس آیت شریفہ میں علم بذاتہ و من ذاتہ کی نفی کی گئی ہے اور جو تعلیم الٰہی سے ہو اس کی نفی نہیں۔ یہ حق تو بحمد اللہ تعالےٰ

---

[1] پ ۲۹ ، س الجن

واضح ہے مگر منکر متعصب کی چشم بصیرت وا نہیں۔ نیز بقول مخالفین اس آیت قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ کے وہی معنے لیے جائیں کہ کوئی غیب نہیں جانتا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں۔ تو میرے خیال میں وہ اگر قرآن کریم کی ایک اور آیت ملاحظہ کرلیں تو دہ بنے دھڑک یہ بھی کہہ دیں گے کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو بھی علم غیب نہیں۔

آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے:

قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ	فرما دیجئے کیا خبر دیتے ہو اللہ کو جو اللہ تعالیٰ
فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ	آسمانوں اور زمین میں نہیں جانتا پاک ہے
سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۔ ؎	وہ اور بلند ہے اُس چیز سے جو تم شرک کرتے ہو۔

اِس آیت شریفہ سے اگر مخالفین کے کہنے کے مطابق لَا يَعْلَمُ سے وہی معنے لیے جائیں تو معاذ اللہ وہ خدا تعالیٰ کو بھی علم غیب ہونا تسلیم نہیں کرتے ہوں گے۔ کیونکہ لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کی نفی ہونا مراد لیتے ہیں وہ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ سے یہ بھی مراد لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی علمِ غیب نہیں ہے۔ اب تو یہ آیت جان کر مخالفین اپنی انگلیوں کو چبا تے ہوں گے۔

بہرکیف ثابت ہوگیا کہ قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ سے ذاتی علم غیب کسی غیر کو ہونے کی نفی کی جا رہی ہے اور عطائی علمِ غیب کا ثبوت ہے۔

دعویٰ علمِ غیب کی نفی

اور ثبوتِ علمِ غیب

شُبہ: مخالفین یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن میں ہے:

قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِي	آپ فرما دیجیے کہ میں تمہیں کب کہتا ہوں

؎ پ ۱۱، س یونس، ع ۶

خَزَائِنُ اللهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ۔[1] کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ مَیں غیب جان لیتا ہُوں۔

لہٰذا معلوم ہُوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس نہ خزانے ہیں نہ اُن کو علمِ غیب ہے۔

جواب: اس آیت شریفہ سے خزانوں کے مالک ہونے کی نفی اور عدمِ علمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل بنانا کم علمی ہے۔ اس آیت میں خزائن اور علمِ غیب کی نفی کب ہے؟ نفی ہے تو قول و دعویٰ کی۔ دعویٰ کی نفی علم کی نفی کو کب مستلزم ہے۔

نیز اس آیت میں مشرکین کے سوالوں کا جواب دیا جارہا ہے جو انہوں نے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے تھے۔

چنانچہ صاحبِ تفسیرِ خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

یقولون للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کنت رسولًا من اللہ فاطلب منہ ان یوسع علینا عیشا و یغنی فقرنا۔

مشرکینِ مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ ہمیں خزانے تقسیم کریں دولت دے کر مالدار کردیں تاکہ ہم محتاج نہ رہیں اور اپنی زندگی عیش و عشرت سے گزار سکیں۔

مشرکین کا دوسرا سوال:

قالوا لہ اخبرنا بمصالحنا و مضارنا فی المستقبل حتی نستعد لتحصیل المصالح و دفع مضار۔

اگر آپ اللہ کے رسُول ہیں تو ہمارے مستقبل کی خبر دیجئے کہ ہمارے ساتھ کیا ہوگا ہمارے آئندہ کام میں نقصان ہوگا یا کہ نفع تاکہ ہم پہلے ہی اپنا انتظام کرلیں۔

مشرکین کا تیسرا سوال:

---

[1] الانعام۔ آیت ۵۰

قَالُوْا مَا لِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ وَيَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ ۝

اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو کھاتے پیتے کیوں ہیں اور بازاروں میں کیوں چلتے ہیں نکاح عورتوں سے کیوں کرتے ہیں۔ (یہ تو سب بشر کے کام ہیں)

چنانچہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے ان تینوں سوالوں کا جواب پیارے انداز سے یُوں فرمایا:

آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے،

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَىَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝[1]

اے پیارے حبیب مکرم علیہ الصلوٰۃ و السلام! ان کو فرما دیجئے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خزائن الٰہیہ ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں اور میں تم سے کب کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی آتی ہے۔ اے پیارے رسول! ان کو فرما دیجئے کیا اندھے اور آنکھ والے برابر ہو جائیں گے۔ کیا تم غور نہیں کرتے۔

چنانچہ صاحب تفسیر خازن میں لفظ قل کے بعد فرماتے ہیں؛

قُلْ يَا مُحَمَّدُ لِهٰؤُلَاءِ الْمُشْرِكِيْنَ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ[2]

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ان مشرکین کو فرما دو کہ میں نہیں کہتا تم کو۔

ثابت ہوا کہ لکم یہ خطاب اُن مشرکین کو ہے کہ میں تم سے یہ دعوٰی نہیں کرتا کہ میرے

---

[1] پ ۷، س الانعام، ع ۱۰

[2] تفسیر خازن

پاس خزائن الٰہیہ ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں اور فی الواقع نا اہل کب اس قابل ہیں کہ ان کے سامنے ایسے دعوے کیے جائیں۔ کیا مخالفین بھی اپنے آپ کو اُن ہی نا اہلوں میں سے سمجھتے ہیں۔ مخالفین حضرات لفظِ لَکُمْ کا مخاطب اُمت کو ٹھہراتے ہوئے معنے کرتے ہیں کہ " اے نبی اُمت کو سُنادے"۔ حالانکہ کسی مفسر نے اس کے یہ معنے نہیں کیے اور نہ ہی یہ لوگ اس بات کو ثابت کر سکتے ہیں۔ پھر معلوم نہیں کہ دیدہ و دانستہ قرآنی آیات کی تفسیر ہیں کیوں خیانت کی جاتی ہے۔ ؎

الیسی ضد کا کیا ٹھکانا دینِ حق کو پہچان کر
ہم ہوئے مسلم تو وہ مسلم ہی کافر ہو گیا

چنانچہ امام نظام رح صاحبِ تفسیر نیشاپوری مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَھٰھُنَا قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَمْ یَقُلْ لَیْسَ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ لِیَعْلَمَ اَنَّ خَزَآئِنَ اللّٰہِ وَھِیَ الْعِلْمُ بِحَقَآئِقِ الْاَشْیَآءِ وَمَاھِیَّاتِھَا بِاِرَاءَتِھِمْ سَنُرِیْھِمْ اٰیَاتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِھِمْ وَبِاِسْتِجَابَةِ دُعَآئِہٖ فِیْ قَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَرِنَا الْاَشْیَآءَ کَمَا ھِیَ وَلٰکِنَّہٗ یُکَلِّمُ النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ اَیْ لَآ اَقُوْلُ لَکُمْ ھٰذَا مَعَ اَنَّہٗ یُخْبِرُھُمْ عَمَّا مَضٰی وَعَمَّا سَیَکُوْنُ بِاِعْلَامِ الْحَقِّ وَقَدْ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ فرمایا ہے لَیْسَ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ نہیں فرمایا۔ یعنی کسی چیز کے ہونے کا انکار علیحدہ چیز ہے اور اس کا دعویٰ نہ کرنا دُوسری چیز ہے اور خزائن اللہ سے یہاں مراد اشیاء کی حقیقتوں کا علم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے بھی وعدہ فرمایا تھا کہ ہم عنقریب انھیں اپنی تمام آیات قدرت کا معائنہ کرائیں گے خواہ وہ نفوس کے اندر ہوں یا آفاق کے اندر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دُعا مانگی تھی جو قبول ہُوئی کہ خداوندا ہمیں تمام اشیاء کی حقیقتوں پر اطلاع بخش دے جس طرح کہ وہ فی الواقع ہیں۔ لیکن یہ

فِیْ قِصَّۃِ لَیْلَۃِ الْمِعْرَاجِ قَطْرَۃً عَلِمْتُ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ ۵ [1]

اسرار اوروں کو نہیں تبلاتے بلکہ ہر شخص کے ساتھ اس کی عقل و سمجھ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرمایا کرتے تھے اس لیے فرمایا میں نے کبھی دعوٰی نہیں کیا کہ میں غیب نہیں جانتا حالانکہ آپ گزشتہ واقعات ابتدائے آفرینش سے لے کر اپنے ظہور تک اور آئندہ ہونے والے واقعات قیامت تک کی خبر باعلام خداوندی انھیں بتایا کرتے تھے اس لیے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی رات میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکا یا گیا اور میں عالم ما کان وما یکون ہو گیا۔

دُوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

صاحبِ تفسیر خازن اسی آیت قل لا اقول لکم کے تحت فرماتے ہیں:

اِنَّمَا نَفٰی عن نفسہ الشریفۃ ھٰذہ الاشیاء تواضعا للہ تعالٰی او اعترافًا لہٗ بالعبودیہ فلست اقول شیئًا من ذٰلک ولا ادعیہ۔ [2]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذاتِ شریفہ سے ان اشیاء کی نفی اپنے رب کے حضور بطور انکساری فرمائی۔ یعنی اس سے میں کچھ نہیں کہتا۔ کسی چیز کا دعوٰی نہیں کرتا۔

---

[1] تفسیر نیشا پوری

[2] تفسیر خازن

مفسرین کرام کی عبارتوں سے آفتاب کی طرح روشن ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ کی نفی فرمائی۔ دعویٰ کی نفی علم کی نفی کو کب مستلزم ہے جیسے میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں عالم ہوں۔ اس کے یہ معنے کس طرح ہو سکتے ہیں کہ مجھے علم ہی نہیں۔

جس کی طرف لکم مشیر ہے۔ خطاب کفار نابکار مشرکین سے ہے اور فی الواقع ایسے نا اہل کب اس قابل ہیں کہ اُن کے سامنے ایسے دعوے کیے جائیں۔ جیسا کہ علاّمہ نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے۔ اسی لیے اُن کفّار کو فرمایا گیا:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

اے پیارے حبیب! آپ ان کو فرمادیجئے کہ کیا اندھے اور آنکھ والے برابر ہو سکتے ہیں۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے۔

مطلب یہ ہُوا کہ اگر تم کو عقل ہوگی تو آئندہ کبھی ایسی باتیں نہ کرو گے نیز تواضع کو عدم علم کی دلیل بنانا اور عدم دعویٰ سے عدم علم پر استدلال کرنا انتہا درجہ کی جہالت ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ ان دلائل سے ثابت ہُوا کہ سرکار سیدنا آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم خزانوں کے امین بھی ہیں اور عالم ما کان وما یکون بھی ہیں۔

لیجئے اس آیت شریفہ سے متعلق مخالفین علم غیب مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ردّ و بدل کا ایک نمونہ دیکھتے جائیے۔

مخالفین کی قرآن میں تحریف

مخالفین کے پیشوا معتبر حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کرنے کے لیے سخت بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔

چنانچہ وہ اپنی کتاب "اعجاز حدیث"، صفحہ ۱۵۳ میں تحریر کرتے ہیں:

قُلْ لَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ[1]

اے پیغمبر! (اپنی امت کو سنادے) میں غیب نہیں جانتا۔

مندرجہ بالا عربی عبارت بطور آیت قل لا اعلم الغیب پارہ ۷، رکوع ۱۱ کا حوالہ دیتے ہوئے درج کی گئی جو پورے قرآن مجید میں موجود نہیں ہے۔ محض اس بناء پر کہ قرآن سے علمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی ہو۔ ناظرین کے سامنے میں یہ بھی پیش کیے دیتا ہوں کہ پارہ نمبر ۷، رکوع نمبر ۱۱ کی وہ کون سی اصل آیہ شریفہ ہے جس سے سخت خیانت کی گئی ہے:

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ ۚ [1]

قرآنِ کریم کی اس اصل آیت کے ابتدائی لفظ قُلْ لَآ کو چُن کر اگلی آیت اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ سب ہضم کرنے کے بعد اس کے آگے لفظ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لگا کر نئی آیت گھڑ دی۔

قُلْ لَّآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ جس کا ترجمہ یہ بنتا ہے "اے پیغمبر! کہدے میں غیب نہیں جانتا" آپ انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں کہ قرآن کریم کی آیت شریفہ میں کس قدر بددیانتی کی گئی ہے صرف آیت میں ہی نہیں بلکہ ترجمہ بھی جان بُوجھ کر ویسا ہی کر دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صادق صاحب یہ خوب جانتے تھے کہ پورے قرآن کریم میں ایک آیت بھی ایسی موجود نہیں ہے جس میں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب نہ دینے کا ثبوت ہو جبھی تو من گھڑت آیت لکھ دی۔ اعاذنا اللہ من ھذا الشر۔ اور یہ واقعہ ہی حقیقت ہے کہ مخالفین آج تک پورے قرآن عظیم سے ایک آیت بھی پیش نہیں کر سکتے اور نہ قیامت تک پیش کر سکیں گے کہ فلاں چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مرحمت نہیں فرمایا۔

جس طرح حکیم صاحب نے جڑی بوٹیوں سے نُسخہ تیار کرنا آسان سمجھا ہے۔ غالباً ایسے ہی قرآن حکیم سے بھی نفیِ علمِ غیبِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک آسان نسخہ تیار کر دیا کہ اس طرح بے چارے ان پڑھ لوگ خوب گمراہ ہوں گے۔ اب رہا حکیم صاحب کا قُلْ لَّآ اَعْلَمُ

---

[1] [illegible]

الغَيۡبَ لکھ کر یہ ترجمہ کرنا اے پیغمبر (اپنی اُمت کو) سنا دے میں غیب نہیں جانتا۔
اس ترجمہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آنجناب یہ بھی جانتے تھے کہ آیت میں جو خطاب ہے، وُہ اُمت کو نہیں ہے بلکہ مشرکین کو ہے۔ اس لیے (اپنی اُمت کو) لکھ کر اسکو گرد بریکٹ کردیا۔ کس قدر ظلم اور ستم ہے کہ دشمنیٔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے قرآن میں بھی بددیانتی شروع کردی گئی ہے۔ جیسا کہ علمائے یہود ملعونین کیا کرتے تھے۔

یُوں ترچھی نگاہوں سے مجھے بھی قتل کرنا
پھر صاف مُکرنا میں اس سے بری ہُوں

شاید حکیم صاحب اور اُن کے حواری یہ کہہ بیٹھیں کہ یہ آیت دیدہ دانستہ غلط نہیں لکھی گئی۔ آخر تحریر میں غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ لہٰذا اس آیت کا غلط لکھا جانا کوئی جرم نہیں۔
جواب: بڑے افسوس کی بات ہے کہ مصنف کتاب اعجاز حدیث، اتنے ہی غیر ذمہ دار شخص ہیں کہ قرآن پاک میں جو آیت موجود نہ ہو وُہ اپنی طرف سے ایجاد کرکے لکھ دیں تو یہ کوئی جُرم نہیں۔ طریقہ یہ ہے کہ اگر کتاب میں غلطی ہو جائے تو اس کی تصحیح کا اعلان بذریعہ اشاعت ہونا چاہیے۔ لیکن یہاں کئی سال گزر چکے ہیں اب تک اس کی درستی نہیں کی گئی اور نہ ہی اغلاط نامہ شائع کیا گیا ہے۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ یہ بناوٹی آیت قُلۡ لَآ اَعۡلَمُ الغَیۡبَ صفحہ ۱۵۲ میں لکھی ہے، دوسری دفعہ صفحہ ۱۵۴ پر، تیسری دفعہ صفحہ ۱۵۵ پر بھی ایسے ہی درج کی ہے۔ آیت کو تین مرتبہ پیش کرنے کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ غلطی ہو گئی ہے ہرگز نہیں۔ یہ دیدہ دانستہ علمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کے لیے بار بار اس بنائی ہوئی آیت کو لکھا گیا ہے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کی نفی قرآن سے ثابت ہو۔
حبیبِ ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت میں بے ادبی وگستاخی جبکہ اُن کے نزدیک کچھ جُرم نہیں ہے تو آیہ شریفہ میں ردّ وبدل کرنا اُن کے نزدیک کیا جرم ہو سکتا ہے۔
یہ تو تھا مخالفین کے قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب کا جواب، اب مناسب سمجھتا ہُوں کہ مختصر طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خزانوں کے عطا ہونے کے

دلائل پیش کر دوں۔

عطائے مفاتیحِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ؁[1]

اور تمہیں جو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اللہ کا عذاب سخت ہے۔

دوسری آیت ملاحظہ فرمائیے:

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ ؁[2]

(اے محبوب) یاد کرو جب آپ فرماتے اس سے جسے اللہ تعالیٰ نے نعمت دی اور (یا رسول اللہ) آپ نے نعمت دی۔

تیسری آیت ملاحظہ فرمائیے:

وَلَوْ اَنَّھُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَرَسُوْلُہٗٓ اِنَّآ اِلَی اللّٰہِ رٰغِبُوْنَ ؁[3]

اور کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ تعالیٰ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو دیا۔ اور کہتے ہیں اللہ کافی ہے کہ دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے۔

چوتھی آیت ملاحظہ فرمائیے:

---

[1] پ ۲۸، س حشر، ع ۲

[2] پ ۲۲، س الاحزاب، ع ۱

[3] پ ۱۰، س التوبہ، ع ۱۲

وَمَا نَقَمُوْا اِلَّا اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِى الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۞[1]

اور انھیں کیا بُرا لگا۔ یہی نا کہ اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انھیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ تو اگر وہ توبہ کریں تو اُن کا بھلا ہے اور اگر مُنہ پھیریں تو اللہ انھیں سخت عذاب دے گا دنیا و آخرت میں اور زمین میں کوئی ان کا حمایتی و مددگار نہ ہوگا۔

اِن آیاتِ طیبات سے آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خزانوں، غنایم اور نعمتوں کے عطا فرمانے والے ہیں۔ عطا وہی کر سکتا ہے جو مالک و مختار ہو۔ یہ ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مالک و مختار ہیں۔

قرآن کریم کی آیات اِس مضمون پر تو بے شمار ہیں۔ لیکن مختصر طور پر یہ چند احادیث بھی ملاحظہ فرمائیے:

عن عقبہ بن عامر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج یومًا فصلی علیٰ اھل اُحد صلاتہ علی المیت ثم انصرف الی المنبر فقال اِنِّیْ فَرَطُكُمْ وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ الیٰ حوضی الاٰن و انی قد اعطیت خزائن مفاتیح الارض و انی واللہ ما اخاف بعدی ان تشرکوا و لکن اخاف اَن تنافسوا

حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے اور آپ نے شہداءِ اُحد پر اس طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے اس کے بعد منبر پر تشریف لاکر فرمایا کہ میں تمہارا نگہبان اور گواہ ہوں۔ خدا کی قسم میں اس وقت اپنے حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے تمام روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔ خدا کی قسم میں اپنے بعد تمہارے مشرک ہوجانے کا کوئی خوف نہیں کرتا بلکہ اس بات سے ڈر رہا ہوں کہ تم صرف دنیا میں

[1] پ ۱۰، س توبہ، ع ۱۵

فِیۡہَا[۱] مٹ جاؤ گے۔

مندرجہ بالا حدیث شریفہ سے تین باتیں واضح ہوگئیں:

اوّل: حضور نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ میں فرش پر رہ کر حوضِ کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ حوضِ کوثر بھی غیب کی چیزوں میں سے ایک ہے۔

اُن لوگوں پر افسوس آتا ہے جو بے دھڑک آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ ان کو تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں ہے۔ نبی اللہ کے ارشاد پر یقین کرنا تو درکنار ان کو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کا بھی اعتبار نہیں۔ کیا ایسے لوگ اُمت نبی کہلانے کے کس قدر حقدار ہو سکتے ہیں۔ خود ہی اندازہ فرمالیں۔

دوم: حضور مالک الامم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ مجھے روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔

بتائیے وہ لوگ حضور کو کیا منہ دکھائیں گے جو یہ کہیں کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کے مختار نہیں۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو حضور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی خاص دشمنی ہے۔

سوم: حضور نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم خدا کی قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ میں اپنے بعد تمہارے مشرک ہونے کا کوئی خوف نہیں کرتا بلکہ صرف دنیا میں محو ہو جانے کا خوف ہے۔

حضور سرورِ دوجہاں تو اپنی اُمّت کو مشرک نہ فرمائیں اور نہ ان کے شرک کرنے کا خطرہ سمجھیں پھر مذہب حق اہلسنت (بریلوی) پر شرک و کفر کے فتوے لگاتے ہیں اُن کو ابھی تک اتنی سمجھ نہیں آئی کہ جس اُمت کے شرک نہ کرنے کا بیان سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں ہم ان کو بے دھڑک مشرک اور کافر بنا رہے ہیں حالانکہ حدیثِ پاک میں موجود ہے کہ جو کسی مسلمان کو مشرک و کافر کہے اور وہ اس بات سے بری ہو تو کفر و شرک کہنے والے پر لوٹتا ہے۔ ؎

سنبھل کر پاؤں رکھنا میکدے میں شیخ جی یہاں پگڑی اُچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں

---

[۱] البخاری جزء الثانی علامات نبوت باب ص ۵۰۸ مطبوعہ مصر

دوسری حدیث ملاحظہ فرمایئے:

اُعْطِیْتُ الْکَنْزَیْنِ الْاَحْمَرِ وَالْاَبْیَضَ۔[1]

(حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے دونوں خزانے سرخ اور سفید عطا فرمادیے گئے۔

اس حدیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ حضور مالک و مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو خزانوں کی کنجیاں عطا فرمادی گئی ہیں۔ اور مخالفین یہ کہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کے مالک و مختار نہیں۔

چنانچہ امام المخالفین مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب تقویۃ الایمان ص ۴۸ سطر آخر میں رقمطراز ہے: "(بلفظہ) اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔"

ناظرین اندازہ فرمائیں کہ آیات و احادیث کو تو ان حضرات نے پس پشت ڈال کر رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی دشمنی کی ہے اور دعویٰ یہ ہے کہ ہم سب سے پکے مسلمان ہیں۔

تیسری حدیث ملاحظہ فرمائیے:

قَالَ بُعِثْتُ بجوامع الکلم و نصرت بالرعب وبینا انا نائمٌ رأیتنی اتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی۔[2]

حضور (مالک خزائن صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا اور رعب سے میری نصرت فرمائی گئی اور میں نے بحالتِ خواب دیکھا کہ میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔

اس حدیث شریفہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام خزانوں کے مالک ہیں اور آپ کے دستِ مبارک میں کنجیاں ہیں۔

چنانچہ مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب تقویۃ الایمان ص ۲۰ میں رقمطراز ہے:

---

[1] المشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین ص ۵۱۲

[2] ایضاً

"(بلفظہٖ) جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے کھولے، جب چاہے نہ کھولے۔"

لیجئے صاحب! یہ وہی اسمٰعیل دہلوی ہیں جو اپنی قلم سے تو پہلے یہ لکھ چکے ہیں کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں ہے اب تو مخالفین کو یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں خزانوں کی کنجیاں قفل آپ کے اختیار میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل اختیار اِس سے ظاہر ہے۔

شُبہ: ہوسکتا ہے کہ مندرجہ بالا حدیث پر یہ کہہ بیٹھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ خواب میں تھے لہٰذا یہ کوئی زیادہ قابلِ اعتماد نہیں۔

جواب: یہ بات خوب سمجھ لینی چاہیے کہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے خواب بھی حقیقت ہوتے ہیں کیونکہ دل ہمیشہ بیدار رہتا ہے۔

۱۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنامُ عینہٗ ولا ینامُ قلبہٗ رواہ سعید بن میناعن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔[۱]

سعید بن مینا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کی حالت میں آنکھیں سو جاتیں اور دل بیدار رہتا۔

۲۔ فقلت یارسول اللہ تنام قبل ان توتر قال تنام عینی و لا ینام قلبی۔[۲]

(حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ وتر پڑھنے سے پہلے آرام فرماتے ہیں. آپ نے فرمایا میری آنکھ سو جاتی ہے لیکن میرا دل بیدار رہتا ہے۔

۱۔ البخاری تنام عینی ولا ینام قلبی باب۔ ص ۱۸۲ جز ثانی مطبوعہ مصر

۲۔ ایضاً

ثابت ہوگیا، حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آرام فرمانا بھی بمثل جاگنے کے ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا امر دل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی خواب ناقض وضو نہیں یہاں انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر قیاس کرنے والوں کے لیے بھی قابل غور مسئلہ ہے۔ چنانچہ قرآن میں بھی اس کی تائید موجود ہے:

قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ[1]

اور کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اے پیارے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تیری کیا مرضی ہے؟ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے فرمایا اے پیارے اباجان! جو آپ کو حکم ہوا ہے اسی طرح کرو۔

قرآن کریم کی اس آیت شریفہ سے واضح ہوگیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب بھی حکم الٰہی ہوا کرتے ہیں۔ انبیاء کرام کے دل جاگتے ہیں آنکھیں سوتی ہیں۔ الحمد للہ اس شبہ کا ازالہ بھی ہوگیا۔ اور قرآن وحدیث سے واضح ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ہر شے کی کنجیاں ہیں۔ اب ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے:

عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ اٰبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاٰتِيْتُهٗ بِوَضُوْئِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ لِيْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مرافقتك فِي الْجَنَّةِ قَالَ اَوْ غَيْرُ ذٰلِكَ قُلْتُ هُوَ ذٰلِكَ قال فاعنّي على نفسك

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات کو حاضر رہتا اور آپ کیلئے وضو کا پانی اور جس چیز کی ضرورت ہوتی لایا کرتا تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا

---

[1] پ ۲۳ ۔ س الصٰفٰت ، ع ۶

بکثرۃ السجود[1] — اس کے سوا کچھ اور بھی چاہتا ہے؟ میں نے عرض کی بس یہی۔ تو میری اعانت کر اپنے پر کثرت سجود سے۔

(رواہ المسلم)

یہ حدیث صحیح مسلم و سنن ابوداؤد و سنن ابن ماجہ و معجم کبیر طبرانی میں بھی موجود ہے۔ اس حدیث شریفہ سے کتنا واضح ہو رہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلقاً بلا قید و بلا تخصیص ارشاد فرمانا، اے ربیعہ! مانگ جو چاہتا ہے ہم تجھے عطا فرمائیں گے۔ اور پھر لطف یہ کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسألك مرافقتك في الجنة جنت میں رفاقت والا عطا ہو کہ یا رسول اللہ! آپ سے جنت مانگتا ہوں۔

چنانچہ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں شیخ الشیوخ علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی "اشعۃ اللمعات" میں فرماتے ہیں:

از اطلاق سوال کہ فرمودہ سل بخواہ و تخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم مے شود کہ کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر چہ خواہد و ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد[2]

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاص چیز کے مانگنے کو نہ فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ کارخانۂ الٰہیہ کی باگ ڈور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ تقدس میں ہے آپ جسے چاہیں جو چاہیں باذن اللہ عطا فرماتے ہیں۔

اسی حدیث کے تحت ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" میں فرماتے ہیں:

یُؤْخَذُ مِنْ اِطْلَاقِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الامر بِالسُّؤَالِ اَنَّ اللّٰه تَعَالٰى مَكَّنَهٗ مِنْ اِعْطَآءِ	یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگنے کا حکم مطلق دیا اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عام قدرت بخشی ہے کہ خدا کے خزانوں

---

[1] مشکوٰۃ باب سجود و فضلہ ص ۸۴ [2] اشعۃ اللمعات جز الاول ص ۳۹۶

كُلِّ مَا اَرَادَ مِنْ خَزَائِنِ الْحَقِّ۔[1] سے جو کچھ چاہیں عطا فرمادیں۔

ان تمام قرآنی آیات و احادیث صحیحہ و علماء شارحین کی عبارات سے خُوب واضح ہو گیا کہ اُس مالک الملک شہنشاہ قدیر جل وعلا نے اپنے جلیل الاقتدار عظیم الاختیار حبیب کردگار آقائے نامدار سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خزانوں کی کُنجیاں، زمین کی کُنجیاں، دُنیا کی کُنجیاں، نصرت کی کُنجیاں، نفع کی کُنجیاں، جنّت کی کُنجیاں، ہر شَے کی کُنجیاں عطا فرمادی ہیں۔ دست بدعا ہُوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے طفیل ہم سب کو ایسا ہی ایمان نصیب فرمائے۔

غیب کی کُنجیاں

شُبہ: مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن میں ہے:

وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الا ھو۔ اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا کوئی اس کو مگر وہی۔

لہٰذا معلوم ہُوا کہ غیب اُسی کے پاس ہے اور کسی کو علمِ غیب نہیں اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہے۔

جواب: معلوم نہیں منکرین قرآن عظیم کی آیات طیبات سے غلط استدلال کیوں کرتے ہیں اس آیت شریفہ میں کوئی ایک ایسا لفظ نہیں جس کے یہ معنی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کو غیب کا علم نہیں عطا فرمایا۔ پھر قرآن کریم کی آیاتِ مبارکہ کا مذاق کیوں اڑاتے ہیں۔ اب وہی آیت ملاحظہ فرمائیے جو وہ پیش کرتے ہیں:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ۔[2] اور اُسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی، نہیں جانتا کوئی اُس کو مگر وہی۔

اس آیت شریفہ سے تو عطائی علم غیب کی نفی ہی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب ذاتی کا ثبوت ہے۔

---

[1] المرقات شرح مشکوٰۃ

[2] پ ۷ ع ۱۲ سورۃ الانعام

اب مفسرین کرام علیہم الرحمۃ کی عبارتیں مفاتیح الغیب کے تحت ملاحظہ فرمائیے۔

چنانچہ امام فخرالدین رازیؒ صاحب تفسیر کبیر اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

فکذٰلک ھھُنا لما کان عالماً بجمیع المعلومات عبر ھٰذا المعنٰی بالعبارۃ المذکورۃ وعلی التفسیر الثانی المراد منہ القدرۃ علٰی کل الممکنات[1]

اللہ تعالیٰ جانتا ہے تمام معلومات کو تو اس معانی کو اس عبارت سے بیان کیا۔ اور دُوسری صورت پر مراد اس سے سارے ممکنات پر قادر ہونا ہے۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

صاحبِ تفسیر خازن اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

لان اللہ تعالٰے لما کان عالماً بجمیع المعلومات ماغاب منہا وما لم یغب عن ھٰذا المعنی بھٰذہٖ العبارۃ وعلی التفسیر الثانی یکون المعنی وعندہ خزائن الغیب والمراد منہ القدرۃ الکاملۃ علی کل الممکنات[2]۔

جبکہ اللہ تعالیٰ تمام معلومات کا جاننے والا ہے تو اس معنیٰ کو اس عبارت سے بیان کیا اور دُوسری تفسیر میں اس کے معنے یہ ہوں گے کہ اللہ کے پاس غیب کے خزانے ہیں۔ اور اس سے مراد ہے ہر ممکن چیز پر قدرت کاملہ۔

اب آپ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو غیب کی کنجیاں دینے کی طاقت رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر یہ قدرت ہے اور یقیناً ہے تو ہمارا دعوٰی ثابت۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کو یہ اختیار

---

[1] التفسیر کبیر

[2] التفسیر الخازن

اور قدرت نہیں تو پھر خدا کو آپ نے مجبور مانا اور دائرہ اسلام سے خارج ہوئے۔

ملاحظہ فرمائیے تفسیر عرائس البیان میں اسی آیت کے تحت درج ہے:

قال الجریدی لا یعلمها الا ھو و من یطلعه علیها من صفی وخلیل و حبیب و ولی ای لا یعلمها الا ھو ای الاولون والاخرون قبل اظہارہ تعالیٰ ذالك لھم۔[1]	یعنی جریدی نے کہا کہ مفاتیح غیب کو کوئی نہیں جانتا۔ مگر اللہ اور وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ ان پر اطلاع دے خواہ وہ صفی ہو یا خلیل ہو یا حبیب یا ولی ہو۔ یعنی اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ظاہر کرنے سے پہلے کوئی نہیں جان سکتا۔

ان تفاسیر سے آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ باعلامِ خداوندی حضور سید عالم علیہ الصّلوٰۃ والسلام اور خلیل علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور اصفیاء و اولیاء کو مفاتیحِ غیب کا علم حاصل ہو جاتا ہے اب پھر اس آیت شریفہ سے علمِ انبیاء کے انکار کی سند بنانا دیدہ و دانستہ قرآن کریم کی مخالفت ہے۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب تقویت الایمان میں رقمطراز ہیں:

"غیب کے خزانہ کی کنجی اللہ ہی کے پاس ہے اُس نے کسی کے ہاتھ میں نہیں دی اور کوئی اس کا خزانچی نہیں۔ مگر اپنے ہی ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں سے جتنا چاہے جس کو بخش دے اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا۔"[2]

امید ہے کہ مخالفین کو اپنے پیشوا کی عبارت سے تو کافی تسلّی ہوئی ہوگی۔ قرآن و تفاسیر و احادیث سے تو تسلّی ان حضرات کی کبھی ہوئی نہیں۔ ہاں اپنے دہلوی کی عبارت تو کافی تسلّی بخش ہوگی۔

---

[1] التفسیر عرائس البیان

[2] تقویۃ الایمان ص ۲۴

جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غیب کے دروازے کھول دیے تو کون ہے جو اس کا ہاتھ پکڑ سکتا ہے۔

ثابت ہو گیا کہ وعندہٗ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الا ھو سے ذاتی علمِ غیب مراد ہے اور عطائی علمِ غیب کا ثبوت ہے۔ اس آیت شریفہ سے عدمِ علمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا قرآن کریم پر بہت بڑا ظلم ہے۔

اگر اب بھی مخالفین کی تسلی نہ ہوئی ہو تو وہ اسی آیت کے مصداق ٹھہرے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ۔

ذاتی قدرت کی نفی اور علمِ غیب کا ثبوت

شبہ: مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن میں آتا ہے:

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ[1]

اگر میں غیب جانتا تو بہت جمع کر لیتا بھلائی اور نہ چھوتی مجھے کوئی برائی۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب نہ تھا۔

جواب: منکرین کی حق پوشی اور باطل کوشی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ اس آیت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ عطائی کی نفی کے لیے سند بنانا بالکل باطل ہے کیونکہ اس میں نفی ہے تو علمِ ذاتی کی، نہ کہ عطائی کی۔ آیت میں لفظ لَوْ کی شرط اور جزا و ما عطف فیھا اگر مثبت ہوں تو منفی ہو جاتے ہیں اور اگر منفی ہوں تو مثبت ہو جاتے ہیں۔

بناءً علیہ مخالفین کے نزدیک اس آیت کا معنیٰ اس طرح ہو جائے گا کہ میں غیب بالکل نہیں جانتا اور بھلائی قطعاً مجھ میں کوئی نہیں اور برائی موجود ہے۔

اب بتائیے یا ایھا الظالمون کہ حضور رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں اس سے بڑھ کر اور کون سی سب و شتم ہو سکتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام جو تمام اوصاف کمال کا مجموعہ

---

[1] پ ۹ ع ۱۲ س الاعراف

ہوتے ہیں ان میں بھلائی بالکل نہ ہو اور برائی موجود ہو۔ جس شخص میں برائی موجود ہو تو وہ لازماً برا ہوتا ہے ورنہ لازم آئے گا کہ علم ہو اور عالم نہ ہو۔ سیاہی ہو اور سیاہ نہ ہو۔

اب وہی آیت ملاحظہ فرمائیے :

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝[1]

اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت جمع کر لیتا بھلائی اور نہ پہنچتی مجھے کوئی برائی۔ میں تو ڈرانے والا ہوں اور خوشخبری سنانے والا ہوں ایماندار قوم کے لیے۔

اس آیت میں توجہ فرمائیے کہ الخیر اسم جنس معرف باللام ہے اور لام عہد خارجی کا ہے ہو الاصل جس سے اشارہ ہوگا نبوت کی طرف، جو خیر کا فرد کامل۔ اور السُّوْءُ سے جنون کی طرف اشارہ ہوگا، جو سوء کا فرد کامل ہے۔ اور یہ امر امور معلومہ ثابتہ میں ہے کہ کفار اور منافقین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی تسلیم نہیں کرتے تھے۔

جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت سہل جو اس وقت کفار کی طرف سے نمائندہ تھے انہوں نے قرطاس صلح سے رسول اللہ کا لفظ محو کر دینے پر زور دیا اور کہا کہ ہم آپ کو اگر پیغمبر سمجھتے تو پھر جھگڑا کاہے کا تھا، کعبۃ اللہ سے کیوں روکتے۔ قرآن کریم میں کفار کا مقولہ صراحۃً موجود ہے ملاحظہ کیجئے :

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۝[2]

اور کہتے تھے وہ لوگ جو کافر تھے کہ آپ رسول نہیں۔

اسی طرح آپ کو مجنون بھی خیال کرتے تھے :

قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ

کہتے تھے کافر اے وہ جس پر نازل

---

[1] پ ۹، ع ۱۲، س الاعراف

[2] پ ۱۳، ع ۱۱، س الرعد

عَلَیۡہِ الذِّکۡرُ اِنَّکَ لَمَجۡنُوۡنٌ۔[1] ہوتا ہے قرآن بیشک تو مجنون ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کی ان باتوں کا جواب فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیے:

یٰسٓ۝ وَالۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ اِنَّکَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ۝[2] اے سید! حکمت والے قرآن کی قسم بیشک آپ رسول ہیں۔

دوسری آیت:

مَا اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّکَ بِمَجۡنُوۡنٍ۔[3] (اے محبوب) آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔

شاید آپ سوال کر دیں کہ السّوٓء کے معنی جنون کس مفسر نے لکھے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

وقولہ تعالیٰ:[4]

مَا مَسَّنِیَ السُّوۡٓءُ یعنی الۡمَجۡنُوۡنُ۝ نہ پہنچتی مجھے برائی یعنی جنون

اب قانون نحویہ مذکورہ کو مدِ نظر رکھیے اور قیاس استثنائی منطقی بنائیے۔ کفار سائلین کے قول کے مطابق کلام جاری کیجئے اور "رفع تالی" سے رفع مقدم کا نتیجہ اخذ کیجئے۔ کیسے عمدہ معنی ہونگے جو اوصافِ کمال پر دال ہوگا۔ اگر میں غیب جانتا تمہارے نزدیک اے کفار اور منافقو! تو البتہ میں جمع کر لیتا نبوت کو اور مجھے جنون ہرگز نہ چھوتا۔ تمہارے نزدیک لیکن لازم باطل ہے تو صاف معنی یہ ہوئے کہ میں خدا کا رسول ہوں اور مجھے جنون نہیں۔ لہٰذا میں غیب کا علم باعلام خداوندی جانتا ہوں میں تو ایمان والوں کے لیے ڈرانے والا اور خوشی سنانے والا ہوں۔

یہاں تک تو تھا اس سوال کا پہلا جواب، جس سے یہ ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں اور آپ کو جنون نہیں ہے جبکہ آپ نبی و رسول ہیں اور مجنون نہیں تو

---

[1] پ ۱۴، ع ۱، س الحجر
[2] پ ۲۲، ع ۱۷، س یٰسٓ
[3] پ ۲۹، ع ۲، س القلم
[4] التفسیر الخازن جزء الثانی وکذا تفسیر جمل

معنے یہ ہوں گے کہ میں غیب جانتا ہُوں۔

اب اس سوال کا دُوسرا جواب بھی ملاحظہ فرمائیے:

مذکورہ آیت میں لفظ لَوْ آیا ہے اور لَوْ تین امُور پہ دلالت کرتا ہے:

(١) شرط کو سبب بناتا ہے۔

(٢) دونوں کا تحقق زمانۂ ماضی میں ہوتا ہے۔

(٣) سبب ممتنع ہوتا ہے۔

اس لیے آیت وَ لَوْ کُنتُ اعلم الغیب میں آنکھیں کھول کر غور کیجئے کہ اگر یہاں علمِ غیب سے مراد علمِ ذاتی جو قدرت کو مستلزم ہے نہ لیا جائے تو یہ سبب نہیں بن سکتا کیونکہ صرف علم سے خیر کثیر جمع کر لینے اور ضرر کو دُور کرنے کا سبب نہیں ہُوا کرتا کیونکہ کسی تکلیف کے وقوع کا علم قبل از وقت ہو جاتا ہے لیکن انسان اس سے بچ نہیں سکتا۔

مثلاً کسی شخص کو اگر عدالتِ عالیہ سے پھانسی کا حکم ہو جائے تو وُہ یہ جانتے ہوئے کہ اُسے پھانسی دے دی جائے گی اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا۔ اس لیے حصولِ خیر اور دفع ضرر کا سبب علم ذاتی ہی ہو سکتا ہے جو قدرت ذاتی کو مستلزم ہے تب ہی لَوْ شرط اور جزاء میں سببیت کا علاقہ پیدا کر سکتا ہے جو اس کا پہلا خاصہ ہے۔

دُوسرا خاصہ: کلام کو زمانۂ ماضی کے ساتھ مخصوص کرتا ہے اور زمانۂ ماضی میں کسی چیز کی نفی اس امر کو مستلزم نہیں کہ آیندہ بھی نہ پایا جائے۔

تیسرا خاصہ: وہ سبب کے ممتنع ہونے پر دلالت کرتا ہے اور علمِ غیب جس کا حصول ممتنع ہے وہ علم ذاتی ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے کسی غیب کو جان لینا کسی کے نزدیک بھی ممتنع نہیں بلکہ سب اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سکھلا دینے سے علمِ غیب حاصل ہو جاتا ہے

اب لفظ لَوْ سے جس علمِ غیب کی نفی کی جا رہی ہے وُہ وُہ ہے جس کا حصول ممتنع ہے۔ وہ علم غیب ذاتی ہے اس لیے یہاں عطائی کی نفی نہیں ہوتی۔

مذکورہ بالا تحقیق سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ آیہ و لو کنت سے تو حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے علمِ غیب عطائی کا ثبوت ہے اور ذاتی علمِ غیب کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذاتِ کریمہ سے نفی فرما دی۔ کیونکہ جو ذاتی قدرت اور ذاتی صفت رکھتا ہو اس کا علم بھی ذاتی ہے۔ اگر مجھے غیب کا علم ذاتی ہوتا تو قدرت بھی ذاتی ہوتی۔

اس لیے اس آیت سے واضح ہو گیا کہ عطائی علمِ غیب کی نفی ہرگز نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ صاحبِ نسیم الریاض اسی آیت کے متعلق فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ فَاِنَّ الْمَنْفِيَّ عِلْمُهٗ مِنْ غَيْرِ وَاسِطَةٍ وَاَمَّا اِطِّلَاعُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِاِعْلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاَمْرٌ مُتَحَقِّقٌ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ [1]

آیہ ولو کنت اعلم الغیب میں علم بغیر واسطہ کی نفی ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب پر مطلع ہونا اللہ کے بتانے سے یہ امر واقع ہے جیسا کہ قولِ خداوندی ہے فلا یظہر علی غیبہٖ احداً الّا من ارتضیٰ من رسول۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

علامہ شیخ سلیمان جمل فتوحات الٰہیہ حاشیہ جلالین میں اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:

فَاِنْ قُلْتَ قَدْ اَخْبَرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُغَيَّبَاتِ وَقَدْ جَاءَتْ اَحَادِيْثُ فِي الصَّحِيْحِ بِذٰلِكَ وَهُوَ مِنْ اَعْظَمِ مُعْجِزَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَيْفَ الْجَمْعُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ قَوْلِهٖ وَلَوْ كُنْتُ

پس اگر تم کہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بکثرت مغیبات کی خبریں دیں اور احادیث صحیحہ اس باب میں وارد ہوئیں اور غیب کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعظم معجزات میں سے ہے تو آیہ ولو کنت اعلم الغیب میں مطابقت کس طرح

---

[1] نسیم الریاض

أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ قُلْتُ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُوْنَ قَالَهُ عَلَى سَبِيْلِ التَّوَاضُعِ وَالْأَدَبِ وَالْمَعْنٰى لَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا أَنْ يُطْلِعَنِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَيُقَدِّرَهُ لِيْ۔[1]

ہو گی تو کہا جائے گا۔ یہاں احتمال یہ ہے کہ یہ کلام تواضع کے طور پر فرمایا اور معنی یہ ہیں کہ میں غیب نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ کے مطلع فرمانے اور مقدر کرنے سے۔

ان دلائل سے واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غیب کا علم اعظم معجزات میں سے ہے۔ لیکن یہاں پر یہ کلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات شریفہ سے بطور تواضع فرمایا کہ میں بذاتِ خود غیب نہیں جانتا بلکہ باعلامِ خداوندی جانتا ہوں۔

مخالفین حضرات آیۂ ولو کنت اعلم الغیب لا استکثرت من الخیر وما مسّنی السوء کا ترجمہ یہ کرتے ہیں:

"اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت جمع کر لیتا خیر اور مجھے کوئی مصیبت نہ پہنچتی"۔

تو بھی ہمارا مدّعا ثابت ہے۔ کیونکہ کسی چیز کا جاننا خیر جمع کرنے اور مصیبت سے بچنے کے لیے کافی نہیں جب تک کہ خیر کے حاصل کرنے اور مصیبت سے بچنے پر قدرت نہ ہو۔ مجھ کو علم ہے کہ بڑھاپا آویگا اس میں مجھے یہ تکالیف پہنچیں گی مگر بڑھاپے کے دفع کرنے پر قدرت نہیں۔ مجھے آج علم ہے کہ غلّہ چند روز کے بعد گراں ہو جائے گا مگر میرے پاس پیسہ نہیں کہ بہت سا غلّہ خرید لوں۔ تو معلوم ہُوا کہ خیر جمع کرنا، مصیبت سے بچنا علم اور قدرت دونوں پر موقوف ہے اور یہاں قدرت کا ذکر نہیں۔ تو علمِ غیب سے وُہ علم مراد ہے جو قدرت کے ساتھ متلزم ہے۔ یعنی علمِ ذاتی جو لازم الوہیت ہے۔ جس کے ساتھ قدرت لازم ہے، ورنہ آیت کے معنے درست نہیں ہوں گے کیونکہ مقدّم اور تالی میں لزوم نہیں رہتا۔

حاصل یہ ہُوا کہ آیت میں پہلے خیر کا ذکر ہے اور اس کے بعد سوء کا ذکر ہے۔ خواہ سوء سے مراد بُرائی یا تکلیف یا جنون یا مصیبت مراد لیں۔ آخر نبی اللہ کے لیے خیر تو تسلیم

---

[1] تفسیر جلالین۔ وہکذا خازن جزء الثانی

کرنا ہی پڑے گا۔

من یؤت الحکمۃ فقد اُوتی خیراً کثیراً۔	جسے حکمت عطا کی گئی اسے خیر کثیر دی گئی۔

تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ کو علمِ غیب عطائی حاصل ہے لیکن ذاتی نہیں ہے۔ یہیں یہ بھی واضح کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہمارے علماءِ اہلسنّت (بریلوی) بے شمار کُتب میں اس سوال کے بہت زیادہ جوابات دے چکے ہیں۔ جن کا رد آج تک کوئی صاحب پیش نہیں کرسکا اور نہ کوئی قیامت تک پیش کرسکے گا۔

نیز میرے خیال میں جس طرح مخالف صاجبان کو آیہ ولو کنت اعلم الغیب سے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے عدم علم ہونے کا شُبہ پیدا ہوا ہے۔ لازم ہے کہ ان کو مندرجہ ذیل آیت سے بھی وہی شبہ ہُوا ہو گا، ملاحظہ فرمائیے:

وَلَوْعَلِمَ اللّٰہُ فِیْھِمْ خَیْرًا لَّاَسْمَعَھُمْ ط وَلَوْ اَسْمَعَھُمْ لَتَوَلَّوْا وَّھُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۵ﻩ[1]	اور اگر اللہ اُن میں کچھ بھلائی جانتا ہوتا تو انھیں سنا دیتا اور اگر سنا دیتا جب بھی انجام کار مُنہ پھیر کر پلٹ جاتے۔

• اِس آیت کے ظاہری معنے آیۂ ولو کنت کی طرح ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میں جانتا ہوتا اِن میں کچھ بھلائی تو اسے سنا دیتا۔ اس کا مطلب مخالفین کے قول کے مطابق پھر یہی ہو گا کہ وُہ معاذاللہ اللہ تعالیٰ کو بھی بے علم ہونا تسلیم کرتے ہوں گے۔

لیکن حضرات مخالفین کی علمِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی عداوت ہے کہ اگر اُنھیں خداوند کریم کے علمِ غیب کا بھی انکار کرنا پڑے تو وہ بے دھڑک یہ بھی کہہ بیٹھتے ہیں کہ معاذاللہ خدا تعالیٰ کو بھی علمِ غیب نہیں۔

چنانچہ ملاحظہ فرمائیے۔

---

[1] پ ۹، ع ۱۱، س الانفال

مخالفین کا خدا تعالیٰ کے علم سے انکار

مولوی اسمٰعیل منکرین کے پیشوا اپنی کتاب تقویۃ الایمان' میں رقمطراز ہیں:

(بلفظہٖ) "سو اسی طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہے۔ جب چاہے کر لیجئے۔ یہ اللہ صاحب کی شان ہے۔"[1]

ان الفاظ پر غور فرمایئے:

"غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہے۔"

جس ذات کی شان عالم الغیب والشہادۃ ہے اسے دریافت کی کیا ضرورت ہے۔ دریافت تو وہ کرتا ہے جسے پہلے کچھ معلوم نہ ہو اور معلوم کرنے کے لیے دریافت کرے۔ دریافت کرنے سے پہلے (معاذ اللہ) خداوند تعالیٰ جاہل ہوتا ہے۔

دُوسرا حوالہ ملاحظہ فرمایئے:

مولوی حسین علی واں بھچراں جو مولوی رشید احمد گنگوہی کے شاگرد اور مولوی غلام اللہ خاں کے استاد ہیں' اپنی کتاب' بلغۃ الحیران' میں لکھتے ہیں:

(بلفظہٖ) "خدا تعالیٰ کو بندوں کے کاموں کی پہلے سے خبر نہیں ہوتی جب بندے اچھے یا بُرے کام کر لیتے ہیں تب اس کو علم ہوتا ہے۔"[2]

ناظرینِ انصاف کی نظر سے توجّہ فرمائیں کہ اللہ رب العزّت جل مجدہٗ کی شان و عظمت میں اس سے بڑھ کر کیا گستاخی ہو سکتی ہے کہ معاذ اللہ حق تعالیٰ کو غیب کا علم نہیں' ہاں اختیار ہے کہ جب چاہے دریافت کر لے اور استغفر اللہ خدا تعالیٰ کو بندوں کے کاموں کا علم بھی پہلے سے نہیں ہوتا۔ جب بندے اچھا بُرا کام کر لیتے ہیں تو اسے اس کا علم ہوتا ہے۔ شانِ خداوندی میں ایسا ناپاک عقیدہ رکھنے والوں کے لیے متفقہ طور پر علمائے عظام نے کیا فتویٰ دیا ہے۔

---

[1] تقویۃ الایمان ص ۲۴

[2] بلغۃ الحیران ص ۱۵۷

شانِ ربّ العزّت میں توہین کُفر ہے

یَکفُرُ اِذَا وَصَفَ اللّٰہُ تَعَالیٰ بِمَا لَا یَلِیْقُ اَوْنَسَبَہٗ اِلَی الْجَہْلِ اَوِالْعِجْزِ اَوِالنَّقْصِ۔[1]

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی ایسی شان بیان کرے جو اس کے لائق نہیں یا اس کو عجز، یا نقص یا جہل کی طرف نسبت کرے وہ کافر ہے۔

مندرجہ بالا عبارتِ فتاویٰ عالمگیری سے واضح ہوگیا کہ شان بارگاہ رب العزّت میں جو کوئی عجز، یا جہل یا نقص کی نسبت کرے وہ کافر ہے۔ جب یہ صاحبان خدا تعالیٰ کے علم شریف پر ایسا ناپاک حملہ کرنے سے ذرا بھی ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ تو کیا اسی خدائے ذوالجلال کے برگزیدہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف میں ایسی بات کہنے سے اِن کو ذرا احساس تک بھی ہوسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ جب یہ لوگ خدا تعالیٰ کو بے علم لکھنے میں کوئی عار نہیں جانتے تو اگر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بے علم ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں تو کچھ تعجب نہیں۔ وما قدروا اللہ حق قدرہٖ۔

بہرحال مذکورہ تمام دلائل سے ثابت ہوگیا کہ آیۃ ولوکنت اعلم الغیب سے ذاتی علمِ غیب کی نفی ہے اور عطائی علمِ غیب کا ثبوت ہے۔

علم شعر اور مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلم

شبہ: علمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن میں ہے:

وَمَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَہٗ۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کل علوم عطا ہوتے تو پھر یُوں کہا جاتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم نہیں سکھایا گیا کیونکہ شعر بھی تو ایک علم ہے۔

---

[1] فتاویٰ عالمگیری جزء الثانی ص ۵۸

جواب : معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین کی عقل سلیم اُڑ چکی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب آدمی انبیاء کرام علیہم السلام کا بے ادب اور گستاخ ہو جاتا ہے تو اس کی عقل کام نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ گستاخ سے شعور ہی چھین لیتا ہے۔ حیرت ہے کہ دشمنانِ رسول نے وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ سے عدم علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیسے مراد لے لیا۔ کہاں شعر اور کہاں حبیبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء کے علم شریف کا مقام۔

اب ملاحظہ فرمائیے۔

یہاں شعر سے مراد ہے کلامِ کذب۔ چونکہ کفار قرآن کی نسبت اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کہا کرتے تھے کہ یہ قرآن شعر ہے اور نبی اللہ شاعر ہیں۔ اس کی وضاحت قرآن سے ملاحظہ فرمائیے :

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۢ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۝[1]	بلکہ کفار بولے پریشان خوابیں ہیں بلکہ ان کی گھڑت ہے بلکہ یہ شاعر ہیں۔

اب اس آیت شریفہ سے واضح ہو گیا کہ شعر سے مراد کلام کاذب ہے جو کہ کفار نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاعر کہا اور قرآن کو شعر کہا یعنی معاذ اللہ یہ جھوٹا کلام ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے کفار کی اس بات کا رد فرماتے ہوئے واضح فرمادیا کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کذب سے پاک ہیں :

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝[2]	ہم نے ان کو شعر نہیں سکھایا اور نہ ان کی شان اقدس کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن کہ اُسے ڈرائے جو زندہ ہو اور کافروں پر بات ثابت ہو جائے۔

---

[1] پ ۱۷، ع ۱۴، س الانبیاء
[2] پ ۲۳، ع ۳، سورہ یٰس

اس آیت شریفہ سے روشن ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان باطل گوئی کا ملکہ ہی نہیں دیا اور یہ کتاب قرآن اشعار یعنی اکاذیب پر مشتمل نہیں۔ کفار قریش زبان سے ایسے بد ذوق اور منظم عروضی سے ایسے ناواقف نہ تھے کہ نثر کو نظم کہلاتے اور قرآنِ پاک کو شعرِ عروضی بتا بیٹھتے اور کلام کا محض وزن عروضی پر ہونا ایسا بھی نہ تھا کہ اس پر اعتراض کیا جا سکے۔

اس سے ثابت ہوگیا کہ اُن بے دینوں کی مُراد شعر سے کلام کاذب تھی خواہ موزوں۔

اس آیت میں اشارہ ہے کہ حضور سید العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم اولین و آخرین تعلیم فرمائے گئے جن سے کشف حقائق ہوتا اور آپ کے علوم واقعی نفس الامری ہیں۔ کذب شعری نہیں جو حقیقت میں جہل ہے وہ آپ کی شان کے لائق نہیں۔ وما ینبغی لہٗ اور اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا دامنِ تقدس اس سے پاک ہے۔ اس میں شعر بھی کلام موزوں کے جاننے اور اس کے صحیح وسقیم وجید وردی کو پہچاننے کی نفی نہیں ہے۔

اس لیے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ شریف میں طعن کرنے والوں کے لیے یہ آیت ہرگز سند نہیں ہوسکتی۔

ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیے:

وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ۝ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ ۝[1]	اور کہتے تھے کہ ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے۔ بلکہ وہ تو حق لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاعر کہنا مراد کذب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ سے واضح فرما دیا کہ شعر گوئی کا ملکہ نہیں۔

---

[1] پ ۲۳، ع ۵، س الصّٰفّٰت

کتنے عروض و قوافی کے جاننے والے فنِ شعر کے ماہر ایسے ہیں کہ وزن شعر کے صحیح ادا کرنے پر قادر نہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انھیں شعر کے ردی و جید میں تمیز نہ ہو۔ فن کے قواعد و مصطلحات سے بے خبر ہوں۔ ہاں شعر گوئی کا ملکہ نہیں۔ علم سے بہت مرتبہ ملکہ مراد ہوتا ہے۔ روزمرہ کے محاورے ہی کو دیکھیے: فلاں عالم لکھنا نہیں جانتا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ املا یا رسم الخط یا حروف کی صورت و ہیئت اور قواعد کی اس کو خبر نہیں۔ وہ سب کچھ جانتا ہے لیکن لکھنے کا ملکہ نہیں۔ اسی طرح یہاں مراد علم ملکہ ہے کچھ محاورات پر ہی منحصر نہیں بلکہ ہر ملک اور ہر زبان میں علم بمعنی ملکہ بکثرت مستعمل ہے۔

اس کے لیے آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے:

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ	اور سکھایا ہم نے اسے تمہارا پہناوا
لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ	بنانا کہ تمہیں آنچ سے بچائے تو کیا
فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۝ [1]	تم شکر کرو گے۔

اب اس آیت میں صاف واضح ہو گیا کہ علم کے معنی ملکہ کے ہیں۔

اسی طرح آیت وعلمنٰہ الشعر سے بھی علم سے مراد ملکہ ہے اور ملکہ ہی کی نفی ہے۔ نہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم نہیں۔ تو ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شعر و جید و ردی اور موزوں و غیر موزوں میں امتیاز فرماتے تھے۔

علم شعر کی نفی آج تک کسی مفسر نے نہیں کی۔ یعنی چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان کے لائق نہیں ہے اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق انشا صادر نہیں ہوا۔ ہر بشری کمال آپ کے علم جامع کے تحت ہے۔ اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فصیح و بلیغ اور شاعر و اشعر اور ہر ہر قبیلہ کو ان کی لغات اور انہی کی عبارات میں جواب دیتے تھے۔ کاتبوں کو علم خط اور اہلِ حرفت کو ان کی معرفت پر تعلیم فرماتے تھے۔

ان تمام دلائل سے ثابت ہو گیا کہ جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم شعر حاصل ہے۔

---

[1] پ ۱۷، ع ۶، س الانبیاء

اگراس کے باوجود بھی مخالفین ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہوئے باز نہ آئیں تو وہ اسی آیت کے مصداق ٹھہرے:

بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ط وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ○

عالمِ جمیع اللغات صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ: حضور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب شریف کے انکاری یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ کو کُل زبانوں کا علم نہیں۔ لہٰذا معلوم ہُوا کہ آپ کو کُل علمِ غیب نہیں۔

جواب: معلوم ہوتا ہے کہ علمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی خاص عداوت ہے جو تنکے کا بھی سہارا ڈھونڈتے ہیں کہ کسی طرح علمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہ ہوسکے۔ کسی ایک آیت یا حدیث میں نہیں ہے کہ معاذ اللہ آپ کو تمام زبانوں کا علم نہیں تھا۔ پھر معلوم نہیں ان کو ایسی بے محل باتیں کیوں سُوجھتی ہیں۔

اب قرآن کریم کی آیت شریف ملاحظہ فرمائیے:

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ [1]	ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وُہ ان سے کھول کر بیان کردیں۔

اس آیت شریفہ سے یہ ثابت ہوگیا کہ ہر رسول کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اپنی قوم کی زبان میں مبعوث فرمایا۔ اُن رسولوں کو اپنی قوم کی زبان کا علم ہوتا تھا۔

چنانچہ صاحبِ تفسیر جمل اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:

وھو صلی اللہ علیہ وسلم کان یخاطب کل قوم بلغتھم [2]	حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر قوم سے ان کی زبان میں خطاب فرمایا کرتے تھے۔

---

[1] پ ۱۳، ع ۱۴، سورہ ابراہیم [2] تفسیر جمل ج ۲ ص ۵۱۲

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق کی زبانوں کا علم ہے۔

آئیے اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

نسیم الریاض شرح شفا شریف جلد اوّل میں علامہ خفاجی فرماتے ہیں:

انہٗ صلی اللہ علیہ وسلم لجمیع الناس علمہٗ جمیع اللغات[1]

اللہ تعالیٰ نے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں کی طرف بھیجا ہے تو اللہ تعالیٰ نے تمام زبانیں بھی سکھا دیں۔

ثابت ہوگیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی زبانوں کا علم عطا فرمایا ہے۔

ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ[2]

(یا رسول اللہ) ہم نے آپ کو ساری کائنات کے انسانوں کے لیے رسول و بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اس آیت شریفہ سے ثابت ہوگیا کہ حضور آقائے دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری دُنیا کے رسول اور بشیر و نذیر ہیں۔ پہلے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کسی خاص قوم کے رسول بنا کر بھیجے جاتے تھے لیکن سرورِ کائنات کے لیے کسی قوم کی قید نہیں فرمائی بلکہ ساری دنیا کے رسول ہیں۔ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ۔ اب جو ساری کائنات کے رسول اور بشیر اور نذیر ہوں تو تسلیم کرنا پڑے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر قوم کی زبانوں کا علم ہے۔ ورنہ یہی معلوم ہوگا کہ رسالت مآب کی رسالت کل عالمین ہونے کو تسلیم نہیں کرتے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام زبانوں کا علم حاصل ہے۔ تو جو سیّد المرسلین ہیں اُن کو تمام زبانوں کا علم نہیں۔

---

[1] نسیم الریاض جلد ۲ صفحہ ۳۸۷

[2] پ ۲۲، ع ، سورہ سبا

ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے:

فَاَصْبَحَ کُلُّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ يَتَكَلَّمُ بِلِسَانِ الْقَوْمِ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْهِمْ ۝[1]	اِن صحابیوں نے صبح کی تو ہر صحابی جس قوم کی طرف قاصد بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اسی قوم کی زبان میں کلام کرنے لگا۔

ابن ابی شیبہ اپنے مصنّف میں جعفر بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے چار صحابیوں کو قیصر، کسریٰ، مقوقس اور نجاشی کی طرف قاصد بنا کر بھیجا۔ اِن صحابیوں نے صبح کی تو جس صحابی کو جس قوم کی طرف قاصد بنا کر بھیجا گیا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ پاک سے اُن صحابہ کو وہ زبانیں آ گئیں حالانکہ وہ صحابی سوائے عربی زبان کے اور زبان کو نہیں جانتے تھے۔

غور کیجئے کہ مالکِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ فیض سے اُمتیوں کو بغیر سیکھنے کے دوسری زبانیں آ جائیں اور خود اُنھیں عربی کے علاوہ کوئی زبان نہ آئے۔ سبحان اللہ! یہ کیسی عجیب توحید ہے بحمدہٖ تعالیٰ اِن تمام دلائل سے ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر زبان جانتے ہیں بلکہ ہر زبان کے معلّم تھے۔

مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو
تمام انبیاء علیہم السّلام کا علم

شبہ: مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن میں ہے:

مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۝[2]	اور ہم نے تم سے کسی کا احوال بیان کیا اور کسی کا احوال نہ بیان کیا

لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کل انبیاء کا علم نہیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کُل

---

[1] خصائص الکبریٰ، جزء الثانی

[2] پ ۲۴، ۱۰، س المومن

علمِ غیب ہوتا تو آپ کو تمام انبیاء کا علم ہوتا۔

جواب : تعجب ہے کہ منکرین قرآنی آیات سے محض اپنے قیاسِ باطلہ سے کیوں غلط تفسیر کرتے ہیں۔

لیجئے جناب اپنی پیش کردہ آیت اور اس کی تفسیر پہ غور فرمائیے :

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ[1]

اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے کتنے رسول بھیجے کہ جن میں کسی کا حال آپ سے بیان فرمایا۔ اور کسی کا حال نہ بیان فرمایا۔

چنانچہ صاحبِ تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں :

منھم من لم نقصص علیك ای خبرہ وحالہ فی القرآن[2]

ان میں کسی کا حال نہ بیان کیا - یعنی قرآن میں کسی کا ذکر صراحت کے ساتھ نہ کیا۔

اس تفسیر سے واضح ہو گیا ہے کہ بعض انبیاء کے واقعات قرآن میں صراحۃً نہ بیان فرمائے ذکر تفصیل کی نفی ہے اور اجمالی ذکر سب کا کیا گیا ہے۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے :

صاحبِ تفسیر صاوی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں :

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یخرج من الدنیا حتّٰی علم جمیع الانبیاء تفصیلاً کیف لا وھم مخلوقون منہ وخلقھم

تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے نہیں تشریف لے گئے یہاں تک کہ تمام انبیاء کو تفصیلاً جان لیا۔ کیونکہ نہ جانیں وہ سب رسول آپ ہی سے پیدا ہوئے اور شب

---

[1] پ ۲۴ ، ع ۱۲ ، س المومن

[2] التفسیر الخازن جزء السادس

لیلۃ الاسراء فی بیت المقدس ولکن لہٗ العلم والمکنون وانما ترک بیان قصصھم لامتہٖ رحمۃً بھم فلم یکلفھم الا بما کانوا یطیقون۔[1]

معراج بیت المقدس میں آپ کے مقتدی بنے۔ لیکن یہ علم مکنون ہے اور ان کے قصے چھوڑ دیے۔ اُمت کے لیے اُن پر رحمت فرماتے ہوئے۔ پس اُن کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔

اس تفسیر سے بھی واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا علم ہے اور بیت المقدس میں تمام انبیاءؑ نے امام الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے پیچھے نماز ادا فرمائی۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر بھی تمام انبیاء کا علم نہ ہوا۔

اب آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے،

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ[2]

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے اُن کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول (سید عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد جس کسی کو نبوت عطا فرمائی ان سے سید انبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت عہد لیا۔ مذکورہ آیت اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد سے ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ نے تمام انبیاءؑ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عہد لیا اور واضح فرمایا کہ اس رسول معظم کی شان

---

[1] التفسیر صاوی

[2] پ ۳، ع ۱۶

یہ ہے کہ جو تمہارے پاس ہے ۔ یعنی نبوت، کتاب اور حکمت وغیرہ ان سب چیزوں کی تصدیق فرمائیں گے۔

مقامِ غور ہے کہ جس چیز سے آدمی جاہل اور بے علم ہو اس کی تصدیق کیسے کر سکتا ہے ۔ مثلاً کوئی آدمی کہتا ہے میں نے کراچی دیکھی ہے اور دوسرا شخص پاس سے کہہ دیتا ہے بالکل ٹھیک ہے واقعی تو نے کراچی دیکھی ہے ۔ ظاہر ہے کہ اس کو اس کے کراچی جانے کا علم ہے ۔ اگر علم نہ ہوتا تو وہ جھوٹا ہے مصدق نہیں ۔ لہٰذا لازمی اور ضروری ہے یہ بات کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیأ کے حالات اور شریعتوں کو جانتے تھے تبھی تو تمام نبیوں کے مصدّق ہو سکتے ہیں ۔ اگر قرآن کی آیت میں شک ہے تو اپنے مولوی محمد قاسم نانوتوی بانیٔ دیو بند کی تحذیرالناس دیکھ لیں ۔ انشاء اللہ آپ کو یقین آجائے گا۔

یہ تو ہے انبیاء کے متعلق علمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت قرآن سے ۔ آئیے اب دوسرے دلائل بھی دیکھیے ۔

حوالہ ملاحظہ فرمائیے :

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جزءالاوّل اسی آیت کے متعلق فرماتے ہیں :

هٰذا لا ينافى قوله تعالىٰ (ولقد ارسلنا رسلا من قبلك منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك) لان المنفى هو التفصيل والثابت هو الاجمال او المنفى عقيد بالوحى الجلى الثبوت متحقق بالوحى الخفى۔[1]	یہ کلام اس آیت کے خلاف نہیں کیونکہ نفی تو علم تفصیلی کی ہے اور ثبوت علم اجمالی کا ہے ۔ یا نفی وحی ظاہر کی ہے اور ثبوت وحی خفی کا ہے ۔[2]

[1] المرقات ۔ جزء اول [2] یعنی قرآن پاک میں نہیں دیگر وحی میں اس کا ثبوت موجود ہے۔

علامہ ملی قاری رحمہ اللہ کی عبارت سے بھی صاف واضح ہوگیا کہ آیت میں لم نقصص علیک سے نفی تفصیل کی ہے اور اجمالی ثابت ہے یا آیت کی نفی وحی جلی کے ساتھ مقید ہے اور ثبوت وحی خفی سے متعلق ہے۔

نیز اگر لم نقصص علیک سے عدم علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد لیا جائے تو قرآن کریم کی دوسری آیات کا انکار لازم آئے گا۔

ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے:

کم النّبیون قال مِائۃ الف واربعۃ وعشرون الف نبیٍ کم المرسلون منھم قال ثلاثۃ مائۃ وثلاثۃ عشر[1]

(حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !) کل انبیاء کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ میں نے عرض کی: رسول کتنے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تین سو تیرہ۔

اس حدیث سے بھی واضح ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام کا علم ہے۔ اگر معاذاللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہیں تھا تو آپ نے تعداد کیسے بیان فرمادی۔

اِن تمام دلائل سے آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ سیّدالمرسلین کو تمام انبیائے کرام علیھم السلام (ایک لاکھ چوبیس ہزار) کا علم ہے۔

یہاں تک تو تھا مخالفین کے شبہے کا ازالہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمام انبیاء کو جاننے کا بیان۔ اب اگر مخالفین کی تسلی نہ ہوئی ہو تو وہ ذرا اپنے معتبر مولوی کا تمام کو جان لینا ملاحظہ کریں۔ امید ہے کہ مخالفین کو کافی یقین حاصل ہوجائے گا۔

فرقہ دیوبندیہ نجدیہ کے پیشوا مولوی حسین علی واں بھچراں اپنی کتاب بلغۃ الحیران میں لکھتے ہیں:

---

[1] المستدرک، جزء الثانی

(بلفظہٖ) ورأیت الانبیاء کلھم من اٰدم الیٰ نبیّنا صلی اللّٰہ علیہ وسلم کلھم۔ — میں نے دیکھا تمام انبیاء کو آدم (علیہ السلام) سے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک۔

لیجئے، یہ ہیں رشید گنگوہی کے شاگرد اور غلام خاں کے استاد اور پیشوائے حسین علی واں بھچراں نے ایک لاکھ چوبیس ہزار حضرت آدم علیہ السلام سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاءؑ کرام کو دیکھ لیا۔

ناظرین انصاف کی نظر سے غور فرمائیں کہ منکرین کے پیشوا نے تو تمام انبیاء کو دیکھ لیا۔ اور اُن تمام کا اس کتاب پر ایمان ہے۔ کیونکہ آج تک انھوں نے تحریر نہیں کیا کہ وہ یہ بات لکھ کر کافر یا مشرک ہوگیا تھا۔ جب انھوں نے اپنے مولوی حسین علی کے تمام انبیاء کو دیکھ لینے پر یقین کر لیا ہے تو حضور پر نور کی باری آئے تو انکار کر دیتے ہیں۔

افسوس صد ہا افسوس کہ حضور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو سید المرسلین ہیں ان کو تمام انبیاء سے بے علم جانیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ نبی اللہ کے علم سے ایک مولوی کا علم زیادہ مانتے ہیں۔ ؎

وہ حبیب پیارا عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپِ سقر ترے دل میں کس سے بخار ہے

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اور تمام کا حال جانتے ہیں

شبہ: مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن میں ہے:

وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ[1] — میں نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

---

[1] پ ۲۶، ع ۱، س الاحقاف

لہذا معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اتنا معلوم نہیں ہے تو پھر علمِ غیب کیسے ہوا۔

جواب: مخالفین حضرات کا بارگاہ نبوت حبیب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس میں بے ادبی وگستاخی و دیدہ دہنی و بدزبانی اس قدر انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ وہ منسوخ آیت پیش کر کے حضور آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی کہہ بیٹھے ہیں کہ معاذ اللہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اپنا یہ علم بھی نہیں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اب جن لوگوں کو نبی اللہ پر یہ اعتبار نہیں کہ ان کے ساتھ کیا ہوگا۔ کیا وہ اس نبی کا کلمہ پڑھنے کے حقدار ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ منسوخ آیت سے عدم علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا کس قدر بے ایمانی کا مظاہرہ ہے۔

اب وہی آیت پیش کیے دیتا ہوں جو مخالفین پیش کرتے ہیں۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ[1]

آپ فرما دیجیے کہ میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

چنانچہ علامہ علاؤالدین صاحبِ تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

ولما نزلت هذه الآية فرح المشركون وقالوا واللات والعزى ما امرنا وامر محمد عند الله الا واحد وما له علينا من مزيد وفضل ولولا انه ابتدع ما يقوله من ذات نفسه لاخبره الذى بعثه بما يفعل به فانزل الله عز وجل

جب یہ آیت وما ادری ما یفعل بی ولا بکم نازل ہوئی تو مشرک لوگ خوش ہوئے اور کہنے لگے لات وعزیٰ کی قسم کہ ہمارا اور نبی کا حال یکساں ہے ان کو ہم پر کوئی زیادتی اور بزرگی نہیں اگر وہ قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ کر نہ کہتے ہوتے تو ان کو بھیجنے والا خدا نہ بتا دیتا کہ ان سے کیا معاملہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی لیغفر لك

---

[1] پ ۲۶، ع ۱، س الاحقاف

ليغفرلك الله ما تقدم من
ذنبك وما تاخر فقالت
الصّحابة هينا لك يا نبي
الله قد علمت ما يفعل
بك فماذا يفعل بنا فانزل الله
عزوجل ليدخل المؤمنين
والمؤمنات جنّٰت تجري من
تحتها الانهٰر الاٰية وانزل
وبشر المؤمنين بان لهم
فضلا كبيراً بين الله ما
يفعل به وبهم وهذا قول
انس وقتاده والحسن وعكرمه
قالوا انما قبل ان يخبر
بغفران ذنبه وانما اخبر
بغفران ذنبه عام الحديبية
فنسخ ذالك [1]

الله ما تقدم من ذنبك پس
صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ!
آپ کو مبارک ہو آپ نے تو جان لیا جو
آپ کے ساتھ ہوگا ہم سے کیا معاملہ
کیا جائے گا تو یہ آیت نازل ہوئی،
ليدخل المؤمنين والمؤمنات
جنّٰت تجري من تحتها الانهٰر
حضرت انسؓ وقتادہؓ وعکرمہؓ کا قول
ہے کہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ آیت
اُس آیت سے پہلے کی ہے جبکہ مغفرت
کی خبر دی گئی۔ مغفرت کی خبر حدیبیہ کے
سال دی گئی تو یہ آیت وما ادری
مايفعل بي ولا بكم منسوخ ہوگئی۔

اس آیت کی تفسیر سے صاف واضح ہوگیا کہ اس آیت سے مشرکین عرب نے خوشی سے وہی اعتراض نکالا جو کہ آج اسلام کا دعویٰ کرنے والے نکال رہے ہیں۔ ہائے اسلام کا دعویٰ اور یہ حرکتیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ليغفر لك الله آیت نازل فرما کر کفار نابکار کا رد فرما دیا اور پہلی آیت وما ادری منسوخ ہوگئی۔ کیا جو لوگ اب منسوخ آیت سے وہی معنے مراد لیں جو مشرکین نے لیے تھے تو غور کر لیں کہ کیا اُن میں اور ان میں کچھ فرق رہ گیا۔

---

[1] التفسیر الخازن جزء السادس مطبوعہ مصر

ے

اے چشم شعلہ بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ جو گھر جل رہا ہے کہیں تیرا ہی گھر نہ ہو

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے کہ آیت وما ادری منسوخ ہے۔

علامہ عبد الرحمن بن محمد دمشقی علیہ الرحمۃ رسالہ 'ناسخ و منسوخ' میں فرماتے ہیں:

قولہ تعالیٰ ما ادری ما یفعل بی و لا بکم الآیہ نسخ بقولہ تعالیٰ انا فتحنا لک فتحاً مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر۔

اس کے آگے چل کر فرماتے ہیں،

وفیھا ناسخ ولیس فیھا منسوخ فالناسخ قولہ تعالیٰ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر والمنسوخ قولہ تعالیٰ وما ادری ما یفعل بی و لا بکم[1]

آیہ ما ادری ما یفعل بی و لا بکم منسوخ ہے اور اس کا ناسخ انا فتحنا لک فتحا مبینا ہے۔

ثابت ہو گیا کہ ما ادری ما یفعل بی و لا بکم منسوخ ہے اور اس کا ناسخ انا فتحنا لک فتحًا مبینا ہے جس کے ذریعے دنیا میں فتح مبین اور آخرت میں غفران کا مژدہ عطا فرما دیا گیا۔

اب رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی آیت کو منسوخ فرما کر اس سے بہتر آیت نازل فرمانے پر بھی قادر ہے۔ ہاں ملاحظہ فرمائیے:

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ وَّ	اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری
اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا	آیت بدلیں۔ اور اللہ خوب جانتا ہے
اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ	جو اتارتا ہے کافر کہیں تم تو دل سے

---

[1] رسالہ ناسخ والمنسوخ ۔ علامہ عبد الرحمن دمشقی

لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۝ بنا لیتے ہو بلکہ ان میں اکثر کو علم نہیں۔

اس آیت شریفہ سے واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی آیت کے بدلے دوسری آیت نازل فرمائے تو اس کی حکمت وہی جانتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی خوشی کو پامال کر کے آیت انا فتحنا لک فتحاً مبینا نازل فرمائی۔

ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیے:

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰیَۃٍ اَوۡ نُنۡسِھَا فَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡھَاۤ اَوۡ مِثۡلِھَا اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۝ جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے۔

اس آیت شریفہ سے بھی صاف واضح ہوگیا کہ منسوخ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ناسخ بھی دونوں عین حکمت ہے اور ناسخ کبھی منسوخ سے زیادہ نافع ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ کوئی تعجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک آیت کو منسوخ فرما کر دوسری آیت اس کی ناسخ بیان فرما دے۔

ثابت ہوگیا کہ مخالفین جو آیت پیش کرتے ہیں یہ منسوخ ہے۔ اور اس کا ناسخ انا فتحنا لک قرآن میں موجود ہے اس لیے منسوخ آیت سے نفی علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا بالکل جہالت اور غلطی ہے۔ اگر بالفرض کوئی مذکورہ آیت کو منسوخ نہ جانے تو پھر بھی اہل علم و دریافت کے لیے کوئی مشکل نہیں کیونکہ آیت میں وما ادری[۳] جو آیا ہے درایۃ سے مشتق ہے اور روایت اٹکل و قیاس سے کسی بات کو جان لینے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ رد المحتار میں ہے:

---

[۱] پ ۱۴، ع ۱۹، س النحل [۲] پ ۱، ع ۱۲، س البقرہ

[۳] یاد رہے کہ حدیث میں بھی جو الفاظ وما ادری ما یفعل بی ولا بکم آتے ہیں وہاں بھی یہی معنے ہیں اور وہ واقعہ بھی اور ہے۔ ۱۲

الدرایة ای ادراک العقل بالقیاس علی غیرہ۔

آیت کے صاف معنے یہ ہوئے کہ میں اپنی عقل سے نہیں جانتا اور بتعلیم الٰہی جاننے کا انکار کسی آیت یا حدیث سے نہیں نکلتا۔ لیکن تعجب ہے کہ مخالفین نے یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں تھا کہ اُن کے ساتھ کیا ہوگا۔ (استغفر اللہ) حالاں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ۝ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ۝[1]

(اے پیارے محبوب) آپ کی پچھلی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہے۔ قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہوجاؤ گے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝[2]

(اے محبوب) قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایسی جگہ کھڑا کرے گا جہاں سب آپ کی حمد کریں گے۔

ایک اور جگہ فرمایا ہے:

یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ۔[3]

اُس دن اللہ رُسوا نہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو ان کا نور دوڑتا ہوگا اُن کے آگے اور اُن کے داہنے۔

غلامانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

اور جس نے اللہ و رسول کی اطاعت کی

---

[1] پ ۳۰، ع ۱۷، س الضحیٰ [2] پ ۱۵، ع ۸، س بنی اسرائیل
[3] پ ۲۸، ع ۱۹، س التحریم

يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا[1]

اللہ تعالیٰ اس کو باغوں میں لیجائیگا جس کے نیچے نہریں ہوں گی ۔ اور جو اطاعت نہ کرے گا اس کو دردناک عذاب ہوگا۔

ان آیات طیبات سے واضح ہوگیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا اور اپنے صحابہ اور اپنے منکرین کے احوال کا علم ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے کیا سلوک فرمائے گا۔ لیکن ان لوگوں کو کون سمجھائے جن کے عقاید بگڑ چکے ہیں۔ مخالفین کا عقیدہ ہے کہ نبی کو اپنے خاتمے کا بھی علم نہیں چنانچہ منکرین کے امام مولوی اسمٰعیل قتیل دہلوی اپنی کتاب "تقویۃ الایمان" میں رقمطراز ہیں:

(بلفظہٖ) "جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں۔ سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں۔ نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا"[2]

دیکھیے کیسی بے ادبی اور گستاخی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور خصوصاً حضور سیدنا آقا، دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کیسا عناد و عداوت ہے۔ ان لوگوں نے قرآن کریم کی بے شمار آیات جس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا و آخرت کی عظمتوں سے سرفراز فرمانے کے وعدے اور مومنین صحابۂ عظام کے ساتھ جو سلوک ہونا ہے اور کفار نابکار کے ساتھ جو ہوگا سب کی اللہ تعالیٰ نے بشارتیں اپنے محبوب کو دے دی ہیں۔ ان سب آیات کثیرہ کو پس پشت ڈال کر یہ کہتے ہیں کہ نبی کو دنیا و آخرت کا حال نہ اپنا معلوم نہ اور کا۔ یعنی اپنے خاتمہ اور نجات کی بھی خبر نہیں۔ معاذاللہ

کئی آیات آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کے متعلق پڑھ لی ہیں کہ ان سے کیا معاملہ ہوگا اب چند احادیث بھی گوش گزار کی جاتی ہیں۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ فرمایا

---

[1] پ ۲۶، ع ۹، س الفتح

[2] تقویۃ الایمان ص ۳۱

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاَوَّلُ مَنْ یَّنْشَقُّ عَنْہُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَّاَوَّلُ مُشَفَّعٍ۔[۱] (رواہ المسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے قبر سے میں اُٹھوں گا اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور میری شفاعت قبول ہو گی۔

دوسری حدیث :

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا فَخْرَ وَبِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَّبِیٍّ یَوْمَئِذٍ اٰدَمُ فَمَنْ سِوَاہُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِیْ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ۔[۲] (رواہ الترمذی)

حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن میں آدم کی اولاد کا سردار بنوں گا۔ اور یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہتا اور میرے ہاتھ میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا ہو گا اور اس کو فخر سے نہیں کہتا اور قیامت کے دن آدم اور ان کے سوا تمام دوسرے پیغمبر میرے جھنڈے تلے ہوں گے اور قیامت کے دن سب سے پہلے میری قبر شق ہو گی اور میں قبر سے سب سے پہلے اُٹھوں گا اور اس پر مجھ کو فخر نہیں۔

تیسری حدیث :

۱؎ المشکوٰۃ۔ باب فضائل سید المرسلین ص ۵۱۱

۲؎ ایضاً

عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَکْثَرُ الْاَنْبِیَاءِ تَبَعًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَ اَنَا اَوَّلُ یَسْتَفْتِحُ بَابُ الْجَنَّۃِ فَیَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَیَقُوْلُ بِکَ اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَکَ [1]

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزِ قیامت میرے متبع تمام انبیاء کے متبعین سے زیادہ ہوں گے اور پہلا وہ شخص میں ہونگا جو جنت کا دروازہ کھلواؤں گا۔ خازن دریافت کرے گا آپ کون ہیں۔ میں کہوں گا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ عرض کرے گا مجھے آپ کے لیے ہی حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کےلیے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔

ان احادیث سے بھی واضح ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات و مراتب اور آخرت میں آپ کی شان و شوکت کتنی ارفع و اعلیٰ ہوگی۔

لیکن افسوس ان ناکارے بدنصیبوں پر جو یہ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ آپ کو اپنے خاتمہ کا بھی علم نہیں۔ ابھی انشاء اللہ اور احادیث بھی آئیں گی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی اشخاص کو جنتی ہونے کی بشارتیں دیں۔ اس لیے اختصاراً اسی پر اکتفا کرتا ہوں تو معلوم ہوا کہ وما ادری سے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اور دوسروں کے احوال سے ناواقف مانا تو کئی آیات اور احادیث کثیرہ کا انکار لازم آئے گا۔

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اللہ کے رسول کے متعلق ایسا عقیدہ اور اپنے مولوی کو جنتی یقین کرنا کیسی دورُخی ہے۔

مخالفین کے مولوی اشرف علی تھانوی کی بشارت

چنانچہ مولوی اشرف علی تھانوی کا ارشاد کتاب "ارواح ثلثہ" میں درج ہے:

---

[1] المشکوٰۃ ۔ باب فضائل سید المرسلین ۔ ص ۱۱ د

چوتھی بات یہ ارشاد فرمائی کہ جب ہم جنت میں جائیں گے اور یہ ایسے طور پر فرمایا جیسے یقین ہو کہ جنت میں جائیں گے۔[1]

اس موضوع پر قرآن و حدیث میں بے شمار دلائل ہیں جن میں سے مشتے از خروارے پیش کیے گئے ہیں جس شخص کے پہلو میں قلب سلیم ہے۔ اس کے لیے تو یہ آیات و احادیث بھی بہت زیادہ ہیں۔ اسے بفضلہٖ تعالیٰ ضرور ہدایت نصیب ہوگی۔ اور جن لوگوں کے دل مخالفتِ رسول، تعصب اور فسق و فجور کے عادی ہیں ان کے متعلق قرآنی فیصلہ سنیے:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ مَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم

شبہ: منافقین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن میں آتا ہے:

لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۔ آپ ان منافقوں کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم نہ تھا تو آپ کو کل علم غیب کیسا۔

جواب: منکرین کا یہ اعتراض بھی کرنا بالکل بے محل ہے۔ اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منافقین کے احوال کا علم نہیں عطا فرمایا۔ یہ شبہ ان حضرات کو اسی بنا پر ہے کہ وہ قرآن اور تفسیر سے بالکل کورے ہیں۔ سب سے پہلے اسی آیت کریمہ میں غور کیجیے اور اس کے ساتھ تفسیر ملاحظہ فرمائیے:

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ط نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ط سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ

اور کچھ مدینہ والے ان کی خو ہو گئی ہے نفاق تم انھیں نہیں جانتے ہم جانتے ہیں جلد ہم انھیں دو بارہ عذاب دیں گے پھر بڑے عذاب کی طرف پھیرے

---

[1] ارواح ثلٰثہ، ص ۳۵

اِلیٰ عَذَابٍ عَظِیۡمٍ ۝[1] جائیں گے۔

چنانچہ امام فخر الدین رازیؒ صاحب تفسیر کبیر اسی آیت شریفہ کے تحت فرماتے ہیں:

عن السدی عن انس بن مالك قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطیبا یوم الجمعة فقال اخرج یا فلاں فانك منافق اخرج یا فلاں فانك منافق فاخرج من المسجد ناسًا و فضحهم۔

سدی نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پہ یوم جمعہ کو خطبہ فرمایا اور فرمایا اے فلاں نکل جا تو منافق ہے۔ اے فلاں نکل جا تو منافق ہے۔ پس آپ نے منافقوں کو ذلیل و رُسوا کر کے مسجد سے باہر نکال دیا۔

اسی طرح محی السنۃ علامہ بغوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کی وضاحت فرماتے ہوئے یہی الفاظ لکھے ہیں۔

صاحبِ تفسیر دُرِّ منثور اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

عن ابن عباسؓ قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعة خطیبًا فقال قم یا فلاں فاخرج فانّك منافق فاخرجهم باسمائهم ففضحهم و لم یکن عمر ابن الخطاب شهید تلك الجمعة لحاجة کانت لهٗ لقیهم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه وهم یخرجون من المسجد فاختباء عمر منهم استحیاء انه

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ اے فلاں! اُٹھ تُو منافق ہے۔ پھر منافقوں کے نام لے کر باہر نکال دیا اور انھیں رسوا کیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اُس جمعہ کسی وجہ سے حاضر نہیں ہوئے تھے۔ منافقوں نے گمان کیا کہ حضرت ہمارے حال سے آگاہ ہو گئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں

---

[1] پ ۱۱، ع ۱، س التوبہ

يشهدان الجمعة وظن الناس	داخل ہوئے در آں حالیکہ منافق مسجد سے
قد انصرفوا فاختبوا اهم	خارج ہو رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ
من عمر وظنوا انه علم بامرهم	عنہ منافقوں سے کترائے۔ کیونکہ واقع
فدخل عمر رضی الله تعالیٰ عنه	کی خبر نہیں تھی اس لیے کہ آپ جمعہ سے
المسجد فاذا الناس لم ينصرفوا	رہ گئے تھے تو ایک آدمی نے کہا: اے
فقال الرجل البشر يا عمر	عمرؓ! خوشخبری ہو کہ آج خدا تعالیٰ نے
فقد فضح الله المنافقين	منافقوں کو ذلیل و رسوا کر دیا۔ پس
اليوم فهذا العذاب الاولیٰ	منافقوں کے لیے یہ پہلا عذاب ہے۔
والعذاب الثاني في القبر۔[1]	اور دوسرا عذاب قبر میں ہے۔

ابوالشیخ نے ابی مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ:

في قوله سنعذبهم مرتين فقال	یعنی خدا تعالیٰ کے اس قول کے مطابق
كان النبي صلى الله عليه	کہ جلد ہی ہم انھیں منافقوں کو دو
وسلم يعذب المنافقين يوم	مرتبہ عذاب دیں گے۔ اس نے کہا کہ ایک
الجمعة بلسانه على المنبر	عذاب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
وعذاب القبر۔	اپنی زبان پاک سے منبر پر کھڑے ہو کر
	ان کو دے دیا اور دوسرا عذاب
	قبر میں ہوگا۔

چنانچہ اس مذکورہ حدیث کے تحت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری شرح شفا میں فرماتے ہیں:

كان المنفقون من الرجال	کہ منافقین مرد تین سو تھے
ثلثة مائة ومن	اور منافق عورتیں

---

[1] در منثور

النساء مائة وسبعين[1] | ایک سوستر۔

صاحبِ تفسیر سراج منیر اسی آیت لاتعلمہم نحن نعلمہم کے تحت فرماتے ہیں:

قال قیل کیف ھذا مع قولہ تعالیٰ لا تعلمہم نحن نعلمہم اجیب بانہ تعالیٰ اعلمہ بھم بعد ذٰلک[2]

اگر کہا جائے خدا کے اِس قول کی موجودگی میں کہ آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں تو یہ کہ واقع کیونکر ہوا تو میں اس کا جواب یہ دُوں گا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو نفی کے بعد منافقوں کی اطلاع دے دی۔

صاحبِ تفسیر جمل اسی آیت لاتعلمہم و نحن نعلمہم کے ماتحت فرماتے ہیں:

فان قلت کیف نفی عنہ بمال المنٰفقین واثبتہٗ فی قولہ تعالیٰ ولتعرفنھم فی لحن القول فالجواب ان آیۃ النفی نزلت قبل آیۃ الاثبات فلا تنافی کرخی[3]

پس اگر تم کہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منافقین کے حال جاننے کی نفی کیوں کی گئی ہے حالانکہ آیت تعرفنھم فی لحن القول میں ان کے جاننے کا ثبوت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نفی کی آیت ثبوت کی آیت سے پہلے نازل ہوئی۔

توجہ فرمائیے کہ صاحبِ تفسیر کبیرؒ اور صاحبِ معالم التنزیلؒ اور صاحبِ تفسیر در منثورؒ کا آیت لاتعلمہم و نحن نعلمہم کے تحت اس حدیث کو لانا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منافقین کے نام لے کر ان کو مسجد سے باہر نکال دیا۔ یہ اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم تھا۔ اگر معاذ اللہ آیت سے حضور انور

---

[1] شرح شفا لعلامہ قاری [2] التفسیر سراج المنیر جزء الرابع

[3] التفسیر جمل جزء الرابع

صلی اللہ علیہ وسلم کا منافقوں کے حال سے بے خبر ہونا مراد ہوتا تو مفسرین کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منافقین کے جاننے کی حدیث کبھی اس آیہ کے تحت نہ لاتے، بلکہ مفسرین کا حدیث مذکورہ کو آیہ لاتعلم کے تحت لانے کا صرف مقصود حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منافقین کے احوال کا علم ہے۔

اسی طرح صاحبِ تفسیر سراج المنیر و صاحبِ تفسیر جمل نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ نفی کی آیت ثبوت کی آیت سے پہلے نازل ہوئی۔ غرضیکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منافقین کے احوال سے بے علم ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ مگر بصیرت سے محروموں کو شاید کبھی تفسیر پڑھنے کا موقع بھی نہیں ملا۔ ہاں اگر کبھی تفسیر کا مطالعہ کیا بھی ہوگا تو سرکار سیدِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف میں عیب تلاش کرنے کے لیے۔ تو پھر ایسے کو کیا نظر آسکتا ہے۔ ؎

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے

نیز آیت ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق میں اظہار غضب ہے۔ جب کسی پر سختی مقصود ہوتی ہے تو اپنے زیادہ محبوب کو یہ کہا جاتا ہے کہ تم نہیں جانتے ہم جانتے ہیں واقعی یہ سخت عذاب کے لائق ہیں سنعذبھم مرتین یہاں تو منافقین کی سخت بے ایمانی کا اظہار کرنا مقصود ہے۔ اس لیے یہاں سے تو بے علم ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا۔ اس لیے یہ آیت علمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اثبات میں ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ مخالفین کو لاتعلمہم سے ایسا وسوسہ کیوں پیدا ہوا ہے۔ خدانخواستہ کہیں مندرجہ ذیل آیت کو پڑھ کر علم باری کے متعلق وسوسہ میں نہ پڑ جائیں اور کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کو بھی علم نہیں تھا۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۔[1]

(اے محبوب) تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لیے مقرر کیا تھا کہ ہم جان لیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون اُلٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔

---

[1] پ ۲، ع ۱، س البقرۃ

اس آیت میں الا لنعلم کے لفظ سے مخالفین کو وہی شبہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی پہلے سے معاذ اللہ یہ علم نہیں تھا کہ کون رسول کی پیروی کرے گا۔ کیا پھر مخالفین کا یہ کہنا قابلِ التفات ہوگا۔ ہرگز نہیں۔

اسی طرح لا تعلم سے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ شریف کی نفی ہرگز نہیں ہو سکتی ورنہ قرآن کریم کی دیگر آیات کا انکار لازم آئے گا۔

یہاں تک تو مخالفین کے شبہ کا ازالہ اب قرآن کی رُو سے حضور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم ہونا ملاحظہ فرمائیے:

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ ۔[1]

(یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ دیکھ رہے ہیں اُن لوگوں کو جن کے دلوں میں مرض ہے جو کہ بڑھ رہے اس میں۔

اس آیت کریمہ سے صاف واضح ہوگیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منافقین کے دلوں کو بھی جانتے ہیں۔ اب جن شاتمانِ رسول کی آنکھوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں ان کو کیا نظر آئے گا۔

دوسری آیت ملاحظہ فرمائیے:

وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ۔[2]

(اے محبوب) آپ منافقین کی بات کے اسلوب سے پہچان لوگے۔

اِس آیت شریفہ سے بھی واضح ہوگیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم ہے۔ آپ اُن کو پہچانتے تھے۔ ناظرینِ انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرمائے کہ میرے محبوب منافقین کے احوال کو جانتے تھے اور یہ مخالفین یہ کہیں کہ آپ کو معاذ اللہ منافقوں کا علم

---

[1] پ ۶، ع ۱۱، س المائدہ

[2] پ ۲۶، ع ۷، س محمد

نہ تھا حالانکہ منافقین کا یہ عقیدہ تھا کہ ہمارے نفاق کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ہے۔ جیسا کہ آئندہ پیش کیا جائے گا۔ ان تمام دلائل سے ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقوں کا علم تھا اگر اس کے باوجود بھی مخالفین کی تسلی نہ ہوئی ہو تو ان سے خدا نمٹے۔

منافقین کا علمِ نبوت پر طعن

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب شریف پر منافقین لوگ اکثر طعن و تشنیع کرتے رہتے تھے اور آپ کے علم شریف کا مذاق اُڑاتے تھے اور لوگوں سے یہ بکتے تھے کہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب رہتے ہیں اگر اُن کو ہمارے نفاق کا علم ہو تو ہمیں باہر نہ نکال دیں۔ اس لیے آپ کو کوئی علم نہیں ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ[1]	اللہ تعالیٰ مومنین کو اس حال پر نہیں چھوڑے گا جس پر تم ہو جب تک کہ علیحدہ نہ کر دے گندوں کو ستھروں سے۔

اس آیت کریمہ کے شانِ نزول کو ملاحظہ فرمائیے۔

علامہ علاؤ الدین صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

قال السدی قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عرضت علی امتی فی صورھا فی الطین کما عرضت علی اٰدم واعلمت من یؤمن بی ومن یکفر فبلغ المنافقین فقالوا استھزا	بقول سدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کہ میری امت مٹی کی شکل میں تھی اس وقت وہ میرے سامنے اپنی صورتوں میں پیش کی گئی۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئیں اور میں نے جان لیا کہ

---

[1] پ ۴، ع ۸، س آل عمران

زعم محمد انه یعلم من یومن ومن یکفر ممن لم یخلق ونحن معه وما یعرفنا.[1]

کہ محمد پر ایمان لائے گا۔ اور کون کفر کریگا۔ پس یہ خبر جب منافقین کو پہنچی تو انہوں نے برائے استہزا کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ گمان ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ان میں سے کون ایمان لائیگا اور کون کفر کرے گا باوجودیکہ ہم ان کے ساتھ ہیں اور وہ ہمیں نہیں پہچانتے۔

اس آیت وتفسیر سے واضح ہوگیا کہ منافقین کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمت کے حالات کا علم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ منافقین کا گروہ علمِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء میں طعنے کیا کرتا تھا۔

چنانچہ جب منافقین کی یہ خبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچی کہ منافقین میرے علم کا استہزاء اڑا رہے ہیں کہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جو لوگ ابھی پیدا نہیں ہوئے اُن کے ایمان وکفر کا علم ہو جائے۔ یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا گمان ہے۔ اب ملاحظہ فرمائیے کہ جب منافقین نے علمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کیا تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کیا جواب فرمایا۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی

"ان قوموں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعنے کرتے ہیں۔ قیامت تک جو ہونے والا ہے جو چاہو سوال کرو میں خبر دوں گا۔"

چنانچہ علامہ بغوی صاحبِ تفسیر معالم التنزیل اسی آیت (ماکان اللہ لیذر المومنین) کے ماتحت فرماتے ہیں:

---

[1] التفسیر الخازن، جزء الاول، مطبوعہ مصر

فبلغ ذلك رسول الله صلى الله
عليه وسلم فقام على المنبر
فحمد الله تعالى واثنى عليه
ثم قال ما بال اقوام طعنوا
فی علمی لا تسئلونی عن شیء فیما
بینکم وبین الساعة الا انبأتکم
به فقام عبد الله بن حذافة
السہمی فقال من ابی یا رسول الله
قال حذافة فقام عمر فقال
یا رسول الله رضینا بالله ربا
وبالاسلام دینا وبالقرآن اماما
وبك نبیا فاعف عنا عفا الله
عنك فقال النبی صلی الله
علیه وسلم فھل انتم منتھون
ثم نزل علی المنبر[1]

پس یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
پہنچی تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے
اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی۔ پھر فرمایا ان
قوموں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں
طعنے کرتے ہیں۔ آج سے قیامت تک
جو ہونیوالا ہے اُس میں کوئی چیز ایسی
نہیں جس کا تم مجھ سے سوال کرو اور میں
تمہیں اس کی خبر نہ دُوں۔ جو بھی تم مجھ
سے پُوچھو گے میں تمہیں اس کی خبر دُوں گا۔
عبداللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر
سوال کیا میرا باپ کون ہے۔ آپ نے
فرمایا حذافہ۔ پھر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے
انہوں نے فرمایا: یا رسول اللہ! ہم
اللہ کی ربوبیت پر اسلام کے ایک دین
ہونے پر قرآن کے امام ہونے پر اور
آپ کے نبی ہونے پر راضی ہوئے۔
ہم کو معاف فرمائیے اللہ آپ کو
معاف کرے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا: کیا تم باز آجاؤ گے
پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے
نیچے اتر آئے۔

---

[1] التفسیر معالم التنزیل جزء الاول ص ٥٦٤ سطر ٢ مطبوعہ مصر

اس تفسیر سے یہ آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت تک کی ہر شے کا علم ہے۔ اسی لیے آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

"جو سوال کروگے میں اس کا جواب دوں گا، جو پوچھوگے میں اس کی تمہیں خبر دوں گا۔"

تو ثابت ہوگیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت تک جو ہونے والا ہے اس کا علم ہے۔

دوسری بات یہ بھی ثابت ہوگئی کہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں علم ماکان ومایکون ہونے پر ایمان تھا

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف میں طعنہ کرنے والا منافقین ہی کا گروہ تھا جس پر خدا کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

ما بال اقوام طعنوا فی علمی۔ — ان قوموں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعنہ کرتے ہیں۔

آجکل جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض اور طعن کرتے ہیں انھیں خود فیصلہ کر لینا چاہیے کہ یہ روش اختیار کرکے وہ کس گروہ میں شامل ہو رہے ہیں۔

فیصلہ خداوندی

انبیاء علیہم السلام کو علم غیب پر مطلع کیا جاتا ہے

چنانچہ جب منافقین نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علمِ غیب شریف کا استہزا اڑایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب فرمادیا کہ میں اپنے پسندیدہ رسولوں کو غیب کے علم سے مطلع کرتا ہوں۔

آیہ شریفہ ملاحظہ فرمائیے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ — اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے ہاں اللہ تعالیٰ

مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ ۚ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَلَکُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ[1]	چُن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر ۔ اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تو تمہارے لیے بڑا ثواب ہے ۔

صاحبِ تفسیر کبیر اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں :

فاما معرفت ذٰلک علیٰ سبیل الاعلام من الغیب فھو من خواص الانبیاء[2]	لیکن ان غیب کی باتوں کو با علام اللہ جان لینا انبیاء کرام کی خصوصیت ہے ۔

اسی طرح صاحبِ تفسیر جمل اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں :

والمعنیٰ ولکن اللّٰہ یجتبی ای یصطفی من رسلہ من یشاء فیطلعہ علی الغیب[3]	لیکن اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے یعنی برگزیدہ کرتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے ۔ پس مطلع کرتا ہے اس کو غیب پر ۔

صاحبِ تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں ،

یعنی ولکن اللہ یصطفی و یختار من رسلہ من یشاء فیطلعہ علیٰ مایشاء من غیبہ[4]	لیکن انتخاب کر لیتا ہے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے پس مطلع کرتا ہے جس کو چاہتا ہے علم غیب پر ۔

اس آیت اور تفاسیر کی عبارات سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو برگزیدہ فرما لیتا ہے اس کو علمِ غیب سے مطلع فرما دیتا ہے ۔

اب قابلِ غور مسئلہ یہ ہے کہ اس مذکورہ آیت میں لفظ الغیب جو آیا ہے یہ اسم جنس معرف

---

[1] پ ۴ ، ع ۸ ، س آل عمران
[2] التفسیر کبیر رازی
[3] التفسیر جمل
[4] التفسیر خازن

باللام ہے اور لام استغراق کا ہے کیونکہ معہود کوئی نہیں۔ (کما تقور فی علم الاصول و المعانی والنحو)

حیث قال اسم الجنس المعرف (سواء" کان و باللام او الاضافة

اذا استعمل و لم قرینة تخصصه ببعض ما یقع علیه فهو

الظاهر فی الاستغراق دفعاً للترجیح بلا مرجح۔ (شرح کافیہ)

اور فاضل لاہوری ضرب زید "قائماً" کے معنی میں فرماتے ہیں:

ای جمیع افراد العزب۔

اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ الغیب سے مراد تمام غیوب ہوں گے۔ جب غیب جزئی مراد نہیں ہو سکتا تو یقیناً استغراق مراد ہو گا اور لفظ لکنّ استدراک کے لیے ہوتا ہے اور دو متنافی اور متضاد کلاموں کے درمیان ہوتا ہے۔

چنانچہ صاحب حسینی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نہیں، اللہ تعالیٰ اطلاع دیوے تمہیں منافقو اور کافرو تمام مغیبات پر اے ماکان ومایکون پر لیکن اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ تمام مغیبات پر اطلاع ای ماکان ومایکون پر نبیوں میں سے اس پیغمبر کو جسے چاہے، تو اب صاف معنے یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ جس کو برگزیدہ فرمالیتا ہے اس کو جمیع غیوب ماکان وما یکون کا علم غیب عطا فرما دیتا ہے۔

اب اتفاقی طور پر یہ سب کو علم ہے کہ خداوند پروردگار کے بعد اگر کوئی افضل ہے تو وہ ذاتِ بابرکات حضور سید المرسلین صلوٰت اللہ وسلامہ ہی ہیں۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ ہی اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا ہے تو پھر خدا تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے غیب کا علم عطا فرما دیا ہے۔ کیا آیت میں یہ قید ہے کہ اتنا دیا، ہرگز نہیں۔ بلا قید و تخصیص یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ جس کو برگزیدہ فرمالیتا ہے اس کو کل غیب کا علم عطا فرما دیتا ہے۔

مخالفین کا عقیدہ

عطائی علمِ غیب ماننا بھی شرک

مخالفین کے امام اکبر مولوی اسمٰعیل دہلوی کتاب "تقویۃ الایمان" میں رقمطراز ہیں،

"(بلفظہٖ) پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی طرف سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے ہے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے"[1]

توجہ فرمائیے کہ ان حضرات نے علمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت کی بنا پر رب کریم کی عطا کا بھی گویا انکار کر دیا ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی عطا پر ایمان رکھیں تو لازم ہے کہ اس پر بھی ایمان رکھا جائے کہ وہ اپنے محبوبوں کو غیب کا علم عطا فرما دیتا ہے۔

نیز ان لوگوں نے خداوند تعالیٰ کی عطا کا انکار کر کے اس کے علم کو بھی عطائی ہونا ٹھہرا دیا ہے۔ یعنی خدا کا علم ذاتی لازم وقدیم تو ہے نہیں بلکہ معاذ اللہ وہ کسی سے علم حاصل کرنے کا محتاج ہے۔ کیونکہ شرک وہی بات ہوتی ہے جو خدا کی صفت دوسرے میں مانی جائے جب اللہ کے دینے سے جاننا شرک ٹھہرا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ (معاذ اللہ) خدا تعالیٰ کو بھی علم کوئی دیتا ہے تبھی تو یہ قول درست ہو سکتا ہے۔ لیکن یاد رکھیے کہ ہمارا خالق الارض والسماء فالق الحب والنواجل مجدہٗ العلیٰ کی عطاؤ وسعت کا عالم اور شان یہ ہے کہ:

عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ[2] (اے محبوب) آپ کے رب کی عطاؤ بخشش ایسی ہے کہ وہ کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔

جب وہ ہر شے کا عطا فرمانے والا ہے اور اس کی بخشش کبھی ختم نہیں ہو سکتی تو وہ عدم

---

[1] "تقویۃ الایمان ص ۱۰

[2] پ ۱۲، ع ۹، س ہود

الغیوب، اپنے محبوبوں کو غیب کا علم عطا فرمانے پر قادر ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ بات واضح فرما دی کہ:

ماکان اللہ لیطلعکم کہ اے عام لوگوں میں تمہیں غیب کا علم عطا نہیں فرماتا بلکہ ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء اپنے رسولوں میں جن کو برگزیدہ فرما لیتا ہوں اُن کو غیب کا علم عطا فرما دیتا ہوں۔

اب ناظرین خود ہی فیصلہ فرمائیں جبکہ خدا تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسول کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔ تو کیا یہ شرک ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر ان حضرات کا یہ کہنا کہ عطائی علم غیب بھی ماننا شرک ہے تو اس کے معنے یہ ہوئے کہ وہ خدا کے علم کو بھی عطائی ہونا تسلیم کرتے ہیں اور قرآن کریم کی آیت شریفہ کا کھلا انکار ہے:

آپ ہی ذرا اپنی جفاؤں پر غور کریں
ہم اگر بات کریں گے تو شکایت ہوگی

بہرکیف مذکورہ آیت سے ثابت ہو گیا کہ جن منافقین نے حضور انور آقائے یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کا استہزاء اڑایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرما کر اُن کا رد فرما دیا کہ مَیں اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع کر دیتا ہوں، تو پھر تم کو کیا تکلیف ہے۔

منافقین کا رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر تمسخر

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روم، فارس، مکہ مکرمہ کی فتح کی قبل از وقت جب خبر ارشاد فرمائی تو منافقین نے اس غیبی خبر کا تمسخر اڑایا۔

آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ

ر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اگر آپ ان سے پوچھو تو ضرور یہی کہیں گے

قُلْ أَبِاللّٰهِ وَاٰيَاتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۝[1]

ہم تو یُوں ہی کھیل میں تھے. فرما دیجیے آپ ان کو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو گے تم بہانے نہ بناؤ۔ تم تو مسلمان ہو کر مُرتد ہو گئے ہو۔

صاحبِ خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسیر فی غزوہ تبوک و بین یدیہ ثلاثہ نفر من المنٰفقین اثنان منھم یستھزئان بالقراٰن والرسول والثالث یضحک قیل کانوا یقولون ان محمداً یزعم انہ یغلب الروم ویفتح مدائنھم ما اُبعدہ من ذٰلک وقیل کانوا یقولون ان محمداً یزعم انہ انزل فی صحابنا قراٰن انما ھو قولہ وکلامہ فاطلع اللہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ذٰلک فقال احبسوا علی الرکب فدعاھم وقال لھم قلتم کذا وکذا فقالوا انما کنا نخوض ونلعب[2]

غزوہ تبوک میں جاتے ہوئے منافقین کے تین نفروں میں سے دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بطور تمسخر کہتے کہ ان کا خیال کہ یہ روم پر غالب آجائیں گے کتنا بعید خیال ہے اور ایک نفر بولتا نہ تھا مگر ان کی باتوں کو سن کر ہنستا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ تم ایسا کہہ رہے تھے انہوں نے کہا ہم راستہ کاٹنے کے لیے ہنس کھیل کے طور پر دل لگی کی باتیں کر رہے تھے۔

---

[1] پ ۱۰، ع ۱۳، س توبہ [2] التفسیر الخازن، جزء الثالث

اس آیت و تفسیر سے واضح ہو گیا کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس غیبی خبر یعنی علم غیب کا مذاق اڑانے والے منافقین ہی تھے جس کی مزید وضاحت قرآن کریم نے دوسرے مقام پر بھی کر دی ہے۔

آیۃ شریفہ ملاحظہ فرمائیے:

وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا[1]	اور جب کہنے لگے منافق جن کے دلوں میں روگ تھا کہ ہمیں اللہ و رسول نے وعدہ نہ دیا مگر فریب کا۔

اس آیت شریفہ سے واضح ہو گیا کہ منافقین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی خبر کا تمسخر اڑایا کہ ہم تھوڑے سے ہو کر فارس و روم و مکہ مکرمہ کو فتح کر لیں یہ بالکل غلط ہے۔ نبی اللہ تو قبل از وقت فتح کرنے کی خبر دیں اور منافقین نے اس کا تمسخر کیا۔ لیکن صحابہ کرام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس غیبی خبر پر ایمان تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا[2]	اور جب مسلمانوں نے کافروں کے لشکر دیکھے بولے یہ ہے جو ہمیں وعدہ دیا تھا اللہ و رسول نے اور سچ فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے اور اس سے انھیں نہ بڑھا مگر ایمان اور اللہ کی رضا پر راضی ہونا۔

معلوم ہو گیا کہ مومنین صحابہ عظام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر ایمان تھا اور ان کو اس پر ایمان رکھنے سے ایمانًا و تسلیمًا کا مژدہ نصیب ہوا۔

---

[1] پ ۲۱، ع ۱۷، سورہ احزاب

[2] پ ۲۱، ع ۱۸، س الاحزاب

اب ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ جن منافقین نے حضور مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی غیبی خبر کا تمسخر اڑایا۔ آپ کے علم شریف پر زبان درازی کی اُن کو رب کریم کی طرف سے کیا تمغہ ملا۔

وَعَدَ اللّٰہُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْکُفَّارَ نَارَ جَہَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا ط ہِیَ حَسْبُہُمْ وَلَعَنَہُمُ اللّٰہُ وَلَہُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ [1]

اور اللہ تعالیٰ نے اُن منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کو جہنم کی آگ کا وعدہ دیا ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے وہ اُنھیں بس ہے اور اللہ کی اُن پر لعنت ہے اور ان کے لیے قائم رہنے والا عذاب ہے۔

غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن منافقوں کو دوزخ کا عذاب اور لعنت کا طوق عطا فرمایا سے علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرنا مذاق اڑانا رب کریم جل وعلا کے نزدیک کوئی معمولی سی بات نہیں۔ قل اباللّٰہ وآیٰتہ ورسولہ کنتم تستھزءون ۝

اب ناظرین انصاف کی نظر سے فیصلہ فرمالیں کہ جو لوگ بارگاہِ رسالتمآب علیٰ صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام علم شریف کا اور انبیاء کرام علیہم السلام کے علم کا تمسخر اڑاتے ہیں اور ہر وقت اُن کے علم میں طعن و تشنیع کرتے ہیں ان کا کیا ٹھکانا ہوگا۔

انبیاءِ عظام علیہم السلام کا بارگاہِ علام الغیوب میں ادب

شبہ: شاتمانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن میں آتا ہے:

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ [2]

جس دن اللہ تعالیٰ سب رسولوں کو جمع کرے گا تو اُن سے فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا تو کہیں گے ہمیں کچھ علم نہیں تو ہی غیبوں کا جاننے والا ہے۔

---

[1] پ ۱۰، ع ۱۴، س التوبہ [2] پ ۷، ع ۴، س المائدہ

اس سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء کرام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں۔

جواب: ایسے شبہات مخالفین کی کوتہ اندیشی اور نادانی سے ناشی ہیں کیونکہ صرف آیت ہی سے اتنا تو ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اس چیز کا علم ضروری ہے جس کی نسبت وہ لا علم لنا فرمادیں گے۔ کیونکہ سوال یہ ہے کہ تمہاری امتوں نے تمہاری تبلیغ کے بعد کیا جواب دیا۔ تو انبیاء کرام علیہم السلام کو وہی فرمانا اور جواب دینا چاہیے جو ان کو ان کی امت نے جواب دیا تھا۔ بجائے اس کے یہ کہہ دینا کہ ہم نہیں جانتے تو خود عالم الغیب ہے۔ صاف دلیل اس کی ہے۔ وہ بمقابلہ علم حق تعالیٰ کے اپنے علم کی نفی کر رہے ہیں اور یہی مقتضائے ادب بھی ہے۔

اب وہی آیت جو مخالفین پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے:

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ [1]

جس دن اللہ تعالیٰ سب رسولوں کو جمع فرمائے گا اور ان سے فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا تو عرض کریں گے بیشک تو غیبوں کا جاننے والا ہے۔

چنانچہ امام فخر الدین رازیؒ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

ان الرسل علیہم السلام لما علموا ان اللہ تعالیٰ عالم لا یجھل، حلیم لا یسفہ وعادل لا یظلم علموا ان قولھم لا یفید خیرا ولا یدفع شرا وخیرا والادب فی السکوت وتفویض الامر الی اللہ تعالیٰ [2]

تحقیق انبیاء کرام علیہم السلام جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عالم ہے بے علم نہیں۔ حلیم ہے سفیہ نہیں۔ عادل ہے ظالم نہیں۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان کی بات حصولِ خیر یا رفع شر کے لیے چنداں مفید نہ ہوگی۔ پس ادب، خاموشی اور معاملہ کو اللہ کے عدل کی طرف سپرد کر دینے میں ہے۔ لہٰذا وہ عرض کریں گے ہمیں علم نہیں۔

---

[1] پ ۷، ع ۴، س المائدہ [2] التفسیر کبیر رازیؒ

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

صاحبِ تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

فعلی ھذا القول انما نفوا العلم عن انفسھم وان کانوا علماء لان علمھم صار کلا علم عند علم اللہ[1]

پس اس بنا پر اپنی ذات سے علم کی نفی کی۔ اگرچہ وہ جانتے تھے کیونکہ اُن کا علم اللہ کے علم کے سامنے مثل نہ ہونے کے ہوگیا۔

ان تفاسیر کی عبارات سے واضح ہوگیا اور جمہور مفسرین اس کے تو مقر ہیں کہ انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم وسلامہٗ کو یہ علم تو ضرور ہے کہ اُن کی اُمتوں نے انھیں کیا جواب دیا ہے۔ پس اس سے مخالفین کے شبہ کا قلع قمع ہوگیا۔ اور دم مارنے کی جگہ نہ رہی۔ مگر ہمیں یہاں سے ایک نکتہ حاصل ہُوا۔ وہ یہ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ ہمیں علم نہیں۔ ان کے عدمِ علم کی دلیل نہیں بلکہ یہ کہ ان کا مقتضائے ادب ہے کہ حضرت حق تعالیٰ کے سامنے وہ اپنے علم کو کچھ شمار نہیں کرتے۔ اب اگر مخالفین صاحبان کو کچھ علم اور سمجھ سے تعلق ہو تو آئندہ ایسی عبارات سے ہرگز عدمِ علم کا استدلال نہ کیا کریں کہ ایسے انکار سوءِ ادب پر محمول ہوتے ہیں۔

نیز انبیاء کرام علیہم السلام کا لا علم لنا عرض کرنے کے بعد اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ فرمانے سے اُن کے علم ہونے کی دلیل ہے کہ ہم کو علم نہیں بے شک تو عالم الغیب ہے کیونکہ جو کچھ تُو ہم سے دریافت فرما رہا ہے اس کو تُو بھی جانتا ہے اور بارگاہِ خداوندی کے حضور ادب بھی یہی ہے اور حقیقت میں تمام مخلوقات کا علم خالقِ کائنات کے علم کے سامنے مثل لاشئے کے ہے۔

نیز مخالفین کے اس اعتراض سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وُہ جب لا علم لنا سے عدمِ علم انبیاء کرام کا ہو نامراد لیتے ہیں۔ تو کیا بعید ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم فرمانے سے عدمِ علم خداوندِ کریم بھی ہو نامراد لے لیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نبیوں سے سوال کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ جو لوگ قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں انھیں بخوبی معلوم ہے

---

[1] التفسیر الخازن

کہ قرآن پاک میں جتنے انبیاء کا ذکر آیا ہے ان کی قوموں کے جواب اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمائے ہیں بلکہ ان کے انجام کا تفصیلی ذکر کیا ہے اور کئی قومیں انبیاء کی موجودگی میں تباہ کی گئیں اور وہ اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھتے رہے۔ ایسی آیات کو دلیل بنا کر علمِ انبیاء کا انکار کرنا کس قدر قرآن سے جہالت ہے۔

شہیدِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے ساری اُمت کے لیے شہید فرمایا ہے اور آپ کی شہادت تب ہی صحیح ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی اُمت کے ہر ایک فرد کے ہر ایک عمل کو جانتے ہوں۔ اگر وہ اُمت کے اعمال سے ہی بے خبر ہوں تو پھر اُن کی گواہی کیسے ہو سکتی ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ اور اس کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے:

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا[1]

اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ ہیں۔

چنانچہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر عزیزی میں اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:

ویکون الرسول علیکم شہیدا یعنی و باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او میشناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نورِ نبوت سے اپنے دین میں ہر متدین کے رتبے سے اطلاع رکھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ میرے دین میں وہ کہاں تک پہنچا ہے اور اُس کے ایمان کی کیا حقیقت ہے اور وہ کون سا حجاب ہے جس کی بدولت وہ ترقی سے محروم رہا۔ پس آپ تمہارے گناہوں اور اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں۔ اس لیے آپ کی

---

[1] پ ۲، ع ۱، س البقرہ

واخلاص ونفاق شمار او لہذا شہادت اُو در دنیا ہر حکم شرع در حق اُمت مقبول و واجب العمل است[1]	شہادت دنیا و عقبیٰ میں اُمت کے حق شرعاً مقبول اور واجب العمل ہے۔

ناظرین غور فرمائیں کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کتنی صاف اور ظاہر ہے کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر ایک کے اخلاص ونفاق کو بھی جانتے ہیں حالانکہ یہ دونوں چیزیں دل سے تعلق رکھتی ہیں۔

الحمدُ لِلہ مخالفین کے اس الزام کا بھی رد ہُوا کہ اہل سنت بریلوی علمائے اُمت کے اقوال کا انکار کرتے ہیں اور ہم شاہ عبدالعزیز کو اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہیں۔ بتائیے آپ کا دعوٰی کہاں گیا۔ اور آپ کے فتوٰی کے مطابق شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کیا ہُوئے۔ اگر شاہ صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا علم مان کر مشرک نہیں تو پھر ہمیں کیوں مجرم قرار دیا جاتا ہے؟

۵

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر عزیزی میں مذکورہ عبارت سے آگے فرماتے ہیں:

و آنچہ از فضائل ومناقب حاضران زمان خود مثل صحابہ و ازواج و اہل بیت یا غائبان از زمان خود مثل اویس وصلہ مہدی و مقتول دجال یا از مصائب و مثالب وحاضران وغائبان می فرماید اعتقاد بہ آں واجب ست وازیں ست	کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ اپنے زمانے میں موجودہ لوگوں کے فضائل و مناقب مثلاً صحابہ و ازواج و اہلبیت کے متعلق یا ان کے متعلق جو آپ کے زمانہ میں نہیں مثلاً اویس، مہدی یا مقتول دجال وغیرہ بیان فرمائے ہیں یا اپنے

---

[1] تفسیر عزیزی: ص ۵۱۸، سطر ۷

که در روایات آمده که ہرنبی را بر اعمال امتیان خود مطلع میارند کہ فلانے امروز چنیں میکند وفلانے چنانچہ تا روز قیامت ادای شہادت توانند کرده۔[1]

زمانہ میں موجودہ یا غائب لوگوں کی برائیاں بیان فرمائیں تو اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اس لیے کہ روایات میں آیا ہے کہ ہر نبی کو اس کی اُمت کے احوال کا علم ہے کہ فلاں نے آج یہ کام کیا ہے اور فلاں نے ایسا کہا۔ تاکہ قیامت کے دن وہ اپنی امت پر گواہی دے سکیں۔

زرقانی شرح مواہب کا اس آیت کے ماتحت حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

لا فرق بین موته و حياته و مشاهدته لامته ومعرفته باحوالهم ونياتهم وعزائمهم وخواطرهم وذلك عنده جلیّ لا خفا به۔[2]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندگی اور وفات کی حالت میں اپنی امت کے احوال نیات، ارادے اور قلبی وسواس کے دیکھنے اور پہچاننے میں برابر ہیں اور یہ بات ان کے نزدیک ظاہر ہے پوشیدہ نہیں۔

مذکورہ حوالہ جات سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے ہر فرد کے اخلاص ونفاق تک وارادوں ونیتوں کو بھی ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اس لیے آپ کی شہادت مقبول وواجب العمل ہے۔ اگر مخالفین ان تمام دلائل کے باوجود بھی شبہ میں رہیں اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئیں تو ہم اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔

---

[1] التفسیر عزیزی ص ۵۱۸، سطر ۱۱ [2] زرقانی شرح مواہب جزو اول ص ۱۳۶ مطبوعہ مصر۔

شہید کا لفظ اُمت پر وارد ہونے کے معنی

شبہ: مخالفین کا یہ کہنا ہے کہ اگر شہید کا لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی پر دال ہو تو لازم آئے گا کہ سب عالم ما کان و ما یکون ہوں۔

جواب: یہ ان لوگوں کا اپنا قیاس ہے اور قیاس اس زمانہ والوں کا خود ان صاحبان کے نزدیک ناقابلِ اعتبار ہے۔ نہ آیت کا یہ مطلب نہ کسی مفسر کا قول۔ سب سے پہلے تفسیر ہاتھ میں لیجئے اور اس سے دریافت کر لیجئے کہ اس آیت میں وسعت علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت ہے یا کہ نہیں۔

چنانچہ محی السنۃ امام بغوی رحمۃ اللہ نے تفسیر معالم التنزیل میں اسی آیت کے تحت یہ حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

عن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوماً بعد العصر فما ترک شیئاً الی یوم القیٰمۃ الا ذکرہ فی مقامہ ذٰلک حتّٰی اذا کانت الشمس علیٰ رؤس النخل و اطراف الحیطان قال اما انہ لم یبق من الدنیا فیما مضی منہا الا کما من یومکم ہذا[1]	ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز عصر کے بعد ہم میں کھڑے ہو کر قیامت تک ہونے والی چیزیں سب ہی بیان فرما دیں اور کوئی چیز نہ چھوڑی یہاں تک کہ جب دھوپ کھجوروں کی چوٹیوں اور دیواروں کے کنارہ پر پہنچی تو فرمایا کہ دنیا کے احوال میں سے صرف اس قدر باقی رہ گیا جتنا دن باقی رہ گیا۔

---

[1] التفسیر معالم التنزیل جزء الاول

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث شریف کو اس آیہ شریفہ ویکون الرسول علیکم شہیدا کے تحت لانا صاف بتا رہا ہے کہ آیہ شریفہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی مذکور ہے۔

جب تفسیر سے یہ ثابت ہوا کہ یہ آیت علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دال ہے تو ایسے اشخاص کے قیاس پر کیا توجہ کی جائے جو آیت کی تفسیر سے غافل ہیں۔ غرضیکہ جب ہمارا مدعا آیۃ سے اور تفسیر و حدیث سے ثابت پھر کسی منکر کا اعتراض قابلِ سماعت نہیں۔ لیکن پھر بھی اس کی وضاحت ملاحظہ فرمائیے۔

جاننا چاہیے کہ صحت شہادت کے لیے شاہد کو مشہود علیہ پر علم یقینی ہونا چاہیے اور یہ بواسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو حاصل ہے اور اس جناب کی بدولت ان کا یقین کامل۔ یہی جواب جو مخالفین پر پیش کیا گیا ان شاء اللہ العزیز روز شہادت اُن اُمتوں پر پیش کیا جاوے گا جو تبلیغ انبیاء کا انکار کریں گی جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح نے تفسیر عزیزی میں تحریر فرمایا ہے:

ولہذا چوں اُمم دیگر در مقام رو شہادت ایشاں خواہند گفت کہ شما از چہ رو شہادت میدہید حال آنکہ در وقت ما نبودید و حاضر واقعہ نشدید ایشاں جواب خواہند گفت کہ مارا خبر خدا بوساطت پیغمبر خود رسید و نزد ما در افادۂ یقین۔

بہتر از دیدن و حاضر شدن گردید و در شہادت علم
یقینی بہ مشہود علیہ می باید بہر طریق کہ حاصل شود

تعجب ہے کہ مخالفین نے حضور سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر سمجھ لیا اور کچھ فرق نہ کیا۔ شہادت کا لفظ جب اُمت کی طرف منسوب دیکھا پھر اسی کو صاحبِ اُمت کی صفت پایا فوراً مرتبہ برابر سمجھ لیا اور یہ کچھ خیال نہ کیا کہ اُمت کا علم تعلیم نبی کریم سے ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم تعلیمِ الٰہی ہے۔ پھر منصب رسالت کے لائق کہ جس سے تمام عالم کا نظام متعلق اور یہ رتبہ عبدیت کے موافق جو فقط اپنی اصلاح کے لیے ہے

اس شہادت پر پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ضروری جیساکہ ارشاد ہوا و یکون الرسول علیکم شہیداً یہ شہادت خود ہی کافی جو اور کسی شہادت کی محتاج نہیں۔

ان سب سے قطع نظر کیجئے اور یہ غور فرمائیے کہ ایک ہی لفظ کے معنی ہر شخص کی نسبت سے ایک ہی ہونے ضروری نہیں بلکہ کبھی ایک لفظ کے معنی ایک شخص کی نسبت سے کچھ ہوتے ہیں اور دُوسرے کی نسبت سے کچھ اور۔ چنانچہ صلوٰۃ اور ہدایت وغیرہا الفاظ مختلف موقعوں پر مختلف معانی میں مستعمل ہیں اور ان کو بھی کوئی تخصیص نہیں بلکہ تمام الفاظ مختلف مواقع پر مختلف معانی میں مستعمل ہیں۔ دیکھیے آیہ کریمہ وَمَکَرُو و اللّٰہ میں ایک ہی لفظ مکر ہے جو ایک جگہ کفار کے لیے اور دُوسری جگہ حق تعالیٰ کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اور ایک جگہ معنی کچھ ہیں اور دوسری جگہ کچھ اور۔

اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام کی نسبت کلام اللہ شریف میں لفظ ظلم وارد ہے :

وقولہ لا الٰہ الا انت سبحانك انی کنت من الظّٰلمین۔ وقولہ ربنا ظلمنا انفسنا۔

ان دونوں مقاموں میں ظُلم بمعنے ترک اُولیٰ ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اپنی تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں : ؎

مذاق جمہور اہل تفسیر آنست کہ ظلمی کہ ایں ہر دو بزرگ
بخود نسبت فرمودہ اند ظلم حقیقی نہ بود بلکہ ترک اُولیٰ

تو دُوسری آیت :

لا ینال عہدی الظّٰلمین

میں ظُلم کے معنی حقیقی جو فسق ہیں مراد ہیں۔

جیساکہ شاہ صاحبؒ نے یہ بھی لکھا ہے : ع

در آیت مراد ظلم حقیقی است کہ فسق است

غرضیکہ ایک جگہ ایک لفظ سے کچھ مراد ہوتی ہے اور دُوسری جگہ کچھ اور۔ اسی لفظِ شہادت کو نہ دیکھ لیجئے کہ یہاں اُمّت کے لیے بمعنی گواہی مستعمل ہوا۔ اور واللّٰہ علیٰ کل شیٔ شہید میں بمعنی

علیم کے۔ اگر مخالفین کے قاعدہ کے بموجب لفظ شہید بمعنی علیم ہو ہی نہ سکے تو اس آیت سے اللہ تعالیٰ کا علیم ہونا بھی ثابت نہ ہو سکے گا۔ معاذ اللہ

پس مخالفین کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اُمت کی نسبت جو لفظ شہادت مستعمل ہوا وہ اور معنی میں ہُوا، اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جو لفظ شہادت مستعمل ہوا وہ علیم کے معنی میں ہوا۔ جیسا کہ مفسرین نے فرمایا ہے:۔

چنانچہ مولانا شاہ عبد العزیزؒ دہلوی تفسیر عزیزی میں لفظ شہادت کے متعلق فرماتے ہیں:

"بلکہ میتواں گفت کہ شہادت درینجا بمعنی گواہی نیست بلکہ بمعنی اطلاع و نگہبانی است تا از جادۂ حق بیرون نروید چنانچہ واللہ علیٰ کل شئی شہید و در مقولہ حضرت عیسیٰ کہ کنت علیھم شہیداً ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علیٰ کل شئی شہید وچوں ایں نگہبانی واطلاع طریق تحمل شہادت است و تحمل شہادت برائے ادائے می باشد و در احادیث ایں شہادت را بگواہی روز قیامت تفسیر فرمودہ اند بیاناً الحاصل المعنی لا تفسیر اللفظ [1]

مندرجہ بالا فارسی عبارت کا مختصر الحاصل یہ ہے کہ لفظِ شہادت جو اُمت مرحومہ کے لیے استعمال فرمایا گیا ہے گواہی کے معنے میں ہے اور جو لفظ شہادت جناب رسالتمآب کی نسبت ارشاد ہوا، یہ اطلاع اور نگہبانی کے معنی میں استعمال ہُوا، اب تو مخالفین کو کوئی محل اعتراض نہ رہا۔

ثانیاً: اگر مخالفین کی حالت پر رحم کرتے ہُوئے یہ بات فرض بھی کر لیں کہ لفظ شہید دونوں جگہ ایک ہی معنیٰ کے لیے ہیں تو بھی اِن کا مقصود ثابت نہ ہو سکے گا جو مخالف صاحبان یہ اعتراض کر سکیں کہ سب کے لیے علمِ غیب کا ثبوت لازم آئے گا۔

بلکہ یہاں اُمت سے مراد مہاجرین اوّلین اور انصار سابقین یا علماء مجتہدین مراد ہیں کہ جن کا اجماع خطا پر ممکن نہیں۔ وہ حضور رب العالمین میں شہادت کے لیے منظور فرمائے گئے ہیں۔ چنانچہ شاہ عبد العزیزؒ محدّث دہلویؒ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

---

[1] التفسیر عزیزی

"درینجا تفسیر بغایت دلچسپ کہ از بعضے قدمائے مفسرین منقول شدہ و از اکثر اشکالات مذکورہ نجات میدہد حاصلش آنکہ در وکذٰلک جعلنٰکم اُمّۃً وسطاً لتکونوا مخاطب خاص کسانے اندکہ نماز بسوئے قبلتین گذاردند یعنی مہاجرین وانصار سابقین کہ علو درجہ آنہا در ایمان معروف ومشہور است۔"

اس کے آگے صفحہ ۵۲۲ سطر ۲۰ میں تحریر فرماتے ہیں:

لیکن اگر دراینجا مقام است را از اول تا آخر اعتبار کنیم قاعدۂ تکلیف برہم میگردد زیرا کہ بعد از انقضائے تمام امت ہیچکس باقی خواہد ماند کہ قول ایشاں برُدی حجت تواند شد پس معلوم شد کہ مراد اہل زمانہ اند وچوں اہل ہر زمانہ مخلوط می باشند عالم وجاہل وصالح وفاسق ہمہ دراہنا..... موجود میشوند بقرائن عقلیہ معلوم شد کہ اعتبار بگفتہ علمائے مجتہدان متدین است نہ غیر ایشاں وبہر حال اجماع ایشاں برخطا ممکن نیست والا ایں امت خیار وعدول نباشد ودرمیان ایشاں وامم دیگر فرقے نماند وایں شرفیت عظیم کہ ایں را بہ ثبات اجماعیہ حکم پیغمبر دادہ اند وچنانچہ حکم پیغمبر معصوم از خطا واجب القبول ست ہم چناں حکم ایں امت باجتماع معصوم از خطا وواجب القبول است[1]

اس عبارت سے بخوبی واضح ہوگیا کہ جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء سے تمام امت اول سے تا آخر مراد نہیں بلکہ کبرائے اُمّت مراد ہیں۔ پس ہم کو تسلیم کہ کبرائے اُمت کو بھی امور غیب پر اطلاع فرمائی جاتی ہے اور یہی عقیدہ اہلسنّت (بریلوی) کا ہے البتہ معتزلی انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ولی کو علم غیب حاصل نہیں۔

چنانچہ زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں ہے:

قال فی لطائف المنن اطلاع العبد علیٰ غیب من غیوب اللہ تعالیٰ بنورٍ منہ بدلیل	لطائف المنن میں فرمایا کہ کامل بندے کا اللہ کے غیبوں میں سے کسی غیب پر مطلع ہوجانا عجب نہیں اس حدیث سے

---

[1] تفسیر عزیزی

خیرا تقوا فراسة المؤمن فانّه ینظر بنور اللہ لایستعزب وھو معنی کنت بصرہ الذی یبصر بہ فمن کان الحق بعدہ فاطلاعة علیٰ غیب اللہ لایستعزب[1]

کہ مومن کی دانائی سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور یہی حدیث کے معنی ہیں کہ اللہ فرماتا ہے میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا دیکھنا حق کی طرف سے ہوتا ہے۔ پس اس کا غیب پہ مطلع ہونا کیا بعید ہے۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ القوی تفسیر عزیزی سورۂ جن میں فرماتے ہیں:

"اطلاع بر لوحِ محفوظ و دیدن نقوش نیز از بعضے اولیاء بتواتر منقول است"[2]

لوحِ محفوظ کی خبر رکھنا اور اس کی تحریر دیکھنا بعض اولیاء اللہ سے بھی بطریق تواتر منقول ہے۔

تیسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

شیخ الشیوخ علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "زبدۃ الاسرار" میں محبوب سبحانی غوثِ صمدانی شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

قال رضی اللہ عنہ یا ابطال یا اطفال ھلموا وخذوا عن البحر الذی لا ساحل لہ و عزۃ ربی ان السعداء والاشقیاء

اے بہادرو! اے فرزندو! آؤ اس دریا سے کچھ لے لو جس کا کنارہ ہی نہیں قسم ہے اپنے رب کی تحقیق نیک بخت و بدبخت لوگ مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں

---

[1] زرقانی شرح مواہب اللدنیہ جزء السادس

[2] التفسیر عزیزی پارہ ۲۹

یعرفون علی وانّ بوجودہٖ علیٰ فی اللوح المحفوظ وانا غائص فی بحار علم اللّٰہ۔[1]

اور ہمارا گوشہ چشم لوح محفوظ میں رہتا ہے اور میں اللہ کے علموں کے سمندروں میں غوطے لگا رہا ہوں۔

چوتھا حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

علامہ مولانا جامی قدس سرہ السامی 'نفحات الانس' میں حضرت قطب الاقطاب خواجہ خواجگان بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں:

حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ والرضوان میگفتہ اند کہ زمین در نظر ایں طائفہ چوں سفرہ ایست و ما میگوییم چوں روئے ناخنے است ہیچ چیز از ایشاں غائب نیست۔[2]

یعنی حضرت عزیزان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زمین اولیاء کے گروہ کے سامنے ایک دسترخوان کی مثل ہے اور حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رح فرماتے ہیں کہ ہم کہتے ہیں کہ روئے زمین ناخن کی مثل ہے اور کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ سعداُ اور اشقیاء اولیاء پر پیش کیے جاتے ہیں اور ان کی آنکھ کی پتلی لوحِ محفوظ میں رہتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے علم کے دریا میں غوطہ زن رہتے ہیں۔ اب اگر مخالفین کا قول تھوڑی دیر کے لیے تسلیم بھی کر لیا جائے اور لفظ شہادت دونوں جگہ ایک ہی معنی میں لیا جائے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں اس لیے کہ جب کہ ساری اُمت گواہ ٹھہرے اور ان کو یہ اطلاع غیب بعطائے عالم حقیقی میسر۔ تو اگر شہادت کا لفظ ان حضرات کے لیے بھی مثبت علم ہوگا تو بے شک حق اور بجا ہے۔ اُمید ہے کہ اب مخالفین کو ذرا چوں و چرا کا موقع نہیں۔ تسلیم کریں یا خاموش رہیں۔

علومِ خمسہ کی تحقیق

شبہ: منکرین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن میں آتا ہے کہ علم قیامت، بارش کب ہوگی،

[1] زبدۃ الاسرار [2] نفحات الانس

رحم میں کیا ہے، کوئی کل کیا کمائے گا۔ اور کوئی کس زمین میں مرے گا۔ یہ پانچ چیزیں اللہ ہی کو معلوم ہیں۔ اس کے علاوہ ان علومِ خمسہ کا کسی کو علم نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اِن چیزوں کا علم نہیں۔

جواب: یہ آیہ شریفہ انّ اللہ عندہٗ علم الساعۃ سے علیم خبیر تک منکرین کی بڑی دستاویز ہے کہ اس کی وظیفہ کی طرح ہمیشہ رٹ لگاتے رہتے ہیں کہ علوم خمسہ کو اللہ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جان سکتا۔ کیا اس آیہ شریفہ میں موجود ہے کہ علومِ خمسہ ہی غیب ہیں۔ اور اگر یہ منشا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو ان اشیاء کا علم نہیں عطا فرمایا تو بھی غلط۔ اور اگر یہ مطلب کہ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے بھی کسی کو ان اشیاء کا علم نہیں ہوتا تو یہ سخت بے دینی ہے

چنانچہ مخالفین جو آیت پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے:

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَ	بے شک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت
یُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ	کا علم اور بارش کا کہ کب ہونی ہے اور
وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ	ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور کل اپنے
غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ	لیے کیا کمائے گا اور کوئی کس زمین پر
اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ	مرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ جاننا ہے
خَبِیْرٌ ۝[1]	اور بتانے والا ہے۔

مندرجہ بالا آیت میں قابلِ غور مسئلہ یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کے ذکر فرمانے میں تو کوئی نکتہ تو ہونا چاہیے۔ آخر ان پانچ کے سوا غیب بھی تو اور بہت کثرت سے ہیں یہاں تک کہ ان پانچ کے جملہ افراد سب مل کر بھی اور غیبوں کے ہزاروں حصہ کو بھی نہیں پہنچتے تو اللہ تعالیٰ غیب کا غیب ہے اور وہ ہر چیز پر شاہد ہے اور اس کی ہر صفت غیب ہے اور برزخ غیب ہے اور بہشت غیب ہے اور دوزخ غیب ہے اور حساب غیب ہے اور نامہ اعمال غیب ہے اور قیامت کے میدان میں جمع کیا جانا غیب ہے اور فرشتے غیب ہیں اور ان کے سوا رب کے لشکر غیب ہیں اور ان کے سوا اور غیب ہیں کہ جن کی جنسیں تک ہم نہیں گنا سکتے نہ کہ اور معلوم ہیں کہ یہ سب کے سب یا ان میں

---

[1] پ ۲۱، ع ۱۲، س لقمان

اکثر غیب ہونے سے ان پانچ سے بڑھ کر ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ میں ان میں سے کچھ ذکر نہیں فرمایا۔ صرف یہی پانچ ذکر فرمائے تو انھیں اس لیے نہ گنایا کہ یہ غیبت و خفا کے اندر زیادہ داخل ہیں۔

بلکہ بات یہ ہے کہ وہ زمانہ کاہنوں کا تھا اور کافر علم غیب کا ادعا رکھتے تھے رمل سے، نجوم سے، قیافہ سے، عیافہ سے، زجر سے، طیر سے اور پانسوں سے۔ اور ان کے سوا اپنی ہوسوں سے جو اندھیریوں سے ڈھانپی ہوئی تھیں اور وہ چیزیں جو مذکورہ عبارت میں ذکر کی گئی ہیں۔ مثلاً ذاتِ صفاتِ الٰہی اور آخرت اور فرشتے کچھ بحث نہ رکھتے تھے اور نہ ان چیزوں کے جاننے کی اُن بڑ باری کی طرف بُلانے والے فنون میں کوئی راہ تھی۔

وہ تو یہی بات بکا کرتے تھے کہ مینہ کب ہوگا، کہاں ہوگا اور پیٹ کا بچہ لڑکی ہے یا لڑکا۔ اور کسب اور تجارتوں کے حال اور یہ کہ ان میں کسے فائدہ ہوگا اور کسے نقصان اور یہ کہ مسافر اپنے گھر پلٹے گا یا وہیں پردیس میں مرجائے گا۔ تو یہ چار چیزیں خاص ذکر کی گئیں۔

بایں معنی کہ یہ چیزیں جن کے علم کا تم اپنے باطل فنون سے ادعا کرتے ہو اِن کا علم تو اُسی بادشاہ جلیل کے پاس ہے بے شک اس کے بتائے اِس کی طرف کوئی راہ نہیں اور اِن چار کے ساتھ علمِ قیامت کو بھی شامل فرمالیا کہ یہ بھی اُنہی باتوں کی جنس سے تھے جن سے بحث کرتے تھے۔ یعنی موت، تو آدمیوں کی موت سے بحث کرتے تھے اور قیامت تمام اہل زمین کی موت ہے۔

اور بے شک جو فن نجوم جانتا ہے اسے معلوم ہے کہ اِس فن کے زعم پر ستاروں کی دلالت عام حادثوں کی بہ نسبت خاص کے بہت زاید ہے اور کسی ایک کے گھر کی خرابی یا ایک شخص کے موت کے لیے ان کے پاس کوئی ایسا قاعدہ نہیں جس پر وہ اپنے زعم میں بھی یقین کرسکیں۔ اس واسطے کہ ستاروں کی نظریں اور جوگ اور باہمی نسبتیں اور دلالتیں جزئی باتوں میں ایک دوسرے کے خلاف پڑتی ہیں بلکہ کسی کے زائچہ پیدائش یا عالم کے زائچہ سال ہیں۔ کم ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ جو ستارہ کسی گھر میں ہو یا اُس کی طرف دیکھ رہا ہو وہ قوت و ضعف کی باہم مزاحمت سے خالی ہو تو اگر ایک طرف سے بدی پر دلالت کرتا ہے تو دوسری جانب سے بھلائی پر اور بس وہ اٹکل دوڑاتے ہیں اور ایک جانب کو ترجیح دیتے ہیں اور جدھر کا پلہ ان کے

نزدیک جھکتا ہے۔ اس پر حکم لگا دیتے ہیں۔ مگر عالم میں انقلاب عام کے لیے ان کے یہاں ایک قاعدہ قرار پایا ہوا استمراری ہے اور وہ قران اعظم ہے۔ یعنی دونوں اُونچے ستاروں زُحل و مشتری کا تینوں بروج آتشی حمل اسد قوس سے کسی کے اوّل میں جمع ہونا جیساکہ زمانہ طوفان حضرت نوح علیہ الصّلوٰۃ والسلام میں تھا اور معلوم ہُوا کہ حساب سے آنے والے قران بھی یونہی معلوم کر سکتے ہیں جیسے گزرے ہُوئے اور یہ کہ وہ کتنے برس کے بعد ہوگا اور کیا ہوگا اور یہ کہ کس بُرج کے کس درجہ بلکہ کس دقیقہ میں ہوگا اور کس طرف ہوگا اور کتنے دنوں رہے گا۔ اور ایک ستارہ دُوسرے کو چھپالے گا یا کُھلا رہے گا۔ اور ان کے سوا اور باتیں اس لیے کہ ستارے تو ایک مضبوط حساب کے باندھے ہوئے ہیں اور یہ زبردست جاننے والے کا اندازہ مقرر فرمایا ہوا ہے تو قیامت کے ذکر سے ان پر توبیخ کنی فرمائی گئی کہ تمہارے اِن علموں کی اگر کچھ حقیقت ہوتی، جیساکہ تمہارا خیال ہے، تو کسی ایک شخص کی موت جاننے سے قیامت کا علم تمہیں زیادہ جلد آجاتا ہے مگر تم نہیں جانتے تم تو یُوں ہی اٹکل دوڑائے جاتے ہو تو اِن پانچ چیزوں کے خاص ذکر کا یہ نکتہ ہے۔ اللہ خوب جانتا ہے اور درستی فکر پر اللہ ہی کی حمد ہے نیز حدیث شریفہ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ چیزیں ہیں جنھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فرما دو آسمان اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا۔

سو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے پانچ چیزوں کے جاننے کے متعلق فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے عام حکم فرمایا ہے اور ہمارا سب پر ایمان ہے اس لیے کہ خاص و عام کی نفی نہیں ہے او غیب جو ہیں اُنھیں بھی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

تو خلاصہ یہ ہُوا کہ اللہ ہی جانتا ہے اس کے سوا کوئی اس کی عطا کے کچھ نہیں جانتا تو بات بھی اسی طرف پلٹے گی جو کہ ائمہ کرام نے تحقیق فرمادی کہ نفی اس کی ہے کہ کوئی بذاتِ خود بے عطائے الٰہی جانے۔ چنانچہ صاحبِ خازن اسی مذکورہ آیت اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃ کے ماتحت فرماتے ہیں:

نزلت فی الحارث بن عمرو	حارث بن عمرو رسول اللہ صلی اللہ
ابن حفصة من اھل البادیه	علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور

اَتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسالہ عن الساعۃ وقتھا وقال ان ارضنا اجربت فقل متی ینزل الغیث و ترکت امرأتی حبلی فمتی تلد ولقد علمت این فبای ارض تموت فانزل اللہ ھٰذہ الاٰیۃ[1]

آپ سے پانچ چیزوں کا سوال کیا اور یہ کہا تھا کہ میں نے کھیتی بوئی۔ خبر دیجیے کہ مینہ کب برسے گا اور میری عورت حاملہ ہے مجھے بتائیے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے۔ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ گزشتہ دن میں نے کیا کیا۔ مجھے یہ بتائیے کہ آیندہ کل کو کیا کروں گا یہ بھی جانتا ہوں کہ کہاں پیدا ہوا۔ مجھے یہ بتائیے کہ کہاں پر مروں گا۔

اس تفسیر سے بھی معلوم ہو گیا کہ ان پانچ چیزوں کے متعلق جب حارثہ بن عمرو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے خود اس کا جواب دیا کہ ان کو وہی جانتا ہے کیونکہ یہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان کے ایسے امور کی خبر دی جائے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت شریفہ نازل فرما کر واضح فرما دیا کہ کفار آیندہ ایسے سوال کرنے کے مجاز نہ رہیں۔ اب مذکورہ آیت انّ اللہ عندہٗ علم الساعۃ کے ماتحت مفسّرین کرام کی تفاسیر کو ملاحظہ فرمائیے۔ چنانچہ صاحب تفسیرات احمدیہ اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:

ولک ان تقول ان علم ھٰذہ الخمسۃ وان لا یعلمھا احدٌ الّا اللہ لکن یجوز ان یعلمھا من یشاء من محبیہ واولیاءہ بقرینہ قولہ تعالیٰ ان اللہ علیم خبیر بمعنی المخبر[2]

اور تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ ان پانچوں کو اگرچہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں اور محبوبوں میں سے جس کو چاہے مطلع فرما دے۔ اس قول کے قرینہ سے کہ اللہ جاننے والا ہے اور بتانے والا ہے (خبیر بمعنے مخبر)

---

[1] تفسیر الخازن [2] تفسیرات احمدیہ

اب جو حدیث مشکوٰۃ شریف میں آتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان پانچ چیزوں کو کوئی نہیں جانتا۔ اور آیت مذکورہ تلاوت فرمائی۔

علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں:

مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ہیچکس اینہا راندانند و آنہا از امور غیب اند کہ جز خدا کسے آنرا نداند مگر آنکہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بوحی والہام مطلع کند[1]

مراد یہ ہے کہ ان امور غیب کو بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے عقل کے اندازے سے کوئی نہیں جان سکتا کیونکہ ان کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ مگر وہ جس کو اللہ اپنی طرف سے وحی یا الہام سے بتادے۔

جلال الملۃ والدین علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ روض النظیر شرح جامع صغیر میں اسی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

اما قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا ھو فمسفر جانہ لا یعلمہا احد بذاتہ ومن ذاتہ الا ھو لکن قد تعلم باعلام اللہ تعالیٰ فان ثمہ من یعلمہا[2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ ان پانچ غیبوں کو کوئی نہیں جانتا۔ اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ بذاتِ خود اپنی ذات سے انھیں اللہ ہی جانتا ہے مگر خدا کے بتائے سے کبھی ان کو بھی ان کا علم ملتا ہے۔

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری المرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث وخمس لا یعلمھن کے تحت فرماتے ہیں:

---

[1] اشعۃ اللمعات ص ۴۴ جز اول مطبوعہ گردید لکھنؤ

[2] روض النظیر شرح جامع صغیر

فمن ادعی علم شیء منها غیر مسند الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان کاذباً فی دعواہ [1]

پس جو شخص ان پانچوں میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ کرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بغیر نسبت کیے ہوئے، تو وہ اپنے دعوئ میں جھوٹا ہے۔

حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

علامہ شنوانی جمع النہایہ میں اسی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں ؛

قد ورد ان اللہ تعالیٰ لم یخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی اطلعہ اللہ علیٰ کل شیء [2]

بے شک وارد ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے خارج نہ کیا، یہاں تک کہ ہر چیز پر مطلع کر دیا۔

سیدی احمد مالکی غوث الزماں سید شریف عبدالعزیز مسعود کتاب الابریز میں فرماتے ہیں ؛

ھو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یخفیٰ علیہ شیء من الخمس المذکورۃ فی الآیۃ الشریفۃ وکیف یخفیٰ علیہ ذٰلک و الاقطاب السبعۃ من امتہ الشریفۃ یعلمونھا وھم دون الغوث فکیف بالغوث فکیف بسید الاولین و الاٰخرین الذی ھو السبب کل شیٔ ومنہ کل شیٔ [3]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ان پانچ مذکورہ میں سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ امور کیونکر مخفی ہو سکتے ہیں حالانکہ آپ کی اُمت شریفہ کے سات قطب ان کو جانتے ہیں۔ پس غوث کا کیا پوچھو۔ پھر حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کہنا جو ہر چیز کے سبب ہیں جن سے ہر چیز ہے۔

---

[1] المرقاۃ شرح مشکوٰۃ

[2] الجمع النہایہ

[3] کتاب الابریز

علامہ ابراہیم بجویری قدس سرہٗ شرح قصیدہ بُردہ شریف میں اسی کے متعلق فرماتے ہیں :

لم یخرج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الدنیا الا بعد ان اعلمہ اللہ تعالیٰ بھذہ الامور الخمسۃ ؎۱	حضور صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا سے تشریف نہ لے گئے بعد اس کے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو ان پانچوں کا علم عطا فرما دیا۔

ان تمام دلائل سے واضح ہو گیا کہ علومِ خمسہ کو بھی حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام جانتے ہیں۔ آیت میں ذاتی کی نفی اور عطائی کا ثبوت واضح ہے۔ مناسب سمجھتا ہوں کہ اب ان پانچوں چیزوں کو قرآنی آیات، احادیث صحیحہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باعلامِ خداوندی یہ علوم ہونا علیحدہ علیحدہ پیش کروں۔

علمِ قیامت اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو باعلامِ خداوندی علم وقوع قیامت حاصل ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے علم سے بے علم خیال کیا تو قرآن کی کئی آیات واحادیث صحیحہ کا انکار لازم آتا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ بعض امور ایسے ہیں جو کہ عام نہیں بیان کیے جاتے جس میں ایک خاص وقوع قیامت ہے اگر اس کا وقت عوام کو معلوم ہو جائے تو مقصد قیامت نہیں رہتا۔

چنانچہ آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے کہ آیا علم قیامت اللہ تعالیٰ نے کسی کو عطا فرمایا ہے یا کہ نہیں :

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ؎۲	غیب کا جاننے والا وہی ہے وہ اپنے خاص غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا، ہاں مگر اپنے رسولوں میں سے جس کو پسندیدہ فرما لیتا ہے۔

؎۱ شرح قصیدہ بُردہ شریف ؎۲ پ ۲۹، ع ۱۱، سورۃ جن

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے الغیب کی نسبت اپنی طرف کر کے اپنے تمام غیب کے عالم ہونے کا ثبوت بیان فرمایا ہے اور اس کے بعد اپنے خاص رسول کو غیب کا علم عطا فرمانے پر علیٰ غیبہٖ فرمایا ہے تو غیبہٖ ضمیر کا مرجع الغیب رکھا ہے۔ اور الغیب' ال جنس کا ہے یہ تو ثابت ہو گیا کہ الغیب سے جب تمام غیوب کا عالم ہونا خدا تعالیٰ نے اپنے لیے بیان فرمایا ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ غیبہٖ کا مرجع الغیب ہُوا تو اس کے معنے یہ ہوئے کہ وہ اپنے خاص رسول کو کُل غیبوں کا علم عطا فرما دیتا ہے۔ جب کُل غیبوں کا علم اپنے خاص رسول کو عطا فرما رہا ہے تو کیا اس میں قیامت کا علم نہ ہوا۔ قیامت کا علم بھی اُنہی غیوب میں داخل ہے۔

چنانچہ علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ القوی اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:

آنچہ بہ نسبت ہمہ مخلوقات غائب است غائب مطلق است مثل وقت آمدن قیامت و احکام تکونیہ و شرعیہ باری تعالیٰ در ہر روز و ہر شریعت و مثل حقائق ذات و صفات او تعالیٰ علیٰ سبیل التفصیل ایں قسم را غیب خاص او تعالیٰ نیز می نامند فلا یظھر علیٰ غیبہٖ أحدًا پس مطلع نمی کند بر غیب خاص خود ہیچکس را مگر کسے راکہ پسند می کند و آں کس رسول باشد خواہ از جنس ملک و خواہ از جنس بشر مثل حضرت مصطفیٰ علیہ السلام اورا اظہار بعضے از غیوب خاصۂ خود می فرماید۔[1]

جو چیز تمام مخلوقات سے غائب ہو وہ غائب مطلق ہے جیسے قیامت کے آنے کا وقت اور روزانہ اور ہر شریعت کے پیدائشی اور شرعی احکام اور جیسے خدا کی ذات وصفات بر طریق تفصیل اس قسم کو رب کا خاص غیب کہتے ہیں۔ پس اپنے خاص غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ اُس کے سوا جس کو پسند فرمالے اور وہ رسول ہوتے ہیں خواہ فرشتے کی جنس سے ہوں یا انسان کی جنس سے جیسے حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُن پر اپنے بعض[2] خاص غیب ظاہر فرماتا ہے۔

---

[1] التفسیر عزیزی پارہ ۲۹ [2] ہماری مخلوق کے علوم جمع ہو کر بھی خدا کے علم سے بعض کیا بلکہ ایک قطرہ بھی نہیں۔ جیسا کہ گزشتہ ابتداء عقیدہ اہلسنت کے باب میں بیان ہو چکا ہے۔

شاہ صاحبؒ کی تفسیر سے صاف واضح ہوگیا کہ عالم الغیب فلا یظہر علیٰ غیبہٖ سے خدا تعالیٰ کے خاص غیب مراد ہیں جو کسی پر ظاہر نہیں فرماتا۔ لیکن الا من ارتضٰی من رسول رسولوں میں جس کو پسند فرمالیتا ہے انہیں اس خاص غیب سے مطلع فرما دیتا ہے۔ تو خاص غیب ایک قیامت کے آنے کا وقت بھی ہے۔ تو ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت آنے کے وقت سے بھی مطلع فرما دیا ہے۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

علامہ علاؤ الدین صاحبِ تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

الا من یعطفیہ لرسالتہٖ و نبوتہٖ فیظھر علیٰ مایشاء من الغیب حتی یستدل علیٰ نبوتہ بما یجز بہ من المغیبات فیکون معجزۃ لہ[1]

یعنی خدا جس کو اپنی رسالت اور نبوت کے لیے انتخاب کرے اور جس پر وہ چاہے اُس پر وہ غیب کا اظہار فرما دیتا ہے تاکہ ان مغیبات سے جن کی وہ خبر دیتے ہیں ان کی نبوت کچھ دلیل پکڑی جائے اور یہ ان کا معجزہ ہوتا ہے۔

اِس تفسیر سے بھی واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ رسولوں میں جس کو پسند فرمالیتا ہے اُنھیں غیب کا علم عطا فرما دیتا ہے اور یہ غیب خاص ہے جس میں قیامت کا علم ہونا بھی شامل ہے۔

قیامت کی آمد کے متعلق قرآن کریم کی بے شمار آیات اور احادیث کثیرہ میں اس قدر اشارات موجود ہیں کہ ان کا احصا مشکل ہے جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے متعلق پورا علم خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باوجود جاننے کے بعض امور کے کتمان پر مامور تھے اور بعض کے اظہار پر مامور تھے۔ بعض اسرارِ الٰہیہ خواص کو بتائے گئے اور عوام سے چھپائے گئے اور بعض اسرار سربمہر رکھ دیے گئے کہ جو اِن کے اہل ہوں وہ معلوم کرلیں اور نااہل کی چشم سے پوشیدہ ہی رہیں مثال:

---

[1] التفسیر خازن

کے طور پر قرآن مجید میں حروف مقطعات کو ہی لے لیجئے۔ اِن کے مطالب سے راسخون فی العلم ہی آگاہ ہیں اور دُوسرے ان رموز سے واقف نہیں۔ جیسا کہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی مدارج النبوت میں تحریر فرمایا ہے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو ایک علم ایسا عطا کیا گیا ہے جو کسی کو نہیں دیا گیا کیونکہ اس کے کتمان کا حکم دیا گیا ہے اس لیے کسی اور سے یہ برداشت نہیں ہو سکتا۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ جس مخبر صادق آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی تمام علامات بیان فرمائی ہیں وہ علم وقوع قیامت سے لاعلم ہیں۔ چنانچہ صاحب تفسیر صاوی آیہ یسئلونك عن الساعة کے تحت فرماتے ہیں:

المعنیٰ لایفید علمه غیره تعالیٰ. فلا ینافی ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یخرج من الدنیا حتی اطلعه ما کان وما یکون وما هو کائن ومن جملة علم الساعة[1]

معنٰی یہ ہے کہ قیامت کا علم خدا کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ پس یہ آیت اس کے خلاف نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ ان کو تمام گزشتہ و آیندہ واقعات پر مطلع فرما دیا جن میں قیامت کا علم بھی ہے۔

صاحبِ تفسیر صاوی کی عبارت سے واضح ہو گیا کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم ہے کہ کب آئے گی۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

علمِ عقائد کی معتبر کتاب "شرح مقاصد" میں آیت عالم الغیب تا الامن ارتضیٰ من رسول کے تحت یوں درج ہے ملاحظہ فرمائیے:

الخامس من الاعتراضات المعتزلة المنکرین لکرامة الاولیاء

معتزلہ جو اولیاء کرام کی کرامات کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ الّا من

---

[1] التفسیر صاوی

قولہ تعالیٰ عٰلم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبہٖ احداً الا من ارتضیٰ من رسول الآیہ خص الرسل من بین المرتضین باطلاع علی الغیب فلا یطلع غیرھم وان کانوا اولیاء مرتضین۔ والجواب من اھل السنۃ ان الغیب ھٰھنا لیس العموم بل مطلق او معین ھو وقت وقوع القیامۃ بقرینۃ السباق ولا یبعد ان یطلع علیہ بعد الرسل من الملٰئکۃ او الرسل فیصح الاستثناء متصلا۔[1]

ارتضیٰ من رسول سے صرف رسل کے لیے علم غیب ثابت ہو سکتا ہے اولیاء اللہ کے لیے نہیں۔ تو اہلسنت کی طرف سے جواب یہ ہے کہ یہاں غیب سے مراد عام غیب نہیں بلکہ مطلق یا معین علم وقوع قیامت ہے کیونکہ یہاں سے آیت شریفہ قیامت کے ذکر میں چلی آ رہی ہے لہٰذا بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ بعض رسل و ملائکہ یا رسولوں میں سے مطلع فرمادے غیب پر، پس استثناء متصل صحیح ہوا۔

شرح مقاصد کی عبارت سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض ملائکہ اور پسندیدہ رسول کو وقوعِ قیامت کا علم عطا فرمادیا ہے۔ دُوسری بات یہ معلوم ہُوئی کہ زمانۂ قدیم کے اہلِ سنّت اور معتزلہ دونوں فریق اس بات پر متفق تھے کہ آیت میں استثناء الا من ارتضیٰ کا متصل ہے اور انبیاء کرام کے لیے علمِ غیب عطائی کا قول صحیح ہے اور علم وقوع قیامت بھی ان میں جس کو پسند فرمالیتا ہے مطلع فرما دیتا ہے۔ گویا اس زمانہ کے دیوبندیوں وہابیوں سے بدرجہا بہتر تھے۔ اس زمانہ کے دیوبندی تو علمِ غیب انبیاء کرام علیہم السلام کے بالکل ہی منکر ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے بعض مولویوں نے اپنے رسالوں میں عالم الغیب فلا یظہر علیٰ غیبہٖ احداً کے آگے آیت شریفہ ہی ذکر نہیں کی۔ اور بعض نے بڑی ڈھٹائی اور دیدہ دلیری سے

---

[1] شرح مقاصد، جزء الثانی، ص ۲۵۰

استثناء منقطع لکھ دیا ہے تو بھی مطلق علم کی نفی ہو جائے گی۔ دیکھیے عداوت الرسول سے ان لوگوں کے سینے کس طرح لبریز ہیں۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

امام قسطلانی نے ارشاد الساری میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

ولا یعلم متٰی تقوم الساعۃ احدٌ	اور نہیں جانتا کوئی کہ قیامت کب ہوگی
الا من ارتضٰی من رسولٍ فانہٗ	مگر رسولوں میں جس کو چُن لیتا ہے پس
یطلع علٰی من یشاءُ من غیبہٖ	بے شک اس کو مطلع فرما دیتا ہے جس کو
والولیّ تابعٌ لہٗ یاخذ عنہ [1]	چاہے اس غیب پر، اور ولی بھی تابع
	اس سے یہ علم ماخوذ کر لیتے ہیں۔

ان تمام دلائل سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وقوعِ قیامت کا علم ہے نیز قرآن کریم کی ایک آیت یا کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کا علم نہیں دیا گیا۔ یہ نفی تو ہرگز ہرگز نہیں۔ ولیس من شرط النبی ان یعلم الغیب بغیر تعلیم من اللہ تو پھر یہ محض دشمنی رسول کی بنا پر کہنا کہ آپ کو قیامت کا علم نہیں تھا کس قدر ظلم ہے اور ابھی انشاءاللہ آئندہ کئی احادیث آئیں گی۔

اب ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو بھی قیامت کا علم ہے یا کہ نہیں۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ	اور جب صور پھونکنے والا صور پھونکے گا
فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ	تو سب بیہوش ہو جائیں گے جتنے آسمان
اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ط ثُمَّ نُفِخَ	اور زمین میں ہیں اور پھر صور پھونکے گا
فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ	دوبارہ جبھی وہ دیکھتے کھڑے ہو جائیں گے
يَّنْظُرُوْنَ۔ [2]	

---

[1] ارشاد الساری وہکذا صحیح البخاری۔ جزء الثانی ص ۶۸۱

[2] پ ۲۴، ع ۴، س زمر

اس آیت شریفہ سے معلوم ہُوا کہ صاحبِ صور حضرت سیدنا اسرافیل علیہ السلام قیامت سے پہلے صور پھونکیں گے۔ اگر حضرت اسرافیل علیہ السلام کو وقتِ قیامت معلوم نہ ہو تو پھر صور کیسے پھونک سکتے ہیں۔

دُوسری آیت ملاحظہ فرمائیے:

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ[1]

کان لگا کر سنو جس دن پکارنے والا پکارے گا ایک پاس جگہ سے۔

چنانچہ اسی آیت کے تحت صاحبِ تفسیر خازن فرماتے ہیں:

قال المفسرون المنادی ھو اسرافیل یقف علیٰ صخرة بیت المقدس فینادی بالحشر فیقول یا ایتھا العظام البالیة والاوصال المتقطعة واللحوم المتفرقة والشعور المتفرقة ان اللہ یامرکن ان تجمعن لفصل القضاء۔[2]

مفسرین نے کہا ہے کہ منادی سے مراد حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں جو صخرہ بیت المقدس سے قیامت سے قبل یہ نداء فرمائیں گے اے گلی ہوئی ہڈیو، بکھرے ہوئے جوڑو، ریزہ ریزہ شدہ گوشت، پراگندہ بالو! اللہ تعالیٰ تمہیں فیصلہ کے دن جمع ہونے کا حکم دیتا ہے۔

اس آیت و تفسیر سے یہ معلوم ہو گیا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام قیامت سے قبل یہ نداء کریں گے اور صور پھونکیں گے۔ اس سے یہ ثابت ہُوا کہ قیامت کے وقت کا علم حضرت اسرافیل علیہ السلام کو ہے۔ اگر بقول مخالفین کسی کو قیامت کے وقوع کا علم نہیں تو کیا جب قیامت آئے گی اس وقت پہلا صور پھونکا جائے گا، ہرگز نہیں۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا جبکہ ایک مقرب فرشتہ صاحبِ صُور کو وقوعِ قیامت کا علم ہے تو کیا حضور

---

[1] پ ۲۶، ع ۱۶، س ق

[2] التفسیر الخازن

سیدالانس والجان کو وقوعِ قیامت کا علم نہیں ہو سکتا۔

۵

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار اُن سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

الحمدُللہ ان تمام دلائل صحیحہ سے ثابت ہوگیا کہ حضور آقا یوم النشور علیہ الصلوٰۃ و السلام کو وقوعِ علمِ قیامت باعلامِ خداوندی حاصل ہے۔ اگر اس کے باوجود مخالف صاحب انکار ہی میں رہیں تو وہ اپنا ٹھکانا سوچ رکھیں۔

اب علمِ غیث کہ بارش کب ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہونا ملاحظہ فرمائیے۔

علمِ غیث اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

آیت مذکورہ وینزل الغیث سے استدلال کہ بارش کب ہوگی اس کو اللہ ہی جانتا ہے۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی کو عطا نہیں فرمایا تو یہ بالکل غلط ہے اور آیاتِ قرآنی کا انکار لازم آئے گا۔ چنانچہ سب سے قبل یہ ملاحظہ فرمائیے کہ علمِ غیث بھی اللہ تعالیٰ نے کسی کو عطا فرمایا ہے یا کہ نہیں۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا۔[۱]	قسم ہے ان کی کہ باقاعدہ صف باندھیں اور پھر ان کو جھڑک کر چلائیں۔

چنانچہ صاحب تفسیر معالم التنزیل اسی آیت شریفہ کے تحت فرماتے ہیں:

یعنی الملٰٓئکۃ تزجر السحاب وتسوقہ الخ واما میکائیل مؤکل بالمطر والنبات	یعنی ملائکہ ابر بادل کو چلاتے اور حضرت میکائیل علیہ السلام بارش کے برسانے اور سبزہ

---

[۱] پ ۲۳، ع ۵، س الصّٰٓفّٰت

والارزاق[1] اورپھلوں کے اُگانے اور رزق پر متعین ہیں۔

قرآن کریم کی آیت شریفہ اور تفسیر سے صاف واضح ہوگیا کہ حضرت سیدنا میکائیل علیہ السلام مقرب فرشتہ کو یہ علم ہے کہ بارش کب برسانی ہے اور کب نہیں برسانی۔ اگر اُن کو قبل بارش کے برسانے کا علم نہ ہو تو وہ بارش کو برسا کیسے سکتے ہیں۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ جب فرشتہ مقرب کو یہ علم عطا کر دیا ہے کہ بارش کب ہونی ہے تو کیا حضور سید العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علم نہیں عطا کیا جا سکتا؟

چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بارش سے قبل یہ فرمانا کہ بارش ہوگی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علاماتِ قیامت بیان فرماتے ہوئے بارش کے متعلق ارشاد فرمایا:

ثُمَّ یُرْسِلُ اللّٰہُ مَطَرًا لَّا یَکُنُّ مِنْهُ بَیْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ[2]

پھر اللہ تعالیٰ ایک عالمگیر مینہ بھیجے گا (برسائے گا) جس سے کوئی کچّا مکان اور خیمہ نہیں بچے گا۔

دُوسری حدیث شریف میں اس طرح ہے:

ثم یرسل اللہ مطراً کانّہ الطّل فینبت منه اجساد النّاس۔[3]

پھر بارش ہوگی۔ گویا کہ وہ شبنم ہے پس اس مینہ سے آدمیوں کے جسم اُگیں گے۔

ان دونوں احادیث مبارکہ سے آفتاب کی طرح واضح ہوگیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] التفسیر معالم التنزیل

[2] مشکوٰۃ، ص ۴۷۴

[3] حدیث مشکوٰۃ باب لا تقوم الساعۃ الا علی شرار الناس۔

نے بارش ہونے کی خبر قبل از وقت سُنائی اور برسوں پہلے اس سے صاف ثابت ہوگیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیث بھی حاصل ہے کہ کب بارش ہونی ہے۔

اب یہ بھی خیال رکھیے کہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بدولت یہ دولت آپ کے خادموں کو بھی میسّر ہے۔

چنانچہ صاحبِ تفسیر عرائس البیان آیۃ مذکورہ وینزل الغیث کے ماتحت فرماتے ہیں:

ولکن کثیرا ما سمعت من الاولیاء یقول یمطر السماء غدًا او لیلا یمطر کما قال سمعنا ان یحیٰی بن معاذ کان راس قبر ولی وقت دفنه وقال لعامة من حضروا ان ھٰذا الرجل من اولیاء الله الٰھی انکنت صادقًا فانزل علینا المطر قال الراوی فنظرت الی السماء وما رأیت فیھا راحة سحاب فانشأ الله سبحانه صبحابة مثل ترس فمطرت فرجعنا مبتلین[1]	خلاصۂ کلام یہ ہے کہ میں نے اولیاء سے بہت سُنا ہے کہ کل کو مینہ برسے یا رات کو۔ پس برستا ہے یعنی اُسی روز کو جس روز کی انہوں نے خبر دی ہے اور ہم نے سُنا ہے کہ یحیٰی بن معاذ ایک ولی کے دفن کے وقت قبر پہ موجود تھے اور انھوں نے عام حاضرین سے کہا کہ یہ شخص یعنی جو دفن کیے گئے ہیں ولی ہیں۔ اور یا الٰہی! اگر میں سچّا ہوں تو مینہ برسا دے۔ راوی نے کہا کہ میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو بادل کا پتا نہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے بادل پیدا کر کے مینہ برسایا کہ ہم لوٹ کر بھیگے ہوئے آئے۔

ان تمام دلائل سے ثابت ہوگیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو بھی بارش کے برسنے کا علم

---

[1] التفسیر عرائس البیان

حاصل ہے اور آپ کی بدولت اولیاء کرام کو بھی بارش برسنے کا علم ہے۔

مخالف صاحبان کے اس قول باطل کا ردّ ہوگیا کہ علم ینزل الغیث کسی کو نہیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو مینہ برسنے کا علم عطا فرماتا ہے۔ اب علمِ ما فی الارحام (ماں کے پیٹ میں کیا ہے) کی تحقیق ملاحظہ فرمائیے کہ کیا یہ علم بھی کسی کو اللہ تعالےٰ نے عطا فرمایا ہے یا کہ نہیں۔

علمِ مَا فِی الاَرحَام

اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم

آیت میں ویعلم ما فی الارحام (کہ جانتا ہے جو ماں کے پیٹ میں ہے) سے بھی اگر یہ مراد لیا جائے کہ فی الارحام کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ تو بھی صریح ظلم ہے۔

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ	فرشتہ جبرائیل علیہ السلام نے
لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ؕ[1]	فرمایا کہ میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں
	تاکہ دوں تجھے ایک پاک لڑکا۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ حضرت سیّدنا جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔ ایک تو یہ ہے کہ رحم میں کوئی چیز ٹھہر جائے تو جان لینا۔ لیکن کمال یہ ہے کہ ابھی رحم میں وہ چیز بھی نہیں آئی جس کی خبر ایک فرشتہ مقرب دے رہے ہیں۔ انھیں علم ہے کہ ان کے ہاں لڑکا ہوگا۔

اسی طرح دوسری آیت ملاحظہ فرمائیے:

قَالُوْا لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوْهُ	کہا ان فرشتوں نے کہ نہ خوف کیجئے اور

---

[1] پ ۱۶، ع ۴، س مریم

بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ[1] خوشخبری ہو آپ کو علم والے لڑکے کی۔

اِس آیت شریفہ سے بھی واضح ہو گیا کہ ملائکہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت سیّدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی۔

معلوم ہوا کہ ملائکہ کو ماں کے رحم میں کسی چیز کے قرار نہ پانے کے باوجود بھی یہ علم ہے کہ ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔

چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فی الارحام کی خبر دینا بھی حدیث صحیحہ سے ملاحظہ فرمائیے۔

ام الفضل بنت حارث سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رأیت خیراً تلد فاطمۃ ان شاء اللّٰہ غلاماً یکون فی حجرک فولدت فاطمۃ الحسین[2]	پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تُو نے جو دیکھا بہتر دیکھا انشاءاللہ میری فاطمہؓ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری گود میں رہے گا۔ تو پس پیدا ہوئے حضرت فاطمہؓ کے ہاں حضرت حسین (رضی اللہ عنہ)۔

اس حدیث شریفہ سے معلوم ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ما فی الارحام کا علم ہے۔

ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے:

عن انس قال مات ابنٌ لابی — حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ابو طلحہ کا بیٹا

---

[1] پ ۲۶، ع ۱۸، س الذّٰریات

[2] حدیث مشکوٰۃ باب مناقب اہلبیت ص ۵۷۲

طلحة من أم سليم فقالت لأهلها لا تحدثوا أبا طلحة بابنه حتى أكون أنا أحدثه قال فجاء فقربت إليه عشاء فأكل وشرب قال ثم تصنعت له أحسن ما كان تصنع قبل ذلك فوقع بها فلما رأت أنه قد شبع وأصاب منها قالت يا أبا طلحة أرأيت لو أن قوما أعاروا عاريتهم أهل بيت فطلبوا عاريتهم ألهم أن يمنعوهم قال لا قالت فاحتسب ابنك قال فغضب فقال تركتني حتى تلطخت ثم أخبرتني بابني فانطلق حتى أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فأخبره بما كان فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم بارك الله لكما في غابر ليلتكما قال فحملت۔

(حدیث مسلم شریف باب فضائل ام سلیم)

جو ام سلیم کے پیٹ سے تھا فوت ہوگیا۔ انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا ابوطلحہ کو خبر نہ کرنا اُن کے بیٹے کی۔ جب تک کہ میں خود نہ کہوں۔ آخر ابوطلحہ آئے ام سلیم شام کا کھانا سامنے لائیں انھوں نے کھایا اور پیا۔ پھر ام سلیم نے اچھی طرح بناؤ اور سنگھار کیا، ان کے لیے یہاں تک کہ انھوں نے جماع کیا اُن سے۔ جب اُمّ سلیم نے دیکھا کہ وہ سیر ہو گئے اور ان کے ساتھ صحبت بھی کر چکے۔ اُس وقت انہوں نے کہا اے ابوطلحہ اگر کچھ لوگ اپنی چیز کسی گھر والوں کو مانگنے پر دیویں پھر اپنی چیزیں مانگیں تو کیا گھر والے اس کو روک سکتے ہیں۔ ابوطلحہ نے کہا نہیں روک سکتے۔ ام سلیم نے کہا تو میں تم کو خبر دیتی ہوں تمہارے بیٹے کے فوت ہو جانے کی۔ یہ سن کر ابوطلحہ غصے ہوئے اور کہنے لگے تو نے مجھ کو خبر نہ کی یہاں تک کہ میں آلودہ ہُوا اب مجھ کو خبر کی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے تمہاری گزری ہوئی رات میں اُم سلیم حاملہ ہوگئیں۔

اس حدیث شریفہ سے واضح ہوگیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شوہر اور زوجہ کے رات والے واقعہ کا بھی علم تھا اور رحم میں علقہ ٹھہر جانے کا علم تھا۔ تو جبھی فرمایا کہ تم کو مبارک ہو۔ چنانچہ اِس طویل حدیث کے آخر میں ہے: فولدت غلاماً کہ ام سلیم کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ جس کی خبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے سے فرمادی۔

ثابت ہوا کہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ما فی الارحام کا علم ہے۔ یہ تو بہت بڑا بلند مقام ہے ذرا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کو بھی ما فی الارحام کا علم ہونا ملاحظہ فرمائیے

واخرج مالك عن عائشة ان
ابا بكر نحلها جاد عشرين وسقا
من ماله بالغابة فلما حضرته
الوفاة يا بنية والله ما من
الناس احد احب الى غنى منك
ولا اعز على فقرا بعدى منك و
انى كنت نحلتك جاد عشرين
وسقا فلو كنت جددته واحترزته
كان لك وانما هو اليوم مال
وارث وانما هو اخواك و
اختاك فاقسموه على كتاب
الله فقالت يا ابت لو كان كذا
وكذا لتركته انما هي اسماء
فمن الاخرى قال ذو بطن
ابنة خارجة اراها جارية
واخرجه ابن سعد وقال في
آخره قال ذات بطن ابنة

کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے
مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
نے ان کو ایک درخت کھجور کا دے دیا
تھا جس سے بیس وسق کھجوریں حاصل
ہوتی تھیں۔ جب ان کی وفات کا وقت
قریب آیا تو انہوں نے حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے
بیٹی! خدا کی قسم مجھے تیرا غنی ہونا بہت
پسند ہے اور غریب ہونا بہت ناگوار۔
اس درخت سے اب تک جو کچھ تم نے
نفع اٹھایا ہے وُہ تمہارا تھا۔ لیکن
میرے بعد یہ مال وارثوں کا ہے
اور وارث تمہارے صرف دو بھائی
اور دونوں بہنیں ہیں۔ اِس ترکہ کو
موافق حکم شرع کے تقسیم کر لینا۔ حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایسا
ہو سکتا ہے لیکن میری تو صرف ایک

خارجہ فذا لقی فی رادعی انہا جاریہ فاستوس بہا خیرا فولدت ام کلثوم۔
(تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۶۱)

بہن اسماء ہی ہیں۔ آپ نے دوسری کون سی بتادی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک تو اسماء ہیں دوسری اپنی ماں کے پیٹ میں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ لڑکی ہے۔ پس ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

۔ فرمایئے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ما فی الارحام کا علم ہے جنھوں نے یہ خبر دے دی کہ میری بیوی بنت خارجہ جو حاملہ ہیں ان کے ہاں لڑکی پیدا ہوگی۔ چنانچہ ام کلثوم ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں پیدا ہوئیں۔

یاد رہے کہ یہ مذکورہ واقعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق دیوبندی جماعت کے راہنما مولوی اشرف علی تھانوی نے کرامات صحابہ میں درج کیا ہے۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمایئے کہ غلامانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ما فی الارحام کا علم ہے۔ حضرت علامہ کمال الدین دمیری حیوٰۃ الحیوان میں فرماتے ہیں:

وعن ابی لہیعۃ عن ابی الاسود عن عروۃ قال لقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا من البادیۃ وھو متوجہ الیٰ بدر لقیہ بالروحا فسئلہ القوم عن الناس فلم یجدوا عندہ خبرا فقالوا لہ سلم علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اخیکم رسول اللہ فقالوا نعم فجاؤ سلم علیہ ثم قال ان کنت رسول اللہ

خلاصہ

اس طویل عبارت کا مختصر خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے۔ سلمہ نے کہا اس اعرابی سے کہ ایسی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

فاخبرنی عما فی بطن ناقتی هٰـذہ
فقال له سلمة بن سلامه بن وقش
وکان غلاماً حدثا لا تسئل رسول
الله صلی الله علیه وسلم و
اقبل علی فانا اخبرك عن ذٰلك
نزوت علیها ففی بطنها فقـال
رسول الله صلی الله علیه وسلم
افحشت الرجل ثم اعرض عنه
رسول الله صلی الله علیه وسلم
فلم یکلم بکلمة واحدة حتی قفلوا
واستقبلهم المسلمون بالروحاء
ینهونهم فقال سلمة یا رسول الله
ما الذی یهنوك والله ان رأینا
الا عجائز صلعا کالبدن
المعقلة فنحرنها فقال رسول
الله صلی الله علیه وسلم
ان لکل قوم فراسة وانما یعرفها
الاشراف - رواہ الحاکم فی
المستدرك وقال هٰذا صحیح
مرسل وحکاہ ابن هشام فی
سیرته (حیوٰة الحیوان
علامه دمیری رح)

نہ پوچھو میری طرف متوجہ ہو میں
تجھے خبر دیتا ہوں کہ اس کے
پیٹ میں تیری حرکت نالائق کا
نتیجہ ہے - رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا : خاموش۔
اور وہ اعرابی حیرت میں رہ گیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے نو عمر صحابی

نے پیٹ کا حال بتا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کا یہ سوال سن کر خاموشی فرمائی تاکہ اس کی نالایق حرکت کا پردہ فاش نہ ہو۔ لیکن اس نے اعرابی کو یہ بتا دیا کہ اس اونٹنی کے پیٹ میں کس کا علقہ ہے۔

حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام (فداہ ابی وامی) کی رؤف رحیمی پہ قربان جنہوں نے علم ہونے کے باوجود اس اعرابی کا پردہ فاش کرنا مناسب نہ سمجھا۔

حضرت سلمہ صحابی رضی اللہ عنہ کا یہ خبر دے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ آقائے دو عالم کے علم کی شان تو بہت بلند ہے لیکن ان کی بدولت غلاموں کو بھی ما فی الارحام کا علم ہوتا ہے یہی وجہ تھی کہ اعرابی حیران ہو گیا۔

اب جو لوگ یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو ما فی الارحام کا علم عطا نہیں فرماتا۔ معلوم نہیں کہ وہ ان احادیث کا کیا جواب دیں گے۔ ہاں جب ان کے پاس کوئی جواب نہ ہو تو یہی ایک جواب دیتے ہیں کہ ایسا عقیدہ رکھنے والے تمام مشرک ہیں حالاں کہ اس کی کوئی صریح دلیل پیش نہیں کر سکتے۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بستان المحدثین میں فرماتے ہیں:

نقل می کنند کہ والد شیخ ابن حجر را فرزند می زلیست کشیدہ خاطر بحضور شیخ رسید۔ شیخ فرمود از پشتِ تو فرزندی خواہد بر آمد کہ بعلم دنیا را پُر کند۔

(بستان المحدثین ص ۱۱۴)

یعنی شیخ ابن حجر عسقلانی کے والد ماجد کی اولاد زندہ نہیں رہا کرتی تھی۔ ایک روز رنجیدہ ہو کر اپنے شیخ کے حضور میں پہنچے۔ شیخ نے فرمایا کہ تیری پشت میں سے ایسا فرزند ارجمند پیدا ہو گا کہ جس کے علم سے دنیا بھر جائے گی۔

چنانچہ ابن حجر پیدا ہوئے۔

صاحب تفسیر عرائس البیان آیت و یعلم ما فی الارحام کے ماتحت فرماتے ہیں:

وسمعت ایضاً من بعض الاولیاء اللہ انہ اخبر ما فی الرحم من ذکر وانثیٰ ورأیت بعینی ما اخبرہ (التفسیر عرائس البیان)

میں نے بعض اولیاء اللہ سے یہ بھی سنا کہ انہوں نے ما فی الرحم کی خبر دی کہ پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ اور میں نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا کہ انہوں نے جیسی خبر دی ویسا ہی وقوع میں آیا۔

ان تمام دلائل سے ثابت ہوگیا کہ ملائکہ، صحابہ اور اولیاء اللہ کو بھی ما فی الارحام کا علم عطا ہوتا ہے تو پھر حضور سید الاولین والآخرین سے یہ علم کیونکر مخفی رہ سکتا ہے جبکہ وہ تمام مخلوقات سے افضل اور اعلم ہیں۔

علم ما فی غداً اور مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم

آیت میں ہے:

ماذا تکسب غداً۔ — کسی کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا۔

اس سے بھی اگر یہ کہا جائے کہ علمِ غداً کسی کو اللہ تعالیٰ نے عطا نہیں فرمایا تو بھی یہ سخت توہین خداوندی ہے۔ علمِ غداً بتعلیم الٰہی حاصل ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ فرمائیے:

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا [1]

قسم ہے ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں اور نرمی سے بند کھولیں اور آسانی سے پیریں۔ پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں پھر کام کی تدبیر کریں۔

---

[1] پ ۳۰، ۲۴، س والنزعٰت۔

اس آیت شریفہ میں مدبرات امراً سے یہ معلوم ہوگیا کہ جو ملائکہ مقربین تدبیر پر متعین ہیں ان کو یہ علم ہے کہ کل کیا ہونا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف سے اس کی تصدیق ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان یخلق احدکم یجمع فی بطن امہ اربعین یوماً نطفۃ ثم یکون مضغۃ ثم یکون علقۃ مثل ذالک ثم یبعث اللہ الیہ ملکا باربع کلمات فیکتب عملہ و اجلہ ورزقہ وشقی او سعید ثم ینفخ فیہ الروح[1]

تحقیق تم میں سے ہر ایک کی پیدائش کی صورت یہ ہے کہ چالیس دن نطفہ کو پیٹ کے اندر رکھا جاتا ہے۔ پھر یہ نطفہ جمے ہوئے خون کی شکل میں تبدیل ہو کر چالیس دن تک رہتا ہے۔ پھر چالیس دن گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے اس کے بعد خدا تعالیٰ اس مضغہ کے پاس ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے جو اس کے اعمال، موت کا وقت اور ذریعہ رزق اور اس کا شقی یعنی بدبخت و سعید یعنی نیک ہونا لکھتا ہے۔ پھر اس مضغہ میں رُوح پھونکی جاتی ہے۔

اس حدیث شریفہ سے بخوبی واضح ہوگیا کہ فرشتے کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کب تک زندہ رہے گا اور کیا عمل کرے گا۔ اس کو رزق کس ذریعہ سے ملے گا۔ کل تو درکنار تمام عمر کے احوال سے خبردار ہوتا ہے۔

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی کل کی خبر دینا ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

---

[1] المشکوٰۃ شریف باب الایمان والقدر۔ ص ۲۰

قال یوم خیبر لاعطین ہٰذہ الرایۃ غداً رجلا یفتح اللہ علی یدیہ یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ [1]

کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر میں کہ میں کل یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا اور وہ شخص اللہ ورسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ ورسول اس شخص کو دوست رکھتے ہیں۔

چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ما فی غداً کا علم ہے۔ جبکہ ملائکہ مقربین کو کل کی خبر ہے تو حضور آقاء دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ امر کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم بای ارضٍ تموت (کہ کب کوئی مرے گا اور کہاں مرے گا) کا علم ہونا ملاحظہ فرمائیے۔

علم بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

آیت. بای ارض تموت (کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں پر مرے گا) یہاں بھی اس علم کے عطا ہونے کی نفی نہیں ہے۔ بلکہ یہ علم بھی اللہ تعالیٰ کا اپنے خاص محبوبوں کو عطا فرمانا ثابت ہے۔

چنانچہ آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے:

قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ [2]

فرما دیجئے کہ تمہاری موت کے لیے ملک موت ہے جو کہ تمہیں مارتا ہے اور تم سب نے اسی کی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

---

[1] المشکوٰۃ باب مناقب علی بن ابی طالب ص ۵۶۳

[2] پ ۲۱، ع ۳، س سجدہ

… یہ شریفہ سے معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا عزرائیل علیہ السلام ملک الموت جانوں کے قبض کرنے والے ہیں۔ اور جان بھی جبھی قبض کر سکتے ہیں جبکہ معلوم ہو کہ جس کی موت آنی ہے وہ کہاں ہے اور اس کا وقت کب متعین ہے۔ ثابت ہوا کہ ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام کو ہر ایک کے مرنے کا وقت اور مرنے کی جگہ معلوم ہے۔ لہذا بایّ ارضٍ تموت کو جانتے ہیں۔

اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بایّ ارضٍ تموت کا علم ہونا حدیث شریفہ سے ملاحظہ فرمائیے:

قال عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یریٰنا مصارع اھل بدرٍ بالامس ویقول ھٰذا مصرع فلانٍ غداً ھٰذا مصرع فلان غد ان شاء اللہ قال عمر الذی بعثہ بالحق ما اخطاؤ الحدود التی حدّھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے ایک روز قبل ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مقامات دکھا دیے جہاں پر وہ کفار قتل کیے جائیں گے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کل فلاں یہاں پر مرے گا ان شاء اللہ۔ کل فلاں یہاں پر مرے گا ان شاء اللہ۔ حضرت عمر قسم کھا کر کہتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا کہ جہاں جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کافروں کے مرنے کے نشانات لگائے وہاں پر ہی وہ مرے اور ذرا اس نشان سے متجاوز نہیں ہوئے۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف۔ باب المعجزات ص ۵۴۲

اس حدیث شریفہ سے دو باتیں معلوم ہوگئیں:

ایک تو یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی علم ہے کہ کل کیا ہوگا۔

دوسرے یہ بھی معلوم ہے کہ کون کہاں پر مرے گا۔

ثابت ہوگیا کہ علم ما فی غدا اور بای ارضٍ تموت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

الحمد للہ رب العالمین۔ مخالفین نے اِس علومِ خمسہ کے متعلق جو شبہ پیدا کیا تھا اس کا قلع قمع ہوگیا کہ امورِ خمسہ کا علم بتعلیم الٰہی انبیاء وصحابہ اور اولیاء کو حاصل ہے۔

تو یہ کہنے والے کہ حضرت کو بتعلیمِ الٰہی بھی امورِ خمسہ کا علم نہ تھا یا کسی کو مخلوقات میں سے اُن امورِ خمسہ کا علم دیا جاتا۔ وہ جاہل اور مخبوط الحواس اور دین سے بے بہرہ اور بدنصیب ہیں کہ اپنی من گھڑت بات کے مقابل خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو بھول گئے ہیں۔ اور قرآن سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ بتعلیمِ الٰہی بھی اِن امورِ خمسہ کو کوئی نہیں جان سکتا۔ یہ صریح کفر ہے۔ جیسا کہ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا ہے:

واذا کان کذٰلک مشاهداً محسوسا فالقول جان القرآن تدل علا فلانه مما یجرا الطعن الی القرآن وذٰلک باطل۔

اب یہ بات صاحبِ تفسیر کبیر کے کلام سے واضح ہوئی۔

جبکہ علمِ قیامت اور علم غیث اور علم ما فی الارحام اور ما فی غدا اور بای ارض تموت امورِ خمسہ ملائکہ مقربین اور صحابہ کرام اور آپ کی اُمت مرحومہ کے ساتوں قطب اس کے عالم ہیں اور غوثوں کا مرتبہ قطبوں سے بھی بالاتر ہے۔ پھر وہ کس طرح اس کے عالم نہ ہوں گے۔

اور سید الاولین والآخرین محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کی بارگاہِ مقدسہ کے نیازمند بھی اس کے عالم ہیں۔ تو پھر حضور سرور دوجہاں آقاءِ دوعالم محمد رسول اللہ پر کیسے مخفی رہ سکتے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر چیز کا سبب ہیں۔ اور عالم کی ہر شئے کا وجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بدولت اور حضور ہی سے ہے۔

ایک شُبہ کا ازالہ

ہوسکتا ہے کہ مخالف صاحبان یہ بھی کہہ بیٹھیں کہ علوم خمسہ کا علم جو ملائکہ مقربین کو ہونا ثابت ہے۔ یہ علم ان کو اس لیے

عطا ہوا ہے کہ ملائکہ اپنی ڈیوٹیوں کو سر انجام دینے کے لیے اس پر مطلع ہیں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو یہ ڈیوٹی نہیں ہے۔ اس لیے ملائکہ مقربین کا علوم خمسہ کو اپنی ڈیوٹی کی ذمہ داری کی بنا پر علم ہے اور یہ امور نبی اللہ کے علم میں ہونا ضروری نہیں۔

اس سوال کا جواب میں چند الفاظ میں ہی دیے دیتا ہوں کہ ایک طرف تو مخالفین حضرات امورِ خمسہ کو صرف خدا ہی کے لیے ہونا مانتے ہیں۔ اور اسی پر زور دیتے ہیں کہ ان امور پر اللہ تعالیٰ نے کسی کو مطلع نہیں فرمایا۔

اور دوسری طرف یہ کہنے میں کس طرح حق بجانب ہو سکتے ہیں کہ ان امور پر ملائکہ کو ڈیوٹی سر انجام دینے کے لیے مطلع کیا گیا ہے۔

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زُلفِ دراز میں

آج آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

عجب بات ہے کہ ایک طرف تو عطائے خداوندی کے منکر اور دوسری طرف ملائکہ کو ان امور پر مطلع ہونے کے قائل، پس ہمارا مدعا ثابت جب کہ ملائکہ عظام کو امورِ خمسہ بتعلیمِ الٰہی حاصل ہو سکتے ہیں۔ تو جو ساری کائنات کے ملک والنس وجان کے رسول ہیں وُہ بھی بتعلیم الٰہی اُن امور پر مطلع ہیں جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ اور اگر ملائکہ کے لیے یہ امورِ خمسہ ہونا تسلیم کریں تو پھر بات کھل گئی کہ عداوت صرف رسولِ خدا ہی سے ہے۔

پہلے اپنے عقیدہ کی تو صیح درستگی فرما لیجئے۔ پھر بات کیجئے۔

یہ معلوم ہوا کہ مخالفین کا یہ شبہ بھی ان کی غلط فہمی ہی کا نتیجہ ہے۔ اب مزید توجہ فرمائیے کہ کیا حضور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام علوم اِن علوم خمسہ کے علاوہ بھی جانتے ہیں۔

علومِ لوح و قلم اور
علومِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی ایسی شے پیدا نہیں فرمائی گئی ہے جس کا لوحِ محفوظ میں ذکر نہ ہو۔ اور جو چیزیں قیامت تک ہونے والی ہیں ان سب کا ذکر تفصیلی کتاب لوحِ محفوظ میں

درج ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ واضح ہے:

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝[1]	اور جتنے غیب ہیں آسمانوں اور زمین کے سب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں۔

اسی آیت کریمہ کے ماتحت علامہ علاءالدین تفسیر خازن میں فرماتے ہیں:

ای جملۃ غائبۃ من مکتوم سر وخفی امر و شئ غائب (فی السماء والارض الا فی کتٰبٍ مبین) یعنی فی اللوح المحفوظ ۝[2]	یعنی جتنے غیب مکتوم اسرار اور خفیات امور اور جو چیزیں غائب ہیں آسمانوں اور زمین میں۔ وہ ایک کتاب یعنی لوح محفوظ میں ہیں۔

اس آیت و تفسیر سے واضح ہوگیا کہ تمام زمین و آسمان میں جتنے غیب اور بھید اور خفیہ امور ہیں۔ سب اس کتاب لوح محفوظ میں موجود ہیں۔

دُوسری آیت ملاحظہ فرمائیے:

وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝[3]	اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب ایک روشن کتاب میں لکھا ہے

اس آیت کریمہ کے ماتحت امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

وفائدۃ ھٰذا الکتٰب امور احدھا انہ تعالیٰ کتب ھٰذہ الاحوال فی اللوح المحفوظ	اس لکھنے میں چند فائدے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان حالات کو لوح محفوظ میں اس لیے لکھا تھا تاکہ ملائکہ خبردار

---

[1] پ ۲۰، ع ۱۴، س النمل

[2] تفسیر خازن، جزء الخامس ص پ ۷، ع ۱۲، س الانعام

لتقف الملٰئکة علیٰ نفاذ علم اللّٰہ فی المعلومات فیکون ذٰلك عبرة تامه للملٰئکة المؤکلین باللوح المحفوظ لانهم یقابلون به ما یحدث فی صحیفة هذا العالم فتجدونه موافقا له[1]	ہو جائیں۔ اور ان معلومات کے جاری ہونے پر پس یہ بات فرشتوں کے لیے پوری عبرت بن جائے جو لوح محفوظ پر مقرر ہیں کیونکہ وہ فرشتے ان واقعات کا اس تحریر سے مقابلہ کرتے ہیں جو عالم میں نئے سے نئے ہوتے رہتے ہیں تو اس کو لوح محفوظ کے مطابق پاتے ہیں۔

اس آیت و تفسیر سے بھی واضح ہوگیا کہ لوح محفوظ میں ہر خشک و تر و ہر دانہ موجود ہے اور اس لوح محفوظ کو ملائکہ جانتے ہیں۔

تیسری آیت ملاحظہ فرمائیے:

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ[2]	ہر شے ہم نے ایک روشن پیشوا میں جمع فرما دی۔

اس آیت شریفہ میں بھی امام مبین سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں ہر شے جمع ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس میں نہ ہو۔ هکذا فی معالم التنزیل۔

چوتھی آیت ملاحظہ فرمائیے:

وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ[3]	اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

اس آیت کریمہ میں بھی لوح محفوظ مراد ہے جس میں ہر چھوٹی بڑی شے موجود ہے۔

---

[1] تفسیر کبیر رازی

[2] پ ۲۲، ع ۱۰، س یٰسٓ

[3] پ ۲۷، ع ۹، س القمر

اِن تمام آیات طیبات و تفاسیر سے خُوب معلوم ہوگیا کہ لوح محفوظ میں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزیں لکھ دی ہیں۔

اور ایک حدیث بھی ملاحظہ فرمائیے :

عَنْ عِبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ مَاخَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَہٗ اُکْتُبْ قَالَ مَا اَکْتُبُ قَالَ اُکْتُبِ الْقَدَرَ فَکَتَبَ مَاکَانَ وَمَاھُوَ کَائِنٌ اِلَی الْاَبَدِ ۵ [1]

حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے پہلے جو چیز پیدا کی اللہ نے وہ قلم ہے۔ خدا نے قلم سے فرمایا لکھ۔ قلم نے عرض کیا : کیا لکھوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : تقدیر کو لکھ۔ چنانچہ جو کچھ ہو چکا تھا اور جو ہونے والا تھا سب قلم نے لکھا۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہُوا کہ قلم کو اللہ تعالیٰ نے ماکان وما یکون کے علوم عطا فرمائے اور اُس قلم نے تمام تقدیرات کو لوح پر لکھ دیا۔

اب جس کتاب لوح محفوظ میں زمینوں آسمانوں کے تمام غیوب لکھے ہُوئے ہیں اُن تمام کو ملائکہ مقربین جانتے ہیں اور قلم کو بھی تمام علوم عطا فرما دیے گئے۔

اب یہ ملاحظہ فرمایئے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کتنے علوم رکھے ہوئے ہیں۔

مَاکَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَلٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ وَتَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ [2]

قرآن وہ بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شے کا مفصل بیان ہے۔

اس آیہ کریمہ سے واضح ہوگیا کہ قرآن کریم میں ہر شے موجود ہے کوئی چیز ایسی نہیں جو کہ اس کتاب

---

[1] مشکوٰۃ باب الایمان والقدر ص ۲۰

[2] پ ۱۳، ع ۵، س یوسف

میں موجود نہ ہو۔

دُوسری آیت ملاحظہ فرمائیے :

وَ تَفۡصِیۡلَ الۡکِتٰبِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ۔[1]	اور یہ قرآن سب کی تفصیل ہے اس میں کچھ شک نہیں۔

چنانچہ صاحب تفسیر جلالین اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں :

تفصیل الکتب تبیّن ما کتب اللہ تعالیٰ من الاحکام وغیرھا۔[2]	یہ تفصیلی کتاب ہے اس میں وہ احکام اور اُن کے سوا دُوسری چیزیں بیان کی جاتی ہیں جو اللہ تعالےٰ نے لکھ دی ہیں ۔

تیسری آیت ملاحظہ فرمائیے :

مَا فَرَّطۡنَا فِی الۡکِتٰبِ مِنۡ شَیۡءٍ۔[3]	ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہیں رکھی۔

صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں :

ان القراٰن مشتمل علیٰ جمیع الاحوال۔[4]	بے شک قرآن تمام احوال پر مشتمل ہے۔

صاحب تفسیر عرائس البیان اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں :

ای ما فرطنا فی الکتٰب ذکر احد من الخلق لکن لا یبصر ذکرہ فی الکتاب الا المؤید وان بانوار المعرفۃ۔[5]	یعنی اس کتاب میں مخلوقات میں سے کسی کا ذکر نہیں چھوڑا۔ مگر اس کو کوئی اُس آدمی کے سوا نہیں دیکھ سکتا جس کی تائید انوارِ معرفت سے کی گئی ہو۔

---

[1] پ ۱۱ ، ع ۸ ، س یُونس [2] التفسیر جلالین

[3] پ ، ع ۹ ، س الانعام [4] تفسیر خازن [5] تفسیر عرائس البیان

علامہ شعرانی طبقات الکبریٰ میں اسی آیت ما فرطنا کے متعلق فرماتے ہیں:

لو فتح اللہ عن قلوبکم اقفال السدد لاطلعتم علیٰ ما فی القراٰن من العلوم واستغنیتم عن النظر فی سواہ فان فی جمیع ما رقم فی صفحات الوجود قال اللہ تعالیٰ ما فرطنا فی الکتب من شیٔ۔	اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے قفل کھول دے تو تم اُن علموں پر مطلع ہو جاؤ جو قرآن میں ہیں اور تم قرآن کے سوا دوسری چیز سے لاپردا ہو جاؤ کیونکہ قرآن میں وہ چیزیں ہیں جو وجود کے صفحوں میں لکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس کتاب میں کوئی شے نہیں چھوڑی۔

تفسیر اتقان میں بھی یہ درج ہے:

ما من شیٔ فی العالم الا ھو فی کتاب اللہ تعالیٰ۔	عالم میں کوئی شے ایسی نہیں جو قرآن میں درج نہ ہو۔

ان تمام دلائل سے یہ ثابت ہُوا کہ لوح محفوظ میں جمیع علوم ہیں اور لوح محفوظ کی تفصیل قرآن کریم میں ہے۔ تو حضور آقائے نامدار احمد مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام انہی کے عالم ہُوئے۔ جیسا کہ ابتدا میں بیان ہو چکا ہے تو لوح محفوظ اور قرآن کے تمام علوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے ہیں۔

حق تبارک و تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان تمام علوم سے جو قلم نے لوح پر لکھے مطلع فرمایا۔ لوح و قلم متناہی ہیں۔ جو کچھ ان میں ہے متناہی ہے اور متناہی پر متناہی کا محیط ہونا جائز ہے۔ لوح و قلم کے علوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کا ایک جُز ہیں جیسا کہ علوم الٰہی کا ایک جز ہیں۔

چنانچہ امام اجل علامہ محمد بوصیری شرف الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف ص ۳۵ میں فرماتے ہیں:

فان من جودک الدنیا وضرتھا و من علومک علم اللوح والقلم۔	اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے دریائے عطا و سخا ہیں سے دنیا و عقبےٰ ہے اور لوح و قلم کا تمام علم آپ کے علوم سے ایک حصہ ہے۔

علامہ مُلّا قاری رحمۃ اللہ علیہ حل العقیدہ شرح بُردہ شریف میں مذکورہ الفاظ کی تشریح فرماتے ہیں:

تَوْضِیْحُہٗ اَنَّ الْمُرَادَ بِعِلْمِ اللَّوْحِ مَا اُثْبِتَ فِیْہِ مِنَ النُّقُوْشِ الْقُدْسِیَّۃِ وَ الصُّوَرِ الْغَیْبِیَّۃِ وَ بِعِلْمِ الْقَلَمِ مَا اُثْبِتَ فِیْہِ کَمَا شَاءَ وَ الْاِضَافَۃُ لِاَدْنٰی مُلَابَسَۃٍ وَکَوْنُ عِلْمِہِمَا مِنْ عُلُوْمِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ عُلُوْمَہٗ تَتَنَوَّعُ اِلَی الْکُلِّیَّاتِ وَ الْجُزْئِیَّاتِ وَحَقَائِقَ وَعَوَارِفَ وَ مَعَارِفَ تَتَعَلَّقُ بِالذَّاتِ وَ الصِّفَاتِ عِلْمُہُمَا اِنَّمَا یَکُوْنُ سَطْرًا مِنْ سُطُوْرِ عِلْمِہٖ وَ نَہْرًا مِنْ بُحُوْرِ عِلْمِہٖ ثُمَّ مَعَ ھٰذَا ھُوَ مِنْ بَرَکَتِہٖ وَ وُجُوْدِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

یعنی توضیح اس کی یہ ہے کہ علوم سے مراد نقوش قدس وصور غیب ہیں جو اس میں منقوش ہوئے اور قلم کے علم سے مراد وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے جس طرح چاہا اس میں ودیعت رکھے۔ ان دونوں کی طرف علم کی اضافت ادنیٰ علاقے یعنی محلیّت نقش واثبات کے باعث ہے اور ان دونوں میں جس قدر علوم ثبت ہیں ان کا علم علوم محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک پارہ ہوتا ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم بہت اقسام کے ہیں۔ علوم کلیہ، علوم جزئیہ، علوم حقائق اشیاء و علوم اسرار خفیہ اور وہ علوم اور معرفتیں کہ ذات وصفات حضرت حق سبحانہٗ سے متعلق ہیں اور لوح وقلم کے جملہ علوم علوم محمدیہ کی سطروں میں سے ایک سطر اور ان دریاؤں میں سے نہریں ہیں پھر بعینہٖ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی برکت وجود سے تو ہیں۔ اگر حضور نہ ہوتے تو نہ لوح وقلم ہوتے اور نہ ان کے علوم۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔

مولانا علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے کتنا صاف واضح ہوگیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کی وسعت کا عالم یہ ہے کہ لوح وقلم کے علوم آپ کے علوم کے سمندر میں سے ایک نہر اور آپ کے علوم وسیعہ کی سطروں میں سے ایک حرف ہیں۔

علامہ شیخ ابراہیم بیجوری رحمہ اللہ شرح بُردہ شریف میں و من علومك کے تحت فرماتے ہیں:

فَاِنْ قِیْلَ اِذَا کَانَ عِلْمُ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ بعض علومِ صلی اللہ علیہ وسلم فما البعض الاٰخر اُجِیْبَ بِاَنَّ الْبَعْضَ الْاٰخِرَ هُوَمَا اَخْبَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ مِنْ اَحْوَالِ الْاٰخِرَةِ لِاَنَّ الْقَلَمَ اِنَّمَا کَتَبَ فِی اللَّوْحِ مَا هُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ [1]	یعنی اگر یہ کہا جائے کہ جب علم لوح وقلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا بعض ٹھہرا تو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم میں باقی کیا رہ گیا۔ تو جواب دیا جائے گا کہ باقی احوال آخرت ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع فرمائی۔ کیونکہ قلم نے لوح میں قیامت تک کے امور ہی تو لکھے ہیں۔

علامہ ابراہیم بیجوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے اِس کلام سے واضح ہوگیا کہ علم لوح وقلم حضور آقاء یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کا بعض ہے تو آپ کے علوم باقی احوال آخرت کے بھی علوم ہیں۔

علامہ مُلا علی قاری رحمہ اللہ الباری مرقاۃ المفاتیح علوم لوح وقلم سے مطلع ہونے کے بارہ میں فرماتے ہیں:

ان للغیب مبادی و لواحق فمبادیها لا یطلع علیه ملك مقربٌ ولا نبیٌ مرسل واما للواحق فهو ما اظهره اللہ تعالیٰ	یہ ہے کہ غیب کے مبادی پر کوئی ملک مقرب و نبی و مرسل مطلع نہیں۔ البتہ غیب کے لواحق پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض احباب کو مطلع فرمایا ہے جس کے

---

[1] شرح بُردہ لعلامہ ابراہیم مطبوعہ مصر ص ۴۷

على بعض احبابه لوحة علم
وخرج بذالك عن الغيب المطلق
وصار غيبا اضافيا و ذلك
اذا تنورت الروح القدسية
وازداد نورانيتها واشراقها
بالاعراض عن ظلمة عالم
الحس وبتجلية القلب
عن مداء البطيعة المواظبة
على العلم والعمل وفيضان
الانوار الالٰهية حتى يقوى
النور وينبسط فى فضاء
قلبه وتنعكس فيه النقوش
المرتسمة فى اللوح المحفوظ
ويطلع على المغيبات ويتصرف
فى عالم السفلى بل يتجلى حينئذ
الفياض الاقدس وبمعرفته
التى هى اشرف العطايا فكيف
بغيره [1]

علوم میں سے ایک لوح کا علم بھی ہے۔
اور غیب اضافی ہے اور یہ جب ہے
کہ جب روح قدسیہ منور ہوتی ہے اور
عالم حس کی ظلمت اور تاریکی سے اعراض
کرنے دل صاف ہونے علم و عمل پر
مواظبت کرنے اور انوارِ الٰہیہ کے فیضان
کے باعث ان کی نورانیت اور اشراق
زیادہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے
دل میں نور قوی منبسط ہو جاتا ہے اور
لوحِ محفوظ کے نقوش اس میں منعکس
ہو جاتے ہیں۔ اور یہ مغیبات پر مطلع
ہو جاتا ہے اور عالم سفلی میں تصرف
کرتا ہے بلکہ اس وقت خود فیاض
اقدس جل شانہٗ اپنی معرفت کے
ساتھ تجلّی فرماتا ہے اور یہی بڑا عطیہ
ہے۔ جب یہی حاصل ہوا تو اور
کیا رہ گیا۔

اس عبارت سے یہ تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے احباب کے دل میں
ایسا روشن نور عطا فرماتا ہے جس میں لوحِ محفوظ اس طرح منعکس ہو جاتی ہے جیسے آئینہ
میں صورت اِس نورِ پاک سے اللہ تعالیٰ کے احباب غیبوں پر مطلع ہوتے ہیں۔ عالم میں تصرف

---

[1] المرقات المفاتیح جزء الاول ص ۵۴

کرتے ہیں بلکہ خود حق تعالیٰ ان کے دلوں میں تجلی فرماتا ہے تو انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم (اولیاء قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) ہی اللہ تعالیٰ کے احباب میں ہیں اور یہ رتبے انہی کو حاصل ہیں

صاحب کتاب الابریز اپنے شیخ سے نقل فرماتے ہیں:

واقوی الارواح فی ذالک روحہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فانہا لم یُحجب عنہا شیٔ من العالم فہی مطلعۃٌ علیٰ عرشہٖ وَعُلُوِّہٖ وَسِفْلِہٖ وَدُنْیَاہُ وَاٰخِرَتِہٖ وَنَارِہٖ وَجَنَّتِہٖ لِاَنَّ جَمِیْعَ ذٰلِکَ علیٰ خلق لاجلہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فتمیزُہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ خارقٌ لِھٰذِہِ الْعَوَالِمِ بِاَسْرِھَا فَعِنْدَہٗ تمیز فی اَجْرَامِ السَّمٰوٰتِ مِنْ اَیْنَ خُلِقَتْ وَمَتٰی خُلِقَتْ وَکَمْ خلقت والیٰ اَیْنَ تَعِیْرُ فِیْ جرم کُلِّ سَمَآءٍ وَعِنْدَہٗ تَمِیْزٌ فِیْ مَلٰٓئِکَتِہٖ کُلِّ سَمَآءٍ وَاَیْنَ خلقوا وحَتّٰی خُلِقُوْا وَاِلٰی اَیْنَ یَعِیْرُوْنَ وتمیزٌ اختلاف مَرَاتِبِھِمْ وَمُنْتَھٰی دَرَجَاتِھِمْ وَعِنْدَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ تَمِیْزٌ فِی الْحُجُبِ السَّبْعِیْنَ وَمَلٰٓئِکَۃِ کُلِّ حِجَابٍ عَلَی الصِّفَۃِ السَّابِقَۃِ عِنْدَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ تَمِیْزٌ فِیْ اَجْرَامِ النَّیِّرَۃِ الَّتِیْ فِی الْعَالِمِ الْعُلْوِیِّ مِثْلَ النُّجُوْمِ وَالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَاللَّوْحِ وَالْقَلَمِ وَالْبَرْزَخِ وَالْاَرْوَاحِ الَّتِیْ فِیْہِ عَلَی الْوَصْفِ السَّابِقِ وَکَذَا عِنْدَہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ تَمِیْزٌ فِی الْجِنَانِ وَدَرَجَاتِھَا وَعَدَدِ سُکَّانِھَا وَمَقَامَاتِھِمْ فِیْھَا وَکَذَا مَا بَقِیَ مِنَ الْعَوَالِمِ وَلَیْسَ فِیْ ھٰذَا مُزَاحَمَۃٌ لِلْعِلْمِ الْقَدِیْمِ الْاَزَلِیِّ الَّذِیْ لانہایۃ لِمَعْلُوْمَاتِہٖ وَذٰلِکَ لِاَنَّ مَا فِی الْعِلْمِ الْقَدِیْمِ یَنْھَرُ فِیْ ھٰذِہِ الْعَوَالِمِ فَاِنَّ اَسْرَارَ الرَّبُوْبِیَّۃِ وَاَوْصَافِ الْاُلُوْھِیَّۃِ الَّتِیْ لَانِھَایَۃَ لَھَا لَیْسَتْ مِنْ ھٰذَا الْعَالَمِ فِیْ شَیْءٍ[2]

---

[1] المرقات ا ... ع جزء الاول ص ۵۴ [2] کتاب الابریز ص ۴۳

اس طویل عبارت کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ اِس امتیاز میں سب سے زیادہ قوی رُوح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ اِس رُوح پاک سے عالم کی کوئی شے پردہ میں نہیں۔ یہ روح پاک عرش اور اس کی بلندی پستی، دنیا و آخرت، جنت و دوزخ سب پر مطلع ہے کیونکہ یہ سب اسی ذات مجمع کمالات کے لیے پیدا کی گئی ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ واصحابہٖ و بارک وسلّم آپ کی تمیز ان جملہ عالموں کی خارق ہے۔ آپ کے پاس اجرام سمٰوٰت کی تمیز ہے کہ کہاں سے پیدا کیے گئے۔ کیوں پیدا کیے گئے۔ کیا ہو جائیں گے۔ اور آپ کے پاس ہر ہر آسمان کے فرشتوں کی تمیز ہے اور اس کی بھی کہ وہ کہاں سے اور کب پیدا کیے گئے اور کہاں جائیں گے اور ان کے اختلاف مراتب و منتہا کی بھی تمیز ہے۔ اور ستر پردوں اور ہر ہر پردہ کے فرشتوں کے جملہ حالات کی بھی تمیز ہے۔ علوی کے اجرام نیرہ ستاروں، سورج، چاند، لوح و قلم، برزخ اور اس کی ارواح کی بھی ہر طرح امتیاز ہے۔ اسی طرح ساتوں زمینوں اور ہر ہر زمین کی مخلوقات خشکی و تری جملہ موجودات کا بھی ہر ہر حال معلوم ہے۔ اسی طرح تمام جنتیں اور ان کے درجات اور ان کے رہنے والوں کی گنتی و مقامات سب معلوم ہیں۔ ایسے ہی سب جہانوں کا علم ہے اور اس علم میں ذاتِ باری تعالیٰ کے علم قدیم ازلی جس کے معلومات بے انتہا ہیں۔ کوئی مزاحمت نہیں کیونکہ علم قدیم کے معلومات اس عالم ہیں منحصر نہیں۔ ظاہر ہے کہ اسرار ربوبیت اوصاف الوہیت جو غیر متناہی ہیں اس عالم سے ہی نہیں۔ انتہیٰ

صاحب کتاب الابریز کی یہ نفیس تقریر مخالفین کے اوہام باطلہ کا کافی علاج ہے۔ وہ صاف تصریح فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح قدس سے عالم کی کوئی شے عرشی ہو یا فرشی، دنیا کی ہو یا آخرت کی پردہ و حجاب میں نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب کے عالم ہیں اور ذرہ ذرہ حضور سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر روشن ہے۔ بایں ہمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو علمِ الٰہی سے کوئی نسبت نہیں۔ کیونکہ علم الٰہی غیر متناہی ہے

اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم خواہ کتنا ہی وسیع ہو متناہی کو غیر متناہی سے نسبت ہی کیا۔

مخالفین جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعتِ علم سے واقف نہیں حضرت حق جل وعلا کی عظمت کیا جانیں۔ جب یہ لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت سنتے ہیں تو گھبرا جاتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم اس سے زیادہ کیا ہوگا۔ پس خدا اور رسول کو برابر کر دیا۔ یہ ان کی نادانی ہے کہ وہ علم الٰہی کو عالم میں منحصر خیال کریں یا علمِ متناہی کے برابر ٹھہرائیں۔

مسلمان ان دونوں میں فرق کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو اس کی وسعت کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں اور عطائے الٰہی کا اقرار کرتے ہیں اور علمِ الٰہی کو اس کی بے مثال عظمت کے ساتھ مخصوص بحق مانتے ہیں۔

درحقیقت علمِ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار کرنے والے جو اہل سُنّت پر مساوات ثابت کرنے کا الزام لگاتے ہیں۔ علمِ الٰہی کو متناہی سمجھتے ہیں مبتلا ہیں اور خداوند عالم کی تنقیص کرتے ہیں اور سچ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت سے واقف ہوتے تو حضور آقاءِ یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعتِ علم کا انکار نہ کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا انکار وہی کریں گے۔ جو خداوند قدوس کی قدرت و عظمت سے بے خبر ہیں اگر ان حضرات کے نزدیک نبی کریم کی وسعت علمی ماننے پر اہل سنت مشرک ہی ٹھہرے تو پھر وُہ خود ہی اِس شرک میں مبتلا ہیں۔ جیسا کہ ان کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

مخالفین کا عقیدہ

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم

شیطان سے بھی کم ہے

وہابیہ دیوبندیہ کے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی کتاب براہینِ قاطعہ میں رقمطراز ہیں:

(بلفظہٖ) الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علمِ محیط زمین کا فخرِ عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں۔ تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو

یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے
تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔الخ ملک الموت سے افضل ہونے
کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں کرعلم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو،
چہ جائیکہ زیادہ۔

براہین قاطعہ کی مذکورہ دو عبارتوں سے جو چیز بداہتہً سامنے ہے وہ یہ ہے:

(۱) شیطان اور ملک الموت کا علم زمین کو محیط ہے۔

(۲) اور یہ نص قطعی سے ثابت ہے۔

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محیط زمین کا علم ماننا شرک ہے۔

(۴) کیونکہ یہ نص سے ثابت نہیں۔

(۵) شیطان کا علم حضور علیہ السلام سے وسیع ہے۔

(۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ملک الموت کے برابر بھی نہیں چہ جائیکہ زیادہ۔

ناظرین انصاف کی نظر سے توجہ فرمائیں کہ ان حضرات نے شیطان و ملک الموت کی
وسعت علمی نص سے ثابت مان لی ہے اور فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعتِ علمی کا قائل ہونا شرک
بتادیا۔ (نعوذ باللہ من ذالک) اِس کے کیا معنے اگر بفرضِ محال یہ وسعت غیر خدا کے لیے تجویز
کرنا اور مان لینا شرک ہے تو بھلا شیطان اور ملک الموت کے لیے تسلیم کرنا کیوں شرک نہیں اور
اس پہ طرہ یہ کہ وہ نص سے ثابت کہہ رہے ہیں۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ شرک نص سے ثابت ہے۔ معاذ اللہ

اب میں پوچھتا ہوں کہ مخالف صاحبان کے نزدیک شیطان اور ملک الموت مخلوقات میں ہیں
یا کہ نہیں۔ اگر نہیں تو پھر کیا ٹھکانا۔ اور اگر کہیے کہ ہاں مخلوق ہیں تو براہین قاطعہ کی عبارت مذکورہ کے
اعتبار سے شرک ہے۔ تو بتلائیے کہ پھر اس حکم کے بموجب مشرک ہونا تسلیم کریں گے یا کہ انکار۔

ذرا اپنا عقیدہ انصاف کے میزان میں تول کر خود اپنے ہی انصاف پہ آفرین کہیے۔

جناب رسالتمآب عدیم النظیر یعنی نبی علیم و خبیر کے عدیم المثل و بے نظیر ہونے کے انکار میں
تو محالات تک تحت قدرت بتائیں۔ کذب جیسے قبیح امر کو خدائے پاک کے لیے جائز نہ کہیں اہل سنت
کو منکر قدرت قرار دیں۔ معاذ اللہ۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے علم کے انکار میں

اللہ تعالیٰ کو تعلیم پر قادر نہ جانیں اور آنکھیں بدل کر صاف کہہ جائیں کہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے بھی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہیں آسکتا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ یا تو وہ علام الغیوب تعلیم پر قادر نہیں۔ نعوذ باللہ۔ یا اُس کی تعلیم ایسی ناقص کہ جس کو تعلیم کرے اسے علم نہیں آسکتا۔

کس قدر عداوت الرسول کا صریح مظاہرہ ہے کہ شیطان و ملک الموت کی توسعت علمی کا اقرار اور فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علمی کا انکار۔

یہ ناپاک کلمہ صراحۃً سرکار سیدنا آقائے دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگانا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگانا کلمہ کفر نہ ہُوا تو اور کیا کلمہ کفر ہوگا۔

اس کا جواب کیا ہو سکتا ہے انشاء اللہ القہار۔ روزِ جزا یہ ناپاک نابہنجار اپنے کیفر کفر کے گفتار کو پہنچیں گے۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔

یاد رکھیے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق تمام مخلوق سے زیادہ علم والے ہیں۔ کسی فرد کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ نہیں جو شخص کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عالم سمجھے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے کیونکہ یہ توہین علم نبوی ہے۔

علمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں توہین کفر ہے

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نسیم الریاض شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

اَنَّ جَمِيْعَ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ شَتَمَهٗ (اَوْ عَابَهٗ) هُوَ اَعَمُّ مِنَ السَّبِّ فَاِنَّ مَنْ قَالَ فُلَانٌ اَعْلَمُ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ عَابَهٗ وَنَقَصَهٗ وَلَمْ يَسُبَّهٗ فَهُوَ سَابٌّ وَالْحُكْمُ فِيْهِ حُكْمُ	جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا آپ کو عیب لگائے۔ اور یہ گالی دینے سے عام تر ہے کہ جس نے کسی کی نسبت کہا کہ فلاں کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ اس نے ضرور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگایا آپ کی توہین کی۔ اگرچہ گالی نہ دی

السّاب) مِنْ غَيْرِ فَرْقٍ بَيْنَهُمَا (وَلَا نَسْتَثْنِيْ) مِنْهُ (فَصْلًا) أَيْ صُوْرَةً (وَلَا نَمْتَرِيْ) فِيْهِ تَصْرِيْحًا كَانَ أَوْ تَلْوِيْحًا وَهٰذَا كُلُّهُ إِجْمَاعٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ أَئِمَّةِ الْفَتْوٰى مِنْ لَدُنِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ إِلٰى هَلُمَّ جَرًّا۔[1]

یہ سب گالی دینے کے حکم میں ہے ان کے اور گالی دینے والے کے حکم میں فرق نہیں نہ ہم اس سے کسی صورت استثنا کریں نہ اس میں شک و تردد کو راہ دیں۔ صاف صاف کہا ہو۔ خواہ کنایہ سے، ان سب احکام پر تمام علماء و ائمہ فتوٰی کا اجماع ہے کہ زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے آج تک برابر چلا آیا ہے۔

شرح شفا کی عبارت سے خوب واضح ہو گیا کہ جو کوئی یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے فلاں کا علم زیادہ ہے یہ آپ کی نسبت عیب لگانا اور گالی دینے میں شامل ہے، پس تمام کا اس پر اجماع ہے کہ وہ کافر ہے۔ اس لیے کہ اس نے علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کر کے آپ پر عیب لگایا اور گالی دی وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ۔ بہر کیف گزشتہ تمام دلائل قویہ سے ثابت ہو گیا کہ علوم لوح و قلم مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا ایک قطرہ ہے تو کیا پھر آپ عالم کی کسی شے سے بے خبر ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں۔

نیز قابلِ غور مسئلہ یہ ہے کہ رب تعالٰی نے ہر شے لوح محفوظ میں لکھی ہے۔ لکھنا یا تو اپنی یادداشت کے لیے ہوتا ہے کہ بھول نہ جائیں یا دوسروں کے بتلانے کے لیے۔ تو اللہ تعالٰی بھول سے پاک ہے۔ لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس نے دوسروں کے لیے لکھا ہے۔ تو پھر ملائکہ مقربین و تمام انبیاء غرض کہ ساری مخلوق سے زیادہ محبوب اگر کوئی خدا کے نزدیک ہے تو وہ صرف ذات ستودہ حبیب کردگار محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں تو آپ سے اللہ تعالٰی نے عالم کی کوئی شے مخفی نہیں رکھی۔

---

[1] نسیم الریاض شرح شفا شریف جز الرابع ص ۳۲۵ مطبوعہ مصر

اگر اب بھی منکرین انکار ہی کریں تو یہ ان کی بدقسمتی ہے۔

؎

کچھ ایسی ہی سمائی ہے ان کی آنکھوں میں
جدھر دیکھیے اُدھر نفی ہی نفی ہے

عِلمِ رُوح اور مصطفےٰ
صلّی اللہ علیہ وسلّم

شبہ: مخالفین یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن میں ہے:

یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی۔

آپ سے رُوح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ فرمائیے کہ رُوح میرے رب کے پاس ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم نہیں۔ جب روح کا علم نہیں تو کل علم غیب کیسے ہو سکتا

جواب: مخالفین کی خوش فہمیوں نے انھیں اس امر پہ آمادہ کر دیا کہ وہ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ حضرت سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو رُوح کا علم نہ تھا۔ پھر حیرت ہے کہ یہ لوگ کس درجہ کے عقیل ہیں۔ بھلا یہ آیت کے کس لفظ کا ترجمہ ہے کہ حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رُوح کا علم نہ تھا۔ اب وہی آیت جو فریق مخالف پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے اور تفسیر کو ہاتھ میں لے کر غور کیجیے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۔[1]

اور آپ سے یہ روح کو پوچھتے ہیں آپ فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ہے مگر یہ علم تم کو نہ دیا گیا۔ مگر تھوڑا۔

علامہ علاؤ الدین صاحبِ تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حقیقت روح

---

[1] پ ۱۵، ع ۹، س بنی اسرائیل

علم معنی الروح ولکن لم یخبر به لان ترک الاخبار به کان علم النبوته ۔[1]

معلوم تھی۔ لیکن آپ نے اس کی خبر نہ دی کیونکہ اس کا خبر نہ دینا بہ آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔

اس کے آگے چل کر علامہ خازن فرماتے ہیں؛

وما اوتیتم الا قلیلا ھو خطاب للیھود۔

اور نہ دیا گیا تمہیں مگر تھوڑا۔ یہ خطاب یہود کو ہے۔

اس آیت کی تفسیر سے صاف واضح ہو گیا کہ روح کی حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں تھی۔ لیکن اس کا اظہار نہیں فرمایا۔

چنانچہ شیخ محقق علامہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مدارج النبوت میں علم روح کے متعلق فرماتے ہیں؛

چہ گونہ جرأت کند مومن عارف کہ نفی علم بحقیقت روح از سید المرسلین و امام العارفین صلی اللہ علیہ وسلم کند دادہ است او را حق سبحانہ، تعالیٰ علم ذات و صفات خود و فتح کردہ بروئے فتح مبین از علوم اوّلین و آخرین روح انسانی چہ باشد کہ درجنب جامعیت وقطرہ ایست از دریا و ذرہ ایست از صحرا۔[2]

مومن عارف یہ ہمت کس طرح کر سکتا ہے کہ حضور سید المرسلین و امام العارفین سے حقیقت روح کے علم کی نفی کرے حالانکہ حق تعالیٰ سبحانہ، نے ان کو اپنی ذات و صفات کا علم دیا ہے اور ان کے لیے علوم اولین و آخرین کھول دیے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مقابل روح انسانی کی کیا حقیقت ہے۔ وُہ تو اس دریا کا ایک قطرہ ہے اور اس جنگل کا ذرہ ہے۔

---

[1] تفسیر الخازن جزء الرابع

[2] مدارج النبوت جزء الثانی ص ۶۵

شیخ محقق علیہ الرحمۃ کے کلام سے واضح ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے آگے روح کی کیا حقیقت ہے اس لیے کہ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات اور اولین و آخرین کے علوم عطا فرما دیے ہیں روح تو آپ کے دریا کا ایک قطرہ و جنگل کا ایک ذرہ ہے۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمایئے:

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں علمِ روح کے متعلق فرماتے ہیں

وَلَا تَظُنَّ اَنَّ ذٰلِکَ لَمْ یَکُنْ مَکْشُوْفًا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ مَنْ لَمْ یَعْرِفِ الرُّوْحَ فَکَاَنَّہٗ لَمْ یَعْرِفْ نَفْسَہٗ ومن لم یعرف نفسہ فکیف یعرف اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ وَلَا یَبْعُدُ اَنْ یَکُوْنَ ذٰلِکَ مَکْشُوْفًا لِبَعْضِ الْاَوْلِیَاءِ وَالْعُلَمَاءِ۔	یعنی گمان نہ کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو یہ (روح کا علم) ظاہر نہ تھا اس لیے کہ جو شخص رُوح کو نہیں جانتا۔ وُہ اپنے نفس کو نہیں پہچانتا وہ اللہ سبحانہٗ کو کیونکر پہچان سکتا ہے اور بعید نہیں کہ بعض اولیاء اور علماء کو بھی اس کا علم ہو۔

ان دلائل سے واضح ہو چکا کہ حضور سرورِ عالم علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو رُوح کا علم ہے نیز قرآن کی کسی آیت میں علم روح حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو عطا فرمانے کی نفی تو ہے ہی نہیں ۔ یہ محض قیاس باطل ہے۔ آیت روح کو عدمِ علم نبی کے لیے سند بنانا اوّل درجہ کی سفاہت ہے۔

۷

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہی پھینکتے ہیں
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھیے

مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل از نزول آیات برأت

اپنی صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا علم تھا

شبہ: کافروں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت باندھی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت رنج ہُوا۔ اس کے بعد خدا نے قرآن میں فرمایا کہ عائشہؓ پاک ہیں، کافر جھوٹے ہیں تب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا۔ لہٰذا اگر پہلے سے معلوم ہوتا تو غم کیوں ہوتا۔

جواب : سرمایۂ مخالفین کا یہی شبہ ہے جو ہر چھوٹے بڑے کو یاد کرا دیا گیا ہے اور اسی بیبا کی سے زبان پر آتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ پھر اگر انصاف سے غور فرمائیے تو کھل جائے کہ بجز ابلہ فریبی کے اور کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہوش درست نصیب فرمائے تو سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں ہے کہ بدنامی ہر شخص کے لیے غم کا باعث ہوتی ہے اور پھر جھوٹی بدنامی۔ اگر اپنی بدنامی ہوتے دیکھیں اور لوگوں کے طعن سنیں اور یقیناً جانیں کہ جو ہم کو کہا جاتا ہے بالکل غلط اور سراسر بہتان ہے تو کیا حیا داروں کو رنج نہ ہوگا اور جو ہوگا تو وہ ان کی بدگمانی کی دلیل ہو جائے گا۔ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ط

حضور سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کسی قسم کی بدگمانی نہ تھی پھر غم کیوں تھا، صرف اس وجہ سے کہ کافروں کی یہ حرکت یعنی تہمت اور اس کی شہرت پریشانی کا باعث ہوگئی تھی۔ یہ وجہ غم کی تھی نہ کہ اصل واقعہ کی ناواقفیت جیسا کہ سنہا نے دہا کا خیال ہے۔

چنانچہ قرآن کریم اس کی وضاحت فرماتا ہے :

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۝[1] — (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک ہمیں معلوم ہے کہ آپ ان کی باتوں سے تنگ ہوتے ہیں۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان مفسدوں کے اقوال کے فساد کو جانتے تھے، اس طرح اس موقع پر بھی کفار کی جھوٹی تہمت سے مغموم تھے اور یہ جانتے تھے کہ کافر جھوٹے ہیں۔

علامہ فخر الدین رازیؒ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں :

فان قيل كيف جاز ان تكون امراة النبي كافرة كامراة — پس اگر کہا جائے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ انبیاء (علیہم السلام) کی بیبیاں کافر

---

[1] پ ۱۴، ع ۶، س حجر

نوح ولوط ولم یجز ان تکون
فاجرة ... وایضاً فلو لم
یجز ذلك لكان الرسول
عرف الناس بامتناعه
ولو عرف ذلك لما ضاق قلبه
ولما سأل عائشة كيفية
الواقعة قلنا الجواب عن الاول
ان الكفر ليس من المنفرات
اما كونها فاجرة فمن المنفرات
والجواب عن الثاني عليه
السلام كثيراً ما كان
يضيق قلبه من اقوال
الكفار مع علمه بفساد
تلك الاقوال قال الله
تعالى ولقد نعلم انك
يضيق صدرك بما يقولون
فكان هذا من هذا الباب[1]

تو ہوں جیسے کہ حضرت لوط اور نوح علیہما
السلام کی مگر فاحشہ اور بدکار نہ ہوں۔
اور اگر یہ ممکن نہ ہوتا کہ انبیاء (علیہم السلام)
کی بیبیاں فاحشہ ہوں تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور معلوم ہوتا اور
جب حضرت کو معلوم ہوتا کہ نبیوں کی
بیبیاں فاجرہ ہو ہی نہیں سکتیں تو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنگ نہ ہوتے
تو پہلی بات کا جواب تو یہ ہے کہ کفر
نفرت دینے والی چیز نہیں ہے مگر بی بی کا
فاجرہ (بدکار) ہونا نفرت دلانے
والی چیز ہے۔ لہذا ممکن نہیں کہ انبیا
(علیہم السلام) کی بیبیاں فاجرہ (بدکار)
ہوں۔ دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ
اکثر ایسا ہوتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ و
سلم کافروں کے اقوال سے تنگ دل
اور مغموم ہو جایا کرتے تھے باوجودیکہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ کفار
کے اقوال بالکل فاسدہ ہیں۔ چنانچہ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولقد نعلم
انك یضیق صدرك بما

---

[1] التفسیر کبیر رازی جزء السادس

یقولون یعنی ہم جانتے ہیں کہ آپ ان کی بیہودہ باتوں سے تنگ دل ہوتے ہیں تو یہ واقعہ بھی ایسا ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تنگ دل ہونا محض کفار کی بیہودہ گوئی پر تھا باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بیہودہ بلواسن کا باطل اور جھوٹا ہونا معلوم تھا۔

صاحب تفسیر کبیر کی یہ تقریر نہایت معقول ہے۔ ہر شخص جس کو زنا وغیرہ کی تہمت سے متہم کریں۔ اور ہر جگہ اسی کا چرچا اسی کا ذکر ہو تو وہ شخص اور نیز اس کے اقارب باوجود اس کی پاکی کے اعتقاد کے بھی سخت مغموم و پریشان ہوں گے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت کو غم ہوا۔

مگر مخالفین عنید یا بدبخت پلید نہیں مانیں گے جب تک دو الزام سرکار سیدنا آقا و مولا محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی نہ لگائیں۔ ایک عدم علم کا، اور دوسرا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدگمانی کی جو شرعاً ناجائز ہے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے تقویٰ اور متہمین کے منافق ہونے کی طرف کچھ توجہ نہ فرمائی۔ چاہیے تو تھا گمان نیک اور کی بدگمانی۔ معاذ اللہ

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ تفسیر کبیر میں اسی معاملہ کے متعلق دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

وثانیها ان المعروف من حال عائشة قبل تلك الواقعة انما هو الصون والبعد عن مقدمات الفجور ومن كان كذلك كان الاليق احسان الظن به وثالثها	یعنی دوم یہ کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے پیشتر کے حالات سے ظاہر تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مقدمات فجور سے بہت دور اور پاک ہیں۔ اور جو ایسا ہو اس کے ساتھ نیک گمان کرنا چاہیے سو

ان القاذفین من المنافقین	یہ کہ تہمت لگانے والے منافق اور ان کے
واتباعھم وقد عرف ان الکلام	اتباع تھے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مفتری
العدو والمفتری ضرب من	دشمن کی بات ایک ہذیان ہے۔ پس
الھذیان فلمجموع ھٰذہ	بجمیع قرائن کے یہ قول بدتر از بول ۔
القرائن کان ذٰلک القول	جس سے مخالفوں نے مدد چاہی ہے
معلوم الفساد قبل نزول الوحی۔	نزولِ وحی سے قبل معلوم الفساد تھا۔

اگرچہ صاحب تفسیر کبیر کے کلام سے یہ بات یقینی ہو چکی ہے کہ اس قصہ افک سے عدم علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ استدلال کرنا سخت بے حیائی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کو قبل از نزولِ وحی علم تھا کہ صدیقہ پاک ہیں۔ پھر حضرت کا ظاہر نہ فرمانا بالکل عقل کے موافق ہے کہ کوئی اپنے قضیہ اور معاملہ کا خود فیصلہ نہیں کر لیتا۔ دوسرے وحی کے انتظار کہ فضیلت اور براءت حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی قرآن پاک سے ثابت ہو تاکہ اس تہمت کا جتنا رنج ہوا ہے وہ سب کالعدم ہو کر مسرت تازہ حاصل ہو۔

اب ایک ایسی مضبوط دلیل ملاحظہ فرمائیے جس کے بعد منکرین کو مجال گفتگو نہ ہوگی۔

صحیح حدیث بخاری شریف جزء الثانی باب تعدیل النساء بعضھن بعضا صئے سطر ۳۱ مطبوعہ مصر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فواللہ ما علمتُ علیٰ اھلی	خدا کی قسم مجھے اپنی اہل پر خیر کا
الّا خیراً۔	یقین ہے۔

اس حدیث سے آفتاب کی طرح ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکی پر یقین تھا اور کفار کی تہمت سے شبہ تک نہیں ہوا۔ اس واسطے آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے اپنی اہل پر خیر کا یقین ہے۔

اب بھی اگر کوئی انکار کرے اور کہے کہ نہیں حضرت کو علم نہ تھا تو اس منکر متعصب کا دنیا میں تو کیا علاج مگر میدانِ حشر میں ان شاءاللہ اس بے باکی کی سزا ملے گی کہ سرورِ دوجہاں علیہ التحیۃ والثنا نے جس چیز پر قسم کھا کر فرمادیا کہ میں خیر جانتا ہوں، یہ دشمنِ دین اسی کو

کہیں کہ وہ نہیں جانتے تھے۔ معاذ اللہ

مومن کامل کے لیے تو اتنا ہی کافی تھا کہ جب بدگمانی شرعاً جائز نہیں تو سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہرگز شبہ بھی نہ تھا، اس لیے کہ آپ معصوم ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر یا کسی پر بدگمانی کریں۔ مگر اب تو معاند کے لیے بھی بحمدہٖ تعالیٰ حدیث و تفسیر سے ثابت ہُوا کہ حضرت کو اس واقعہ سے ناواقفیت نہ تھی۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف ایک مدت تک توجہ نہ فرمانا ان کی طرف بدگمانی کی دلیل نہیں ہو سکتا بلکہ حالتِ غم کا منشا بے التفاتی ہے۔

اور اگر خدا حق بین آنکھ عطا فرمائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف چند روز توجہ نہ فرمانے سے وہ بھید نظر آئیں جو مومن کی رُوح کے لیے راحت بے نہایت ہوں۔ انتظار وحی میں محبوبہ کی طرف توجہ نہ فرمانا، وحی دیر میں آئی، اگر فوراً آجاتی تو کافروں کی اتنی شورش نہ ہوتی۔ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو صبر پر ثواب زیادہ ہوتا رہا۔ اور امتحان بھی ہوگیا کہ کیسی صابرہ ہیں۔

اور اِدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ امتحان کے علم سے بھر دیا۔ واقعہ سامنے کر دیا جملہ حالات حق تعالیٰ نے حضرت کے پیشِ نظر فرما دیے۔ اِدھر کافروں نے جھوٹی تہمت لگائی اب دیکھنا یہ ہے کہ محبوبِ رب اپنی محبوبہ یعنی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تہمت پر باوجود علم کے صبر فرما کے اللہ تعالیٰ پر معاملہ تفویض فرماتے ہیں جو لایق شان کامل کے ہے یا کفار کے طعن سے بیقرار ہو کر سینے کا خزینہ کھول ڈالتے ہیں۔ شاید تھوڑی دیر صبر ہونا ممکن ہو اور زیادہ دیر تک صبر نہ کر سکیں۔ اس واسطے تو عرصہ تک وحی ہی نہیں آئی کہ اس میں ایک دُوسرا امتحان یہ تھا کہ ان کی محبوبہ پریشان ہیں۔ ان کی تسکین فرماتے ہیں۔ وحی کلام محبوب حقیقی میں دیر ہونے سے بیقرار ہوئے جاتے ہیں۔

اگر حضرت کے معاملہ ظاہر نہ فرمانے اور وحی دیر میں آنے کی حکمتوں پر غور کر کے لکھا جائے تو بڑے بڑے دفتر ناکافی ہیں۔

اس لیے اس مختصر میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ تو ثابت ہُوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

اپنی صدیقہ کی پاکی کا علم یقین تھا۔ مگران ناکارے بدنصیبوں کا حال دیکھیے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو بدگمانیاں کیں۔

ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدگمانی تھی۔

اور دُوسری یہ کہ آپ کو واقعہ کا علم نہ تھا۔

یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر بدگمانی کرنا کیا درجہ رکھتی ہے۔

فِی التَّلْوِیحِ ظَنَّ السُّوْءِ بِالْاَنْبِیَاءِ کُفْرٌ۔[۱] یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بدگمانی کرنا کفر ہے۔

اور جنھوں نے دو بدگمانیاں کیں اُن کا کیا حال ہوگا۔ اور اگر خلاصی چاہتے ہو تو توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ اب بھی اگر توبہ نصیب ہوجائے تو بہتر ہے۔

مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اور عبداللہ بن اُبَیّ کی نمازِ جنازہ

شبہ: مخالفین کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ممانعت فرمائی۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب ہوتا تو آپ عبداللہ بن اُبی بن سلول کی نمازِ جنازہ کیوں پڑھاتے۔

جواب: یہ شبہ بھی یا تو تعصب کی بنا پر ہے یا جہالت سے۔ اُنھیں ابھی تک یہ خبر نہیں کہ جس آیت میں منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھانے کی ممانعت آئی ہے کیا عبداللہ بن اُبی بن سلول کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے قبل اُتری یا بعد۔ اگر یہ تسلیم کرلیں کہ پہلے نازل ہوئی تو یہ ان حضرات کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بڑا الزام ہے۔ اور اگر یہ کہیں کہ اُبی بن سلول کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے بعد آیت نازل ہوئی تو پھر کسی صورت عدمِ علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال تک پیدا نہیں ہوسکتا۔ یہ محض ان کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ کیا جانیں کہ اس واقعہ میں حضور صلی اللہ

---

[۱] عینی شرح بخاری جزء الخامس ص ۳۸۴

علیہ وسلم کے پیشِ نظر کیا مصلحت و حکمت تھی اور یہ عمل تو آپ کے علم کی بہت بڑی دلیل ہے ۔
چنانچہ قرآن کریم کی آیت اور اس کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے :

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝[1]

اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہونا بے شک اللہ و رسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے ۔

اس آیت کے تحت علامہ بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر معالم التنزیل میں فرماتے ہیں :

عن عمر بن الخطاب قال لما مات عبد اللہ بن ابی سلول دعی لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وثبت علیہ فقلت یا رسول اللہ اتصلی علی ابن اُبی بن سلول وقد قال کذا وکذا عدد علیہ فتبسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال أخر عنی یا عمر فلما اکثرت علیہ قال انی خیرت فاخترت لو اعلم انی زدت علی السبعین یغفر لہ لزدت علیھا قال فصلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

(عربی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول مر گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے بلایا گیا۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو میں نے کہا (یعنی حضرت عمرؓ نے) کیا آپ نماز پڑھاتے ہیں ۔ ابن ابی بن سلول جو آپ کو ایسے ایسے کلمات کہا کرتا تھا۔ یہ سُن کر کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا جانے دو ۔ اے عمر ۔ پس جب میں نے اصرار کیا تو اس پر تو آپ نے فرمایا میں اختیار دیا گیا ہوں (کہ مغفرت

---

[1] پ ۱۰ ، ع ۱۶ ۔ س التوبہ

وسلم حتی نزلت الآیتان
من براءة ولا تصلّ علی
احدٍ منهم مات ابداً ولا
تقم علیٰ قبرہ الی قولہ
وہم فٰسقون [1]

طلب کروں یا چھوڑ دوں ۔ اگر میں جانتا
ہوتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ مغفرت طلب
کرنے سے اس کی بخشش ہوگی تو میں
ضرور کرتا ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان
فرماتے ہیں کہ پس پڑھائی آپ نے
نماز ۔ یہاں تک کہ وہ آیتیں نازل ہوئیں
کہ آپ نماز نہ پڑھیں ان میں سے
کسی پر کبھی جو مر جائے اور نہ کھڑے
ہوں ان کی قبر پر فاسقوں کے قول تک۔

اِس آیت وتفسیر سے صاف واضح ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نمازِ جنازہ پڑھائی تو یہ آیاتِ شریفہ نازل ہوئیں کہ آپ اِن پر کبھی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہوں اس لیے کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہوئے۔ یہ ممانعت اس کی نماز کے قبل نہ تھی نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ میں اختیار دیا گیا ہوں کہ ان کی مغفرت چاہوں یا نہ چاہوں۔

چنانچہ بخاری شریف میں بھی یہ حدیث یوں درج ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ
ان عبد اللہ بن ابی لما توفی
جاء ابنہ الی النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فقال
یارسول اللہ اعطنی قمیصک
واکفنہ فیہ وصل علیہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ عبد اللہ بن ابی جب مر گیا تو آئے
اس کے بیٹے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس اور کہا: یارسول اللہ! مجھے
اپنی قمیص عنایت فرمائیے تاکہ میں اُسے
کفن میں رکھوں اور آپ اس کی

---

[1] التفسیر معالم التنزیل جزء الثالث مطبوعہ مصر

واستغفرلہٗ فاعطاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قمیصہ فقال اذنی اصلی علیہ فاذنہ فلما اراد ان یصلی علی المنٰفقین فقال انا بین خیرتین قال اللہ تعالیٰ استغفر لھم او لا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم فصلی علیہ فنزلت ولا تصل علیٰ احدٍ منھم مات ابداً۔[۱]

نمازِ جنازہ پڑھیں اور بخشش کے لیے دعا فرمائیں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمادی اپنی قمیص مبارک۔ پس کہا اُس نے کہ مجھے اذن فرمائیے کہ نماز پڑھوں۔ پس اسے اذن دے دیا جب ارادہ فرمایا آپ نے اُس پر نماز پڑھانے کا، تو کھینچا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے، اور کہا کیا نہیں منع کیا اللہ نے منافقین پر نماز پڑھنے سے، تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے دو اختیار دیے گئے ہیں کہ استغفر لھم او لا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم پس نماز پڑھی آپ نے اس پر، تو نازل ہوئی یہ آیت ولا تصل علی احد منھم مات ابداً۔

اس حدیث شریف سے بھی یہ واضح ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عبداللہ بن اُبی بن سلول کے بیٹے جو مسلمان صالح مخلص صحابی تھے انھوں نے آپ کی قمیص مبارک طلب کی کہ میرے باپ کے کفن میں رکھ دی جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص مبارک عنایت فرمادی اور دُوسری گزارش کہ آپ نمازِ جنازہ میں شرکت فرمادیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[۱] بخاری شریف ص ۱۵۳ مطبوعہ مصر

۔۔ جنازہ میں شرکت فرمائی ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اس کے خلاف تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اختیار دیا گیا ہُوں کہ ان کی مغفرت کروں یا کہ نہ کروں ۔ چونکہ اس وقت منافقین کی نماز جنازہ پڑھانے کی ممانعت نہیں ہوئی تھی۔

اس تفسیر وحدیث سے دو باتیں معلوم ہُوئیں :

ایک تو یہ کہ آپ نے اپنی قمیص مبارک عنایت فرمائی اور جنازہ میں شرکت بھی فرمائی ۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل مبارک کی شان تفسیر سے ملاحظہ فرمائیے کہ آپ کے اس عمل شریف میں کیا مصلحت وحکمت تھی۔

قال سفیان بن عیینه کانت له ید عند رسول الله صلی الله علیه وسلم فاحب ان یکافئه بها ویروی ان النبی صلی الله علیه وسلم کلم فیما فعل بعبد الله بن اُبی فقال صلی الله علیه وسلم وما یغنی عنه قمیص وصلاتی من الله والله انّی کنت ارجو ان یسلم به الف من قومه فیروی انه اسلم الف من قومه لما راوه یتبرک بقمیص النبی صلی الله علیه وسلم۔[1]

سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؓ کی قمیص کا بدلہ آپ نے اتارنا تھا اُس کے لیے آپ نے پسند فرمایا کہ آپ اس کا بدلہ ادا کردیں تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام فرمایا اس کے بارے میں جو عبداللہ بن اُبی بن سلول کے ساتھ سلوک کیا کہ نہ کام دے گی اس کو میری قمیص و نماز اللہ کی طرف سے خدا کی قسم میں اُمید رکھتا ہُوں کہ اسلام قبول کریں گے اس کی قوم سے ایک ہزار کافر اس وجہ سے پس ہم نے دیکھا کہ ابی بن سلول کی قوم سے ایک ہزار افراد اسلام لے آئے جبکہ انھوں نے دیکھا کہ عبداللہ بن ابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص سے برکت حاصل کی۔

---

[1] التفسیر معالم التنزیل جزء الثالث ص ۱۳۲ مطبوعہ مصر

صاحب معالم التنزیل کی عبارت سے خوب واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قمیص مبارک عنایت فرمانے کی ایک وجہ یہ تھی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو بدر میں اسیر ہو کر آئے تھے تو عبداللہ بن اُبی بن سلول نے اپنا کُرتہ انھیں پہنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا بدلہ دینا بھی منظور تھا آپ کی یہ مصلحت بھی پوری ہوئی۔

چنانچہ جب کفار نے دیکھا کہ ایسا شدید العداوت شخص جب سید عالم علیہ الصلوٰۃ و السلام کے قمیص مبارک سے برکت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے عقیدہ میں بھی کہ آپ اللہ کے حبیب و رسول ہیں۔ یہ سوچ کر ایک ہزار کافر جو اس کی قوم تھے مسلمان ہو گئے۔

تو بھی بہر حال اس واقعہ سے مخالفین کا عدم علم مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا کی دلیل لینا انتہا درجہ کی جہالت ہے۔ بھلا یہ بتائیے کہ ایسے بے جا اعتراضات کرنے سے ان کا مدعا ثابت ہو سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ بحمدہٖ تعالیٰ ہمارا مدعا ہی ثابت ہوا کہ آپ کو یہ علم تھا کہ میرے اس عمل سے ایک ہزار کافر مسلمان ہوں گے۔

اگر ان دلائل کے باوجود بھی مخالفین حضرات باز نہ آئیں تو ہم کو معلوم نہیں کہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ سے کیا خاص بغض اور عناد ہے۔

مسئلہ تحریم اور مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ: مخالفین یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ اب میں کبھی شہد نہ پیوں گا۔ اس پر قرآن کی آیت اُتری کہ آپ اپنے اُوپر حرام کرتے ہیں، جو چیز اللہ نے حلال کی آپ کے لیے۔ لہٰذا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہوتے تو کیوں ایک بنائی ہوئی بات پر شہد چھوڑنے کی قسم کھالیتے۔

جواب: ہزار فکریں کیں اور بیچارے مخالفین لکھتے اور کتنے پریشان ہو گئے۔ مگر آج تک اتنا ثابت نہ کر سکے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فلاں چیز کا علم حضرت حق تعالیٰ نے مرحمت نہیں فرمایا۔ نہ اس مضمون کی کوئی آیت پیش کرنے کی جرأت ہوئی اور نہ حدیث

دکھانے کی ہمت۔ ہاں قیاس فاسد سینکڑوں ایجاد کر ڈالے تو ایسے فاسد قیاس کیا عقلا کے نزدیک قابلِ التفات ہیں۔ ہرگز نہیں۔

اس طرح رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمِ عظیم کے انکار میں مخالفین رات دن حیلہ ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ مگر اس سے کیا نتیجہ۔ یہ سب کوششیں بے سود ہیں۔ یہی شبہ تحریم والا پیش کرتے ہیں۔ جس سے کوئی دانا عدم علم نہیں نکال سکے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر شہد چھوڑ دیا تو اس کو علم سے کیا علاقہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد بہت پسند تھا اور آپ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس اکثر تشریف فرما ہو کر شہد نوش فرماتے تھے۔ حضرت سیدہ عائشہ و حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس اوّل حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں وہ آپ سے کہہ دے کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بُو آتی ہے۔ آپ فرمائیں گے کہ میں نے تو شہد پیا ہے۔ تو یہ جواب دے کہ شہد کی مکھی مغافیر پہ بیٹھی ہوگی۔ پس چونکہ آپ کو بدبُو سے نفرت ہے آپ شہد پینا ترک فرما دیں گے۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس نشست کم ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا لی کہ اب کبھی شہد نہ پیوں گا۔

اس پر قرآن کریم کی یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝[1]

اے پیارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے اُوپر کیوں حرام کیے لیتے ہیں وہ چیز جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کی، اپنی ازواج کی مرضی چاہتے ہو۔ اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

قرآن کریم کی اس آیہ مبارکہ میں پہلی بات غور طلب یہ ہے کہ یہاں حرام کر دینے سے آپ کا ترک کر دینا مراد ہے۔ اعتقاداً ایسا نہیں۔ جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ آپ نے خدا کی حلال

---

[1] پ ۲۸، ع ۱۸، س التحریم

کی ہوئی چیز کو حرام قرار دیا تو بالاتفاق کافر ہے۔

چنانچہ صاحبِ تفسیر سراج منیر اسی آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

بان المراد بھذا التحریم هو الامتناع من الانتفاع بالازواج لا اعتقادًا والنبی صلی اللہ علیہ وسلم امتنع الانتفاع بھا مع اعتقادًا لونھا حلالًا فان من اعتقد ان ھذا التحریم ما احل اللہ فقد کفر فکیف یضاف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم [1]

البتہ آپ کے حرام کرنے سے مراد اپنی ذات کو شہد کے استعمال سے روکنا ہے از روئے اعتقاد حلال کو حرام ٹھہرانا مراد نہیں۔ یعنی آپ نے شہد کو اپنے لیے اس کو حلت کا اعتقاد رکھتے ہوئے منع فرمایا۔ پس جو شخص اعتقاد کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام فرمایا تو ایسا اعتقاد کرنے والا کافر ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ نسبت کیسے ہوسکتی ہے۔

اس کے آگے چل کر صاحبِ تفسیر سراج منیر فرماتے ہیں:

تبتغی ای ترید ارادۃ عظمۃ من مکارم اخلاقك وحسن صحبتك مرضات ازواجك [2]

یعنی آپ اپنے خلق عظیم اور کرم عمیم کی وجہ سے ازواج مطہرات کی خوشنودی اور رضامندی چاہتے تھے اور آپ کے حسن محبت کا تقاضا تھا۔

قرآن کریم کے مبارک الفاظ تبتغی مرضات ازواجك اور تفسیر سے بھی یہ صاف ظاہر ہے کہ پاس خاطر ازواج مطہرات کا منظور خاطر اقدس تھا اس لیے شہد چھوڑ دیا۔ اس کو علم سے کیا واسطہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے تھے کہ اس میں بدبو نہیں ہوتی مگر از آنجا

---

[1] التفسیر سراج منیر [2] ایضاً

کہ طبع شریف میں کمال تحمل و بُردباری تھی اور آپ کے اخلاقِ کریمہ ایسے تھے کہ کسی کو ناراض اور شرمندہ کرنا گوارا نہ فرماتے تھے۔ بناء علیہ اس وقت ازواج سے اس معاملہ میں سختی نہ فرمائی۔ اور ان کی رضامندی کے لیے اُنھیں شہد چھوڑنے کا اطمینان دلادیا۔ پھر اس پر یہ بھی منع فرمادیا کہ اس کا کہیں ذکر نہ کیا جاوے۔ مدعا یہ تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کے پاس شہد پیا تھا اُنھیں شہد چھوڑنے کی اطلاع نہ دی جائے کیونکہ اس سے ان کو ملال ہوگا۔ اور منظور ہی نہیں کہ کسی کی بھی دل شکنی ہو۔ دیکھیے اُبَی منافق نے جس کا نفاق اظہر من الشمس ہوچکا تھا۔ مرتے وقت اپنے لیے آپ کی قمیص مبارک طلب کی۔ آپ نے باوجود اس علم کے کہ وہ منافق ہے اُس کو وہ قمیص مرحمت فرمائی۔ پس رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ امر تعجب انگیز نہیں کہ آپ ازواج مطہرات کی خوشنودی اور رضامندی کے لیے اپنے ذاتی فائدہ کو ترک فرما دیں۔ ایسے بے محل اعتراضات کرنے والے یہ کیا جان سکتے ہیں کہ اُس آقاءِ دوجہاں کی رحمت عالمینی اور اخلاق عظیم کی خود جناب حق تعالیٰ مجدہٗ نے تعریف بیان فرمائی۔

انک لعلیٰ خلق عظیم اور وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین اور عزیزٌ علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم۔

یہ ہے اخلاق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان۔

چنانچہ علامہ خازن نے اپنی تفسیر میں اسی آیت کے ضمن وُہ حدیث شریف نقل فرمائی ہے جو صحیح بخاری ومسلم شریف میں موجود ہے:

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یمکث عند زینب بنت جحش فیشرب عندھا عسلا فتواطیت انا وحفصۃ ان ایتنا دخل علیھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عربی عبارت کا مختصر الحاصل یہ ہے یعنی حضرت عائشہ وحفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے کسی کے پاس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انہوں نے اپنا منصوبہ کہا کہ ہم حضور کے منہ سے مغافیر کی بُو پاتی ہیں تو آپ نے

فلتقل له انی اجرمنك ریح مغافیر اکلت مغافیر فدخل علی احدهما فقالت ذالك له فقال بل شربت عسلا عند زینب بنت جحش ولن اعود له وقد حلفت فلا تخبری ذالك[1]

فرمایا کچھ مضایقہ نہیں۔ کیونکہ ہم نے تو زینب بنت جحش کے یہاں شہد پیا ہے۔

چنانچہ علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری مرقات المفاتیح میں اسی حدیث لا تجزی کے متعلق فرماتے ہیں:

الظاہر انہ لئلا ینکسر خاطر زینب من امتناعہ من عسلہا۔

یہ اس لیے فرمایا کہ شہد چھوڑنے کی خبر کسی کو نہ دینا تاکہ اگر حضرت زینب بنت جحش کو معلوم ہُوا تو ان کی دل شکنی ہوگی۔

ان تمام دلائل سے صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب معلوم تھا کہ ہمارے منہ سے بُوئے مغافیر کو کوئی علاقہ نہیں۔ مگر یہ بھی معلوم تھا کہ ان کا منشأ یہ ہے کہ حضور شہد پینا ترک فرمادیں۔ اس لیے اُن کی رضامندی کے لیے فرمایا کہ اب ہم ان کی طرف عود نہ کریں گے۔ یعنی قسم کھاتے ہیں کہ پھر شہد نہ پئیں گے اور تم اس کو شہد چھوڑنے کی خبر نہ دینا، اس لیے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی دل شکنی ہوگی۔

غرض کہ قرآن کریم کی آیت شریفہ و حدیث شریفہ سے انکار علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ مدد نہیں پہنچ سکتی۔ نہیں معلوم کہ منکرین کس نشہ میں ہیں۔ اور وُہ کیا سمجھ کر ایسے اعتراض کرتے ہیں۔ آیت یا حدیث میں ایک لفظ بھی تو ایسا نہیں جس سے کسی طرح یہ ثابت ہو سکے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فلاں امر کا علم نہیں ملا۔ الحمدللہ مخالفین کے اس شبہ کا ازالہ بھی ہو گیا اور آئندہ انھیں ایسی بات کرنے کی جراُت نہ ہوگی۔

---

[1] تفسیر خازن وکذا بخاری و مسلم شریف

کلام جویریات اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ: وہابیہ دشمنانِ رسول یہ بھی کہتے ہیں کہ انصار کی لڑکیوں نے اپنے آباء مقتولین یوم بعاث کا مرثیہ گانے میں ویسا ہی یعلم ما فی غد کہہ دیا تھا یعنی ہم میں ایک نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دے جو کچھ کہہ رہی تھیں وہی کہے جاؤ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کل کی خبر نہیں۔

جواب: مخالفین کا یہ اعتراض ایسا ہے جس کو بڑے زور کے ساتھ بیان کر کے مقامِ نبوت و عظمت پر حملہ کرتے ہیں۔ لیکن یہ علم و عقل سے ایسے کورے ہیں کہ اس سے یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت کو ما فی غد کا علم نہ تھا۔ یا حسب مزعوم مخالف عقیدہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم ما فی غد ثابت کرنا شرک ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان جواری سے توبہ بلکہ تجدیدِ اسلام کراتے۔

پس جب حضرت نے تجدیدِ اسلام نہ کرائی تو اس سے خود ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد ہرگز شرک نہیں۔

اب وہی حدیث شریف مع اس کی شرح کے ملاحظہ فرمائیے:

عن الربیع بنت معوذ بن عفرا	حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراءؓ
قالت جاء النبی صلی اللہ	کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
علیہ وسلم حین ابنی علیّ	وسلم اس زمانہ میں جبکہ میں اپنے
فجلس علیٰ فراشی کمجلسک	شوہر کے ہاں نکاح کے بعد آئی تھی
منّی فجعلت جویریاتٌ لنا یضربن	تشریف لائے اور بستر پر اس طرح
بن بالدف و یندبن من	بیٹھ گئے کہ جس طرح تم میرے بستر پر
قتل من اٰبائی یوم بدر	بیٹھے ہو (یہ خطاب اس کو ہے
اذ قالت احداھن و فینا	جس کو یہ حدیث سنائی جا رہی ہے)

نبی یعلم ما فی غدٍ فقال دعی هٰذہ وقولی بالذی کنت تقولین ۔[1]

گھر میں جو لڑکیاں موجود تھیں انھوں نے دف بجانا اور ہمارے آبا میں سے جو لوگ بدر کی جنگ میں شہید ہوئے تھے ان کی خوبیاں بیان کرنا شروع کیں۔ ان میں سے ایک لڑکی نے یہ بھی کہا کہ ہم میں وہ نبی ہیں جو کل ہونے والی بات کو جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو اور وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں۔

چنانچہ حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ مرقات المفاتیح میں اسی حدیث کی شرح فرماتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

مکراھۃ نسبۃ علم الغیب الیہ لانہ لا یعلم الغیب الا اللہ وانما یعلم الرسول من الغیب ما اعلمہ اوالکراھۃ ان یذکر فی اثنا ضرب الدف واثنا مرثیۃ القتلی لعلو منصبہ عن ذالک ۔[2]

منع فرمایا اس واسطے کہ انھوں نے غیب کی نسبت مطلقاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کردی تھی درانحالیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بتعلیم الٰہی جانتے ہیں یا اس واسطے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکروہ جانا کہ دف بجانے میں آپ کا ذکر کیا جائے یا مقتولین کا مرثیہ گانے میں آپ کی ثنا کی جائے۔ اس لیے کہ یہ آپ کے علوے منصب کے خلاف ہے۔

علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کی یوں شرح فرماتے ہیں

---

[1] المشکوٰۃ شریف [2] المرقات شرح مشکوٰۃ

ملاحظہ فرمائیے:

گفتہ اند کہ منع کرد آں حضرت ازیں قول بجہت آں است کہ در وے اسناد علمِ غیب است بہ آنحضرت پس آں حضرت را ناخوش آمد و بعضے گویند کہ بجہت آنست کہ ذکر شریف وے در اثنائے لہو مناسب نباشد[1]

یعنی شارحین نے لکھا ہے کہ آپ کا منع فرمانا اس لیے ہے کہ علمِ غیب کی نسبت مطلقاً آپ کی طرف تھی جو آپ کو پسند نہ آئی اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کا ذکر پاک لہو و لعب میں مناسب نہیں۔

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے کلام سے صاف واضح ہو گیا کہ حضرت کا منع فرمانا اس بنا پر تھا کہ یا نسبتِ علم مطلقاً ذاتی آپ کی طرف تھی یا مقتولین کے مرثیہ کے درمیان او ... یا لہو و لعب میں ذکر شریف مناسب نہ تھا۔ یہ مراد نہیں کہ آپ کو مافی غد کا علم نہ تھا۔

آیئے اور دیکھیے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مداحِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام صحابہ و موحدین خاص کر سید المرسلین فداہ ابی و امی کی موجودگی میں منبر حضور پر حضور پُر نور آقاء سید یوم النشور کی شان میں مدح و ثنا کے موتی یوں بکھیرتے ہیں۔ ذرا دامن پھیلائیے۔ سبحان اللہ!

نَبِيٌّ يَرٰى مَا لَا يَرَى النَّاسُ حَوْلَهٗ
وَيَتْلُوْ كِتَابَ اللّٰهِ فِيْ كُلِّ مَشْهَدٖ
فَاِنْ قَالَ فِيْ يَوْمٍ مَقَالَةَ غَائِبٍ
فَتَصْدِيْقُهَا فِيْ ضَحْوَةِ الْيَوْمِ اَوْ غَدٖ[2]

ان اشعار کو حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ

---

[1] اشعۃ اللمعات بار ۳ ۔ ص ۱۱۷ شرح مشکوٰۃ

[2] زرقانی جزء السادس ص ۲۲۹ مطبوعہ مصر

فرمانا اور جس طرح لڑکیوں کو منع فرمایا تھا۔ منع نہ فرمانا صحت مضمون پر دال ہے۔ علم ما فی غد کا تو اس میں بھی اثبات ہے۔ جیسا کہ جواری کے کلام میں تھا کہ صاف فرما رہے ہیں:

فان قال فی یوم مقالتہ غائب

یعنی اگر وہ غیب کی بات فرمائیں تو اس کی تصدیق کل ہو جائے گی۔

فتصدیقہا فی ضحوۃ الیوم او غد

کہ آپ آج اور کل کے آنے والے واقعات قبل از وقت بتا دیتے ہیں۔

پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو اس سے منع نہ فرمایا اگر یہ مضمون صحیح نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیوں سنتے اور منع فرماتے۔

بحمدہٖ تعالیٰ ہمارا مدعا ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ما فی غد کا علم ہے لیکن ان بصیرت کے اندھوں کو کیا نظر آ سکتا ہے کہ حضور نبی غیب داں صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف کل کی خبر ہی کیا بلکہ قیامت تک کے حالات کی خبر رکھتے ہیں۔ چنانچہ احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیے۔

مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم تمام اہلِ جنّت و نار کے اسماء و آباء و قبائل کو جانتے ہیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث مشکوٰۃ شریف باب الایمان والقدر میں یوں روایت ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ يَدَيْهِ كتابان فقال تدرون ما هذان الكتابان قلنا لا يارسول الله الا ان تخبرنا فقال للذی فی یدہ الیمنٰی	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں تو آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کتابیں کیسی ہیں تو ہم نے عرض کی کہ نہیں مگر یہ کہ آپ ہمیں خبر دیں تو آپ نے

هذا کتاب من رب العالمین فیہ اسماءُ اھل الجنۃ و اسماء اٰبائھم وقبائلھم ثم اُجمل علیٰ اٰخرھم فلا یزاد فیھم ولا ینقص منھم ابداً ثم قال للذی فی شمالہٖ هذا کتاب من رب العالمین فیہ اسماءُ اھل النّار و اسماء اٰبائھم و قبائلھم ثم اُجمل علیٰ اٰخرھم فلا یزاد فیھم ولا ینقص منھم ابداً۔[1]

فرمایا یہ کتاب جو میرے دائیں ہاتھ میں ہے یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں تمام جنتیوں کے نام اور ان کے آباء کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام درج ہیں۔ پھر اس کے اخیر پر میزان لگائی گئی اور ان میں نہ زیادہ کیا جائے گا اور نہ کم کیا جائے گا۔ ہمیشہ تک۔ پھر فرمایا یہ جو کتاب میرے بائیں ہاتھ میں ہے یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں تمام دوزخیوں کے نام ہیں اور ان کے آباء کے نام اور اُن کے قبیلوں کے نام۔ پھر ان کے اخیر میں میزان لگائی گئی نہ اُن میں کچھ زیادہ کیا جائے گا اور نہ کم ہمیشہ تک۔

سند المحدثین علامہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں:

کشف کردہ شد بر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت ایں امر و مطلع شد برآں چنانکہ شبہ و خفائے نماند شد و خفائے و نوشتہ نہ واہلِ باطن و

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس امر (یعنی دو کتابوں کا دستِ اقدس میں ہونا) کی حقیقت کھول دی گئی، اور اس پر آپ اس طرح باخبر ہو گئے کہ کسی طرح کا شبہ و خفا باقی

---

[1] المشکوٰۃ شریف ص ۲۱ س ۲۰

ارباب مکاشفہ گویند کہ وجود کتاب حق است ومحمول برحقیقت بے شائبہ مجازہ تاویل [1]

باقی نہ رہا۔ اور اصحاب کشف و ارباب (صفائی) باطن (یعنی صوفیائے عظام) کہتے ہیں کہ (سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں) کتاب کا پایا جانا بالکل سچ ہے اور ایسی حقیقت پر محمول ہے جو مجازہ تاویل کے شائبہ سے بالاتر ہے۔

اس سے آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمین کے ہر جنّتی و دوزخی کے اسماء و آباء و قبائل تک کا بھی علم ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا علم لدنّی عطا فرمایا ہے کہ سب کے احوال کو جانتے ہیں۔

ایک اور حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن عمر قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقامًا فاخبرنا عن بداء الخلق حتّٰی دخل اھل الجنة منازلھم واھل النّار منازلھم حفظ ذٰلك من حفظ ونسیه من نسیه رواہ البخاری [2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری مجلس میں قیام فرما کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے تک کی خبر دی اور فرمایا کہ جس نے یاد رکھا اس کو اور بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔

اس حدیث شریف سے بھی واضح ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے تک کا علم ہے۔

مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم

قیامت تک کی تمام اشیا کو جانتے ہیں

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مشکوٰۃ شریف باب الفتن فصل اول میں

---

[1] اشعۃ اللمعات ص ۱۰۰ [2] مشکوٰۃ شریف ص ۵۰۶ س ۶

یوں روایت ہے

عن حذیفۃ قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما ما ترک شیئا یکون فی مقامہ ذلک الی قیام الساعۃ الا حدث بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ قد علمہ اصحابی ھؤلاء انہ لیکون منہ الشیء قد نسیتہ فاراہ فاذکرہ کما یذکر الرجل وجہ الرجل اذا غاب عنہ ثم اذا راٰہ عرفہ ۔ متفق علیہ [1]

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کھڑے ہوئے ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہونا یعنی خطبہ پڑھا اور وعظ فرمایا اور خبر دی اُن فتنوں کی کہ ظاہر ہوں گے نہیں چھوڑی کوئی چیز کہ واقع ہونے والی تھی اس مقام میں قیامت تک مگر کہ بیان فرمایا اس کو یاد رکھا اس کو اس شخص نے کہ یاد رکھا اس کو اور بھول گیا اس کو جو شخص کہ بھول گیا۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ شیئاً سے مراد اشیاء مقدرہ ہیں۔ علامہ موصوف نے مخالفین کی تخصیص مثلاً احکام شرعیہ وغیرہ کو ھباءً منثورا کر دیا ہے تو یہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عالم کی کوئی شے مخفی نہیں۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کو

کفِ دست کی مثل ملاحظہ فرما رہے ہیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مواہب اللدنیہ میں یوں روایت درج ہے ملاحظہ فرمائیے:

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

---

[1] المشکوٰۃ شریف ص ۴۶۱ سطر ۸

صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ قد دفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائنٌ فیھا الی یوم القیمٰۃ کانما انظر الی کفّی ھٰذہٖ [۱]

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کو سامنے کیا۔ اور میں دیکھ رہا ہوں۔ اس میں جو کچھ ہے اور جو کچھ قیامت تک اس میں ہونے والا ہے جس طرح میں اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

غور فرمائیے کہ اُنظُرُ مضارع کا صیغہ ہے جو استمرار تجددی پر دلالت کرتا ہے۔ لہذا اس حدیث سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حوادثات کونیہ کے ناظر بالاستمرار ثابت ہوں گے۔

علامہ زرقانی شرح مواہب قسطلانی میں اسی حدیث شریف کے ضمن میں فرماتے ہیں:

قد رفع ای اظہر وکشف لی الدنیا بحیث احطت بجمیع ما فیھا فانا انظر الیھا والی ماھو کائنٌ فیھا الی یوم القیمۃ کانّما انظر الی کفّی ھذہ اشارۃٌ الی انہٗ نظر حقیقۃً دفعَ بہٖ انہٗ ارید بالنظر العلم [۲]

بے شک اللہ جل مجدہٗ نے میرے لیے دنیا ظاہر فرما دی اسی لیے میں نے دنیا کی ہر شے کا احاطہ کر لیا۔ پس میں دنیا کی طرف اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کی طرف، یہ اشارہ اس طرف ہے کہ (حدیث میں) نظر سے حقیقۃً دیکھنا مراد ہے۔ یہ مراد نہیں کہ نظر سے مراد صرف اس کے معنی مجازی ہوں، یعنی محض جاننا۔ ......

اس حدیث شریف اور اس کی شرح سے یہ معلوم ہُوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کے لیے دنیا ظاہر فرمائی اور آپ نے جمیع ما فیھا کا احاطہ کر لیا اور حضرت کا فرمانا کہ میں اس کو

---

[۱] مواہب اللدنیہ ص ۱۹۲

[۲] مواہب قسطلانی ج ۷، ص ۲۳۴ و ہکذا مرقات المصابیح ص ۱۴۱ ۵

اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے۔ سب کو مثل اپنی کف دست مبارک کے ملاحظہ فرما رہا ہوں۔

یہ اشارہ ہے اس کی طرف کہ حدیث میں نظر سے حقیقتاً دیکھنا مراد ہے نہ کہ نظر کے معنی مجازی۔ تو ثابت ہوا کہ حضور سرور دو جہان علیہ الصلوٰۃ والسلام عالمین کی ہر چیز کو مثل اپنے کف دست مبارک کے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ایک اور حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ زوای لی الارض فرأیت مشارقها ومغاربها اشہر بقدر الحاجۃ۔	حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک اللہ تعالیٰ نے سمیٹی میرے لیے زمین یعنی اس کو سمیٹ کر مثل ہتھیلی کے کر دکھایا۔ پس دیکھا میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو یعنی تمام زمین دیکھی۔

اس حدیث شریف سے بھی یہ معلوم ہوا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مشرق و مغرب تمام زمین کو مثل ہتھیلی کے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

عالم جمیع مغیبات صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشکوٰۃ شریف میں ایک طویل حدیث روایت ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ وفیہ قولہٗ صلی اللہ	حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جس میں ایک قول آپ کا

لہ المشکوٰۃ شریف ص ۵۱۲ س ۳

علیہ وسلم فتجلّٰی لی کل شیء وعرفت رواہ البخاری۔

یہ ہے کہ ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے ہر چیز کو پہچان لیا۔

علامہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

پس ظاہر شد مرا ہر چیز از علوم و شناختم ہمہ را۔[1]

ہم پر ہر قسم کا علم ظاہر ہو گیا اور ہم نے سب کو پہچان لیا۔

دُوسری حدیث حضرت عبد الرحمٰن بن عایش رضی اللہ عنہ سے حدیث مشکوٰۃ شریف باب المساجد میں یُوں روایت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

عن عبد الرحمٰن بن عایش قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت ربّی عزوجل فی احسن صورۃ قال فیما یختصم الملاء الاعلیٰ قلت انت اعلم قال فوضع کفّہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدیّ فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض وتلاء وکذٰلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت الارض ولیکون من الموقنین۔[2]

حضرت عبد الرحمٰن بن عایش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے اپنے رب عزوجل کو اچھی صورت میں دیکھا فرمایا رب نے کہ ملائکہ کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں تو میں نے عرض کی تُو ہی خوب جانتا ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پھر میرے رب عزوجل نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا۔ میں نے اس کے وصول فیض کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی۔ پس جان لیا میں نے جو کچھ

---

[1] اشعۃ اللمعات

[2] المشکوٰۃ شریف ص ۶۹ س ۲۷

آسمانوں اور زمین میں ہے اور آپ
نے اس حال کے مناسب یہ آیت
تلاوت فرمائی وکذٰلک الآیہ یعنی ویسے
ہی دکھائے ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام
کو ملک آسمانوں اور زمینوں کے تاکہ وہ
ہوجائیں یقین کرنے والوں میں سے۔

وضع کف کنایہ ہے مزید فضل اور غایۃ تخصیص اور ایصال فیض اور عنایت وکرم اور تکریم و تائید اور انعام سے اور سردی پانا کنایہ ہے۔ وصول اثر فیض اور حصول علوم سے۔

للہ الحمد اس حدیث شریف سے حضور مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا کا آسمانوں اور زمینوں کی ہر شے کا علم ہونا ثابت ہوا۔

چنانچہ علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری مرقات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث شریفہ کے تحت فرماتے ہیں:

فعلمت ای بسبب وصول ذٰلک الفیض ما فی السمٰوٰت والارض یعنی ما اعلمہ اللہ تعالیٰ مافیہا من الملٰئکۃ والاشجار وغیرھما عبارۃ عن سعۃ علمہ الذی فتح اللہ بہ علیہ وقال ابن حجر ای جمیع الکائنات التی فی السمٰوٰت بل وما فوقہا کما یستفاد من قصۃ معراج والا ن ھی بمعنی الجنس

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اس فیض کے حاصل ہونے کے سبب سے مَیں نے وہ سب کچھ جان لیا (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے) جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تعلیم فرمایا اور اُن چیزوں میں سے جو آسمان و زمین میں ہیں ملائکہ و اشجار وغیرہما میں سے یہ عبارت ہے حضرت کے وسعت علم سے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت پر کھول دیا۔ علامہ

ای وجمیع ما فی الارض بین السبع بل وما تحتھا کما افادہ اخبارہ علیہ السلام من الثور والحوت الذی علیھا الارضون کلھا یعنی ان اللہ اری ابراھیم علیہ السلام ملکوت السمٰوٰت والارض وکشف لہ ذالک وفتح علی ابواب الغیوب [۱]

ابن حجر نے فرمایا کہ ما فی السمٰوٰت سے آسمانوں بلکہ ان سے بھی اوپر کی تمام کائنات مراد ہے جیسا کہ قصہ معراج سے مستفاد ہے اور ارض بمعنی جنس ہے یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں بلکہ جو ان سے بھی نیچے ہیں سب معلوم ہو گئیں جیسا کہ حضرت کا ثور و حوت کی خبر دینا جن پر سب زمین ہیں اس کو مفید ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کے ملک دکھائے اور اس کو ان کے لیے کشف فرما دیا اور مجھ پر یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر غیبوں کے دروازے کھول دیے۔

علامہ ملّا علی قاری رحمہ اللہ الباری کی عبارت سے مزید وضاحت یہ حاصل ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا الآیہ کذالک نری تلاوت فرمانے کی وجہ کہ حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کے ملک دکھائے اور آپ پر کشف فرما دیا اور حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تمام مغیبات کے دروازے کھول دیے۔

اور علامہ شیخ الشیوخ شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات

---

[۱] مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۴۶۳

شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
پس دانستم ہرچہ در آسمانہا و ہرچہ
در زمین بود۔ عبارتست از حصول تمام
علوم جزوی وکلّی و احاطہ آں و قراءت
وخواند آں حضرت مناسب ایں حال
وبقصد استشہاد بر امکان آں
ایں آیت راکہ وکذٰلک نری ابراہیم
ملکوت السمٰوٰت والارض
وہمچنیں نمودیم ابراہیم خلیل اللہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام را ملک عظیم تمامید
آسمانہا را وزمین را لیکون من
الموقنین تا آنکہ گردد ابراہیم از یقین
کنندگان بوجود ذات وصفات و
توحید واہلِ تحقیق گفتہ اندکہ تفاوت ست
درمیان ایں دو رویت زیراکہ خلیل علیہ
السلام ملک آسمان وزمین را دید۔ و
حبیب ہرچہ در آسمان و زمین
بود حالی از ذات وصفات و ظواہر و
بواطن ہمہ را دید وخلیل حاصل شد
مراورا یقین بوجوب ذاتی وحدت حق
بعد از دیدن ملکوت آسمان و زمین
چناں کہ حال اہلِ استدلال و ارباب

حاصل یہ ہے کہ پس جانا میں نے
جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے
یہ عبارت ہے تمام علوم جزوی وکلّی
کے حاصل ہونے اور ان کا احاطہ
کرنے سے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس حال کے مناسب بقصد
استشہاد یہ آیت تلاوت فرمائی و
کذٰلک نری الآیۃ یعنی اور ایسے
ہی ہم نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو تمام آسمانوں اور زمینوں کا ملک عظیم
دکھایا تاکہ وہ ذات وصفات و توحید
کے ساتھ یقین کرنے والوں میں سے
ہوں۔ اہلِ تحقیق نے فرمایا کہ ان دونوں
روایتوں کے درمیان فرق ہے اس لیے
کہ خلیل علیہ السلام نے آسمان وزمین کا
ملک دیکھا اور حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے جو کچھ زمین وآسمان میں تھا ذات
صفات ظواہر و باطن سب دیکھا اور
خلیل کو وجوب ذاتی و وحدت حق کا
یقین ملکوت آسمان وزمین دیکھنے کے
بعد حاصل ہوا جیسا کہ اہلِ استدلال
اور ارباب سلوک اور محبوں

سلوک ومحبان وطالبان می باشد وحبیب حاصل شد مرا اوراالیقین ووصول الی اللہ اول پس ازاں دانست عالم را و حقایق آنرا چنانکہ شان مجذوبان ومحبوبان ومطلوبان اوست اوّل موافق است بقول ما رأیت شیئاً الا رأیت اللہ قبلہ وشتان ما بینھما۔[1]

اور طالبوں کی حالت ہے اور حبیب کو وصول الی اللہ اور یقین اوّل حاصل ہوا۔ پھر عالم اور اس کے حقایق کو جانا جیساکہ محبوبوں مطلوبوں مجذوبوں کی شان ہے۔

سبحان اللہ۔ علامہ محدث شاہ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ الحق کے کلام سے کتنا صاف واضح ہوگیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علوم جزئی وکلی کا احاطہ ہے۔ آپ سے عالمین آسمانوں زمینوں کی کوئی ایسی شے نہیں جو کہ مخفی ہو، اس لیے کہ آپ اللہ کے حبیب ہیں۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں،

والمعنی انہ کما رای حتی علمت ما فیھا من الذوات والصفات والظواھر والمغیبات۔

معنی اس حدیث کے یہ ہیں کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمان و زمین کے ملک دکھائے گئے ایسے ہی مجھ پر۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر غیبوں کے دروازے کھول دیے گئے یہاں تک کہ میں نے جان لیا جو کچھ ان آسمانوں وزمینوں میں ہے وذات ظواہر مغیبات سب کچھ۔

---

[1] اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ گردید لکھنو

علامہ شاہ عبدالحق رحمہ اللہ الحق اور علامہ طیبی رحمہ اللہ کے کلام اور مذکورہ احادیث سے آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ ذات گرامی ہے جن کو حق تعالیٰ جل مجدہٗ نے جمیع غیوب و جمیع ممکنات و جمیع اشیاء و جملہ کائنات یعنی تمام ممکنات حاضرہ و غائبہ ماوجدہٗ و یوجدہ کا علم مرحمت فرما دیا ہے۔

فضل خدا سے غیب شہادت ہوا انھیں
اس پر شہادت آیت و وحی اثر کی ہے

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزۂ عظیم

شبہ: منکرین کا یہ کہنا ہے کہ اہل سنت بریلوی یہ جو احادیث پیش کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی دن اور ایک ہی مجلس میں صبح سے شام تک ابتدا سے لے کر قیامت تک کے سب حالات کا ذکر فرما دیا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ زمانہ متناہیہ میں امور کثیرہ غیر متناہیہ کا بیان کرنا محال ہے لہٰذا ان سے مراد امور عظام ہیں۔ یعنی موٹی موٹی باتیں بتلا دیں۔

جواب: وہابیہ دیوبندیہ خذلہم اللہ کو چونکہ جناب رسالت پناہ علیہ التحیۃ والثناء سے خدا واسطے کی عداوت ہے۔ اس لیے نماز و روزہ عمل ثواب وغیرہ کے متعلق کوئی ضعیف حدیث بھی پیش کی جائے۔ بلا چون و چرا مان لیں گے۔ لیکن جس سے حضور ابد قرار سرکار سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اور تعریف ثابت ہوتی ہے۔ وہ تو انھیں تیر کی طرح کلیجہ کے پار ہوتی ہے۔ اس لیے اس کی ضرور تاویل کریں گے۔

اب ان کو عقل کا ماتم کرنا چاہیے کیونکہ وہ تو تھیں غیب کی باتیں اور آئندہ ظاہر ہونے والی اور انہوں نے احداً کا استثناء ہی منقطع مان لیا ہے جس سے ایک بات کا معلوم ہونا بھی ناممکن ہے ہوش کی دوا کیجئے۔

دوم: سب احادیث مذکورہ میں الفاظ عموم موجود ہیں جو تخصیص کے مخالف ہیں۔

علاوہ ازیں بطور طی اللسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ آپ تھوڑے وقت میں مسائل کثیرہ بیان فرما دیتے تھے۔

ذرا ایک حدیث باب بدا الخلق وذکر الانبیاء علیہم السلام میں ہے ملاحظہ فرمائیے:

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خفف علی داؤد القرآن فکان یأمر بدوابہ فتسرج فیقرأ القرآن قبل ان تسرج دوابہ ولایاکل الا من عمل یدیہ۔ رواہ البخاری۔[1]

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور پڑھنا آسان کیا گیا تھا۔ آپ اپنے جانوروں پر زین کسنے کا حکم فرماتے پس زین کس جاتی آپ پڑھنا شروع کرتے اور زین کس چکنے سے پہلے آپ زبور ختم فرمالیتے اور اپنے کسب سے کھاتے یعنی زرہ بناکر۔

اس حدیث شریف کے تحت مظاہر حق جلد چہارم میں درج ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اچھے بندوں کے لیے زمانے کو طے وبسط کرتا ہے یعنی کبھی تھوڑا ہوجاتا ہے اور کبھی بہت تھوڑا سا۔ اور حضرت سیدنا مولا علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے کہ آپ رکاب میں پاؤں رکھتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے تک قرآن ختم فرمالیتے۔ اور ایک روایت میں ہے ملتزم کعبہ سے اس کے دروازہ تک جانے میں پڑھ لیتے اور ایسا ہی حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری مرقات میں اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں:

قال التوربشتی یرید بالقرآن الزبور لانہ قصد اعجازہ من طریق القراءۃ وقد دل الحدیث علی ان اللہ تعالیٰ یطوی الزمان لمن یشاء من عبادہ کما یطوی المکان لھم ولھذا باب لا سبیل الی ادراکہ الا بالفیض الربانی۔[2]

---

[1] المشکوٰۃ شریف ص ۵۰۸

[2] المرقات المفاتیح ج ۵ ص ۳۴۴

اس عبارت سے بھی معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کے لیے زمانہ کو طے و بسط کرتا ہے جو بہت تھوڑا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ و السلام زبور شریف کو زین کسے جانے سے پہلے ختم فرما لیتے اور حضرت علی مشکلکشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک پاؤں رکاب میں رکھتے اور دوسرا رکھنے تک قرآن کریم کو ختم فرما لیتے۔

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لو طویت لی الوسادۃ نقلت فی الباء من بسم اللہ سبعین جملا۔

مولانا نور الدین عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ السامی نفحات الانس فی حضرات القدس میں فرماتے ہیں ملاحظہ فرمائیے:

عن بعض المشائخ انہ قراء بقراٰن حین استلم الحجر الاسود والرکن الاسعد الی حین وصول محاذات باب الکعبۃ الشریفۃ والقبلۃ المنیفۃ وقد سمعہ ابن الشیخ شہاب الدین سُہروردی منہ کلمۃ وحرفاً من اولہٖ الی اٰخرہٖ قدس اللہ اسرارھم ونفعنا ببرکۃ انوارھم۔	یعنی بعض مشایخ سے منقول ہے کہ انھوں نے حجر اسود کے استلام سے دروازہ کعبہ شریف پر پہنچنے تک تمام قرآن شریف پڑھ لیا اور ابن شیخ شہاب الدین سُہروردی نے کلمہ کلمہ اور حرف حرف اول سے آخر تک سُنا۔

دیکھیے حضرت سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے نیازمندوں کا یہ حال ہے کہ حجر اسود کے استلام سے دروازہ کعبہ شریف تک قرآن پاک ختم فرما لیتے۔

آئیے قرآن پاک سے بھی شہادت سن لیجیے:

قال الذی عندہ علم من الکتٰب انا اٰتیک بہٖ قبل ان	اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور

يَرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ۔[۱]

میں حاضر کر دوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔ پھر جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا: یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔

غور فرمائیے کہ حضرت سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ مقدسہ کے نیاز مند حضرت آصف بن برخیا اسم اعظم کو جاننے والے تھے وہ ایک پل مارنے سے بھی پہلے بلقیس کا تخت آپ کے حضور حاضر فرما رہے ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہاں پر بھی مخالفین کیا فتویٰ جڑیں۔ کیونکہ جو معجزہ کے منکر ہیں وہ کرامت کے کب قائل ہو سکتے ہیں۔

لیکن یہ بیچارے سخت پریشان ہیں کہ کیا کریں اور کدھر جائیں کہ جب اللہ تعالیٰ کے اولیاء کا یہ حال ہے جس سے وہابی کی عقل دنگ ہے تو پیغمبر کے متعلق مجالِ سخن زیادہ تنگ ہے اور انکار نہ کریں تو بھی باعث ذلت و ننگ ہے۔

چنانچہ عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے:

فیه دلالة علیٰ انّه اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدائها الی انتهائها وفی ایراد ذٰلك كلّه فی مجلس واحد امرٌ عظیم من خوارق العادة كیف وقد اعطی مع ذٰلك جوامع الكلم صلی الله علیه وسلم۔[۲]

یعنی اس حدیث میں دلالت ہے اس پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں سب کا بیان فرما دینا ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے ابتداء سے انتہا تک جملہ حالات کی خبر دی اور ایک ہی مجلس میں سب کا بیان فرما دینا ایک بڑا معجزہ ہے اور کیونکر نہ ہو جبکہ حضرت کو حق تعالیٰ نے جوامع الکلم عطا فرمائے ہیں۔

---

[۱] پ ۱۹، ع ۱۷، س النمل [۲] عمدۃ القاری ج ، ص ۲۱۴

اس حدیث کی شرح سے واضح ہو گیا کہ حضور آقا سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک ہی مجلس میں ابتدائے آفرینش سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک جمیع احوال کی خبر دینا بہت بڑا معجزہ ہے۔

لیکن ظالم حاسدین وہ راستہ اختیار کریں گے جو معجزہ کے خلاف ہو۔ کیونکہ ایسے اعتراضات کرنے والے معجزہ کے انکاری ہیں درحقیقت وہ نبوت کے بھی منکر ہیں۔

تحقیق نبوت اور علمِ غیب

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یَاَیُّھَا النَّبِیُّ کہہ کر خطاب فرمایا ہے جس کے معنی یہ ہیں: اے خبر دینے والے۔ اگر اس خبر سے صرف دین کی خبر مراد ہو تو ہر مولوی معاذاللہ نبی ہوا۔ اور اگر دنیا کے واقعات مراد ہوں تو ہر اخبار ریڈیو خبر دینے والا نبی ہو جائے۔ معاذاللہ۔ تو معلوم یہ ہوگا نبی کے معنی یہ ہیں غیب کی خبریں دینے والا۔

جیسا کہ صاحب مواہب اللدنیہ فرماتے ہیں:

النبوۃ ماخوذۃ من النباء بمعنی الخبر ای اطلعہ اللہ علی الغیب۔[1]

کہ نبوت اطلاع علی الغیب کا عین ہے یا لازم "نبیٌّ" بروزن شریف صیغہ صفت مشبّہ کا ہے جس کے صاف معنی ہمیشہ غیب کی خبر دینے والے کے ہوتے ہیں یا اس طرح سمجھ لیجیے کہ پیغمبر اللہ تعالیٰ کی رضا اور عدم رضا کا مخبر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا و عدم رضا فی الامور اعلیٰ درجہ کا غیب ہے کیونکہ پیغمبر اس لیے تشریف لائے کہ لوگوں کو بتلا دیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور اس میں نہیں۔ یہ دونوں باتیں غیب ہیں جس چیز کا علم اوروں کو نہ ہو۔ وہ نبی کو ہوتا ہے اور نبی وہ ہے جو غیب کی خبریں دے۔ تو یہ ثابت ہوگا کہ علمِ غیب نبی کے

---

[1] قسطلانی

معنیٰ میں داخل ہے۔ ورنہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ نبی کو علم نہ ہو اور اطلاع غیب ہو۔ تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نبی لوگوں کو جبھی مطلع فرما سکتے ہیں کہ انھیں علمِ غیب ہو۔

قرآن کریم کی آیت اور اُس کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے :

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ[1] — اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

حضرت محی السنۃ علامہ بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر معالم التنزیل میں اسی آیت شریفہ کے تحت فرماتے ہیں :

علی الغیب وخبر السماء وما اطلع علیه من الاخبار والقصص بضنین ای بخیل یقول انه یاتیه علم الغیب فلا یبخل به علیکم ویخبرکم ولا یکتمه کما یکتم الکاهن[2]	حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب پر اور آسمانی خبروں پر اور اُن خبروں و قصوں پر بخیل نہیں ہیں۔ مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس علمِ غیب آتا ہے پس وہ تم پر بخل نہیں فرماتے بلکہ تم کو سکھاتے ہیں اور تم کو خبر دیتے ہیں، جیسے کہ کاہن چھپاتے ہیں ویسے یہ نہیں چھپاتے۔

صاحبِ معالم التنزیل کے کلام سے واضح ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہے جبھی وہ لوگوں کو مطلع فرماتے ہیں۔

علامہ علاءُ الدین صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں :

يَقُوْلُ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَأْتِيْهِ عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يَبْخُلُ بِهٖ عَلَيْكُمْ بَلْ يُعَلِّمُكُمْ[3]	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس علم غیب آتا ہے تو تم پر اس میں بخل نہیں فرماتے بلکہ تم کو سکھاتے ہیں۔

---

[1] پ ۳۰ سورۂ تکویر [2] التفسیر معالم التنزیل جزء السابع ص ۲۱۶ مطبوعہ مصر

[3] التفسیر الخازن جزء السابع ص ۲۲۵

ثابت ہو گیا کہ علم غیب پر مطلع ہونا یہ اصل نبوت کی دلیل ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ جس کو مقام نبوت پر پسند فرما لیتا ہے۔ انھیں علم غیب عطا فرما دیتا ہے۔

علامہ خازن دوسرے مقام پر آیت وَلا یحیطون بشیٔ من علمہ کے ماتحت فرماتے ہیں:

یعنی ان یطلعهم علیه وهم من الانبیاء والرسل ولیکون ما یطلعهم علیه من علم غیبه دلیلاً علیٰ نبوّتهم کما قال الله تعالیٰ فلا یظهر علیٰ غیبهٖ احداً الّا من ارتضٰی من رسول[1]	اللہ تعالیٰ اُن کو اپنے علم پر اطلاع دیتا ہے اور وُہ انبیاء و رسول ہیں تاکہ ان کا علم غیب پر مطلع ہونا اُن کی نبوت کی دلیل ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں ظاہر کرتا اپنے خاص غیب پر کسی کو مگر اُس رسول سے کہ جس سے راضی ہو جائے۔

علامہ موصوف تفسیر خازن میں تیسرے مقام پر آیت عالم الغیب فلا یظھر کے ماتحت فرماتے ہیں:

الا من یعطفیه لرسالته ونبوّته فیظهر علیٰ ما یشاءُ من الغیب حتّٰی یستدل علیٰ نبوته بما یخبر به من المغیبات فیکون ذٰلك معجزة له[2]	مگر جس کو اپنی نبوّت اور رسالت پر چُن لے پس ظاہر فرماتا ہے جس پر چاہتا ہے غیب تاکہ ان کی نبوت پر دلیل پکڑی جائے ان غیب چیزوں سے جن کی وُہ خبر دیتے ہیں پس یہ اُن کا معجزہ ہے۔

ان دلائل سے یہ معلوم ہو گیا کہ نبی کا امور غیبیہ کی خبر دینا یہ اُن کا معجزہ اور نبوت کی دلیل ہے کہ انھیں اللہ تعالیٰ علم غیب عطا فرما دیتا ہے۔

شرح عقاید نسفی یہ وہ کتاب ہے جو حنفیہ کے عقاید میں درسی کتاب ہے:

---

[1] تفسیر خازن جزء الاول ص ۲۷۰ مطبوعہ مصر

[2] تفسیر خازن ص ۱۶۳ ج ۴، مصر

وبالجملة العلم الغيب امر تفرد	حاصل کلام یہ ہے کہ علم غیب کا
به الله تعالیٰ لاسبیل الیه	ایک ایسا امر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی
لعباد الا علام او الهام بطریق	اس سے متفرد ہے۔ بندوں کو
المعجزه او الکرامة او ارشاد	اس کے حصول کا کوئی طریقہ نہیں مگر
الی الاستدلال بالامارات	اللہ تعالیٰ بطریق وحی یا الہام کے بتائے
فیما یمکن فیه ذٰلك ولهذا	یا بطریق معجزہ یا کرامت کے استدلال
ذکر الفتاوٰی ان قول القائل	کرنا علامت ہے جس میں ممکن ہوا
عند رؤیة هالة القمر	اس لیے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے کہ چاند
یکون مطراً مدعیا علم	کے ہالہ کو دیکھ کر کوئی غیب کا مدعی
الغیب بعلامة الکفر [۱]	بن کر کہے کہ پانی برسے گا۔ یہ کفر ہے۔

اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ بندوں کا علم بالغیب کے حصول کا کوئی ذریعہ نہیں ۔ مگر اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور وحی اور الہام کے ذریعہ سے بطور معجزہ اور کرامت کے ہوتا ہے کیونکہ علمِ غیب ہی نبوت کی دلیل اور معجزہ ہے۔

اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علمِ غیب سے مطلع ہونا از روئے قرآن ملاحظہ فرمائیے:

وَتِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَا اِلَيْكَ [۲]	اور یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے رہتے ہیں۔

اس آیت شریف میں انباء جمع کا صیغہ ہے اور مضاف ہے لفظ غیب کی طرف اور صیغہ جمع مضاف مقتضی ہے استغراق کا، جو علم نحو و معانی و اصول میں ثابت ہے۔ لہذا آیت شریف نص ہوگی اس معنے پر کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مغیبات پر اطلاع فرما دی۔ بعض بذریعہ وحی جلی اور بعض بذریعہ وحی خفی اور نُوحِيهَا کی ضمیر

---

[۱] شرح عقاید نسفی

[۲] پ ۱۲، ع ۳، س ہود

انبیاء الغیب کی طرف راجع ہوگی اس لیے کہ یہی قریبی مرجع ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ، ما ارسلنٰک الا کافۃ للناس لیکون ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم للعالمین نذیرا سارے عالمین کے نبی ہیں اور نبوت بھی دائمی ہوتی ہے ۔ بالفرض اگر کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ وقت کے لیے معاذ اللہ اُس خبر سے بے علم سمجھا تو اس اعتقاد کی بنا پر وہ اتنی دیر تک منکرِ نبوت رہے گا۔

یہی وجہ ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب شریف پر ایمان ہونا ضروری ہے ملاحظہ فرمایئے :

علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان

حضرت حافظ الحدیث شیخ احمد مالکی وخازن وجمل وصاوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمیع علم غیب پر ایمان رکھنا واجب فرمایا ہے ۔ ملاحظہ فرمائیے :

وَالَّذِیْ یُجِبُ بِہِ الْاِیْمَانُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَنْتَقِلْ مِنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ حَتّٰی اَعْلَمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِجَمِیْعِ الْمُغَیَّبَاتِ الَّتِیْ تَحْصُلُ فِی الدُّنْیَا لَمْ یَعْلَمُھَا کَمَا ھِیَ عَیْنُ یَقِیْنٍ کَمَا وَرَدَ رُفِعَتْ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا کَمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ وَوَرَدَ اَنَّہٗ اَطَّلَعَ عَلَی الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ وَغَیْرُ ذٰلِکَ مِمَّا تَوَادَتَ بِہِ الْاَخْبَارُ لٰکِنْ اُمِرَ بِکِتْمَانِ الْبَعْضِ[1]

جن باتوں کے ساتھ مسلمان کے لیے ایمان لانا لازم ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے اتنے تک انتقال نہیں فرمایا جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا و آخرت کے تمام مغیبات پر مطلع نہیں فرمایا وہ اُنھیں اس طرح جانتے ہیں جس طرح یقینی اور آنکھوں دیکھی بات ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ میرے لیے دنیا بلند فرمائی گئی ہے میں اس کی طرف بھی دیکھ رہا ہوں اور

---

[1] خازن ، جمل ، صاوی وغیرہا

جو چیز قیامت تک اس میں ہونیوالی ہے
اسے بھی دیکھ رہا ہوں جس طرح میں ہاتھ کی
ہتھیلی کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ اور یہ بھی حدیث
میں وارد ہے کہ بہشت ودوزخ اور
ومافیھا پر مطلع ہوں۔ اور ان باتوں کے
متعلق احادیث تواتر کے درجہ تک پہنچ
چکی ہیں اور بعض چیزوں کو پوشیدہ رکھنے
کا حکم دیا گیا ہے۔

ثابت ہوا کہ اس بات پر ایمان رکھنا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع علوم غیبیہ پر مطلع فرمادیا ہے۔ قیامت تک کی کوئی شے آپ سے مخفی نہیں ہے۔ لیکن دشمنانِ دین کی رسول دشمنی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ وہ آپ کے علم غیب شریف کو حیوانات کے علم سے تشبیہ دیتے ہیں جیسا کہ ظاہر ہے ملاحظہ فرمائیے:

مومن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

علمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین

مخالفین کی زبانی

وہابیہ دیوبندیہ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی اپنی کتاب "حفظ الایمان" میں رقمطراز ہیں:

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کُل۔ اگر بعض علوم غیبیہ ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے حاصل ہے۔"[1]

[1] حفظ الایمان ص ۱۵ س ۶

دیکھا آپ نے ان شاتمان رسول نے کس جرأت و بے باکی کے ساتھ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان میں یہ توہین کی ہے کہ حضور کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو زید وعمرو وبکر بلکہ جمیع حیوانات کو حاصل ہے۔

یعنی جیسا علم ہر بچے، پاگل حیوان اور چوپانے کو ہے ایسا ہی علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

(استغفر اللہ) بنا بریں اس سے بڑھ کر اور کیا گستاخی وظلم ہو سکتا ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو چوپایوں اور حیوانوں اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ دی جا رہی ہے۔ اور یہ توہینِ نبوی متفقہ طور پر موجب کفر ہے۔

اب میں مخالفین سے دریافت کرتا ہوں کہ اگر بعینہٖ یہی عبارت علماء دیوبند پر چسپاں کر کے یوں کہا جائے کہ بعض علوم میں علماءِ دیوبند کی کیا تخصیص ایسا علم تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔

تو کوئی ان میں اس بات کو برداشت نہیں کر سکے گا اور نہ ہی ان حضرات نے اپنے علماء کے لیے کبھی ایسا تصور کیا ہوگا۔ لیکن افسوس کہ انہوں نے علم کی تنقیص کا نشانہ صرف جناب آقاءِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی بنایا ہوا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ان حضرات کا علمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا ایمان ہے کہ آپ کے علم شریف کو چوپایوں اور حیوانوں کی مثل سمجھتے ہیں۔

مختصر طور پر یاد رکھیے

۱	۲
المدار فی الحکم بالکفر علی الظواهر ولا نظر للمقصود والنیات ولا بقرائن حاله۔	وقد ذکر العلماء ان التهور فی عرض الانبیاء وان لم یقصد السب کفر۔

الحدیث تلقیح اور
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ: منکرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ مدینہ منورہ میں انصار باغوں میں نر درخت کی شاخ مادہ درخت میں لگاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو اس فعل سے منع فرمایا تو انہوں نے یہ فعل چھوڑ دیا۔ پس پھل کم آئے یا خراب تو انھوں نے اس کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کی تو آپ نے فرمایا:

اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ۔ | کہ دنیا کے امور میں تم مجھ سے زیادہ جاننے والے ہو۔

معلوم ہوا کہ آپ کو اس تلقیح روکنے سے یہ علم نہ تھا کہ پھل کم آئیں گے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ کو اس دنیاوی امر کا علم نہ تھا جبھی فرمایا کہ دنیا کے کاموں میں تم مجھ سے زیادہ جاننے والے ہو۔

جواب: اس حدیثِ تلقیح میں کس لفظ کا یہ ترجمہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ تم (مجھ سے زیادہ) جاننے والے ہو۔ انتم اعلم باموردنیاکم کا ترجمہ تو یہ ہے کہ تم اپنے دنیا کے کام کو ہی جانو۔ لیکن عدمِ علمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت کرنے کے لیے ان حضرات نے حدیث کا ترجمہ ہی اپنی طرف سے ایجاد کر ڈالا ہے۔

یہ تو ہے ان حضرات کی حالت۔ اب میں یہی حدیث مع شرح کے پیش کیے دیتا ہوں۔
علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری شرح شفا بحث معجزات میں اسی حدیث تلقیح کا جواب علامہ سنوسی سے بھی نقل فرماتے ہیں:

ومن معجزاته الباهرة ای ایاته الظاهرة (ماجمعه الله له من العوارف) ای الجزئیة (والعموم) ای الکلیة والمدرکات الظنیه والیقینیه والاسرار الباطنة و الانوار الظاهرة (وخصه) من الاطلاع علی جمیع مصالح	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن معجزات اور ظاہر آیات میں سے وُہ ہے جو اللہ تعالیٰ آپکے واسطے معارف جزئیہ اور علوم کلیہ اور مدرکات ظنیہ اور یقینیہ اور اسرار باطنہ اور انوار ظاہرہ جمع کیے اور آپ کو دُنیا و دین کی تمام مصلحتوں پر اطلاع دے کر خاص کیا۔ اس پر

الذين والذين الى م يتم سبه اصلاح الامور الدنيوية والاخروية واستشكل بانه صلى الله تعالى عليه وسلم وجد الانصار يلحقون النخل فقال لو تركتموه فتركوه فلم يخرج شيئا او خرج شيصا فقال انتم اعلم بامر دنياكم قال الشيخ السنوسی اراد ان يحملهم على خرق العوائد فى ذلك الى باب التوكل واما هناك فلم يمتثلوا فقال انتم اعرف بدنياكم ولو امتثلوا او تحملوا فى سنة او سنتين لكفوا امر هذه المحنة [1]

یہ اشکال وارد ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نے ملاحظہ فرمایا کہ انصار تلقیح نخل کر رہے تھے یعنی خرما کے نر کی کلی کو مادہ کی کلی میں رکھتے تھے تاکہ وہ حاملہ ہو اور پھل زیادہ آئے۔ آپ نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس کو چھوڑ دیتے تو اچھا تھا۔ انہوں نے چھوڑ دیا تو پس پھل نہ آئے یا کم اور خراب آئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ اپنے دنیاوی کاموں کو تم جانو۔ شیخ سنوسی نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خرق و خلاف عوائد پر برانگیختہ کرنے اور باب توکل کی طرف پہنچانے کا ارادہ کیا تھا انہوں نے اطاعت نہ کی اور جلدی کی تو حضرت نے فرما دیا کہ اپنے دنیاوی کاموں کو تم جانو۔ اگر وہ سال دو سال اطاعت کرتے اور تلقیح نہ کرتے اور امر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امتثال کرتے تو انھیں تلقیح کی محنت نہ اٹھانی پڑتی۔

علامہ علی قاری اور سنوسی کی شرح سے کتنا صاف واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] شرح شفا علامہ قاری جزء الاول ص ۷۲۰

نے ان کو تلقیح کرنے سے منع فرمایا۔ تو انھوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ جب پھل کم آئے تو آپ نے فرمایا تم اپنے دنیادی کاموں کو جانو۔ اگر وہ آپ کے حکم کی سال دو سال اطاعت کرتے تو انھیں تلقیح کرنے کی محنت نہ کرنی پڑتی اور آپ نے اُن کو بابِ توکّل تک پہنچا دینے کا ارادہ فرمایا تھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینی و دنیادی تمام مصلحتوں پر مطلع فرما دیا ہے۔ بتائیے اس حدیث میں ایک لفظ ایسا ہے جس کے یہ معنی ہوں کہ تم (مجھ سے زیادہ) جانتے ہو یا اس واقعہ میں علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی ہو۔

اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بے علم ہونے کی دلیل لینا اوّل درجہ کی خباثت نہیں تو کیا ہے۔

چنانچہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ دُوسرے مقام پر شرح شفا شریف میں اس حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں:

وعندی انه علیه السلام اصاب فی ذٰلك الظن و لو ثبتوا علی کلامه لفاقوا فی الفن والارتفع عنهم کلفة المعالجة فانما وقع التغیر بحسب جریان العادہ الا تری ان تعودیا کل شیٔ اوشربه یتفقدہ فی وقته و اذا لم یجدہ یتغیر عن حاله فلوصبروا علیٰ نقصان سنة اوسنتین لرجع النخیل الی حاله الاوّل و ربما کان یزید علیٰ قدرہ المعمول و فی القصبة اشارہ الی التوکّل وعدم المبالغة فی الاسباب وغفل عنه ارباب المعالجة من الاصحاب واللّٰہ اعلم بالصواب [1]

چنانچہ علّامہ قیصری رحمۃ اللہ علیہ سے فصل الخطاب میں نقل ہے:

وَلَا یَعْزُبُ عَنْ عِلْمِهٖ صَلَّی اللّٰہُ   کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر زمین و

---

[1] شرح شفا شریف جلد ثانی ص ۳۳۸

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ مِنْ حَیْثُ مَرْتَبَۃٍ وَاِنْ کَانَ یَقُوْلُ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دِیْنِکُمْ۔

آسمان میں کچھ ذرہ بھر بھی پوشیدہ نہیں اگرچہ بشریت کے اعتبار سے یہ فرماویں کہ تم دنیا کا کام جانتے ہو۔

ان دلائل سے یہ ثابت ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیاوی امور کا علم ہے۔ زمین و آسمان میں کوئی ذرہ ایسا نہیں جو کہ آپ سے پوشیدہ ہو۔ اور اگر وہ اس نقصان کو کچھ سال دو سال برداشت کر لیتے تو انھیں نفع بھی ہوتا۔ اور یہ محنت نہ اٹھانی پڑتی۔ تو معلوم یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام امورِ دنیاوی کا علم ہے۔ دنیا کا کوئی امر قیامت تک کا آپ سے مخفی نہیں ہے۔ آپ تو ساری دنیا کو کفِ دست کی مثل ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

واقعہ بئر معونہ اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ: مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ چند لوگ آپ میرے ساتھ کر دیں جو میری قوم کو دین کی تبلیغ کریں۔ اگر وہ اسلام لے آئیں تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر صحابہ جلیل القدر قاری اس کے ہمراہ کر دیے تو ان کو غدر و بے وفائی سے شہید کر دیا گیا۔ اگر آپ کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ یوں شہید کر ڈالے جائیں گے تو آپ انھیں روانہ کیوں فرماتے۔

جواب: اس قصہ کو پیش کرنے سے مخالفین کا جو مدعا ہے وہ یہی ہے کہ اگر آپ کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ شہید کر دیے جائیں گے تو آپ انھیں کیوں روانہ فرماتے۔ کس قدر افسوس ہے کہ یہ ظالم کیا سمجھ گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باوجود علم کے کیوں انھیں روانہ نہ فرماتے آخر روانہ فرمانے کا باعث کیا۔ صرف صحابہ کی حفاظت جان یا کچھ اور بھی۔

ہوش کیجیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حوصلے اور ہمتیں معاذ اللہ آپ کی طرح نہ تھیں کہ محض تن پروری مقصود ہوتی۔ جان کے لالچ

میں دینی خدمت سے بازرہ سکتے اور اس خیال سے کہ یہاں جان عزیز نذر اشاعت اسلام ہوتی ہے درگزر کر جاتے ہر چند کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر صحابہ کے پیش آنے والے جملہ واقعات ظاہر ہیں۔ مگر یہ موقع درگزر کرنے کا نہیں کہ ایک شخص اشاعت اسلام کے لیے دعا کرتا ہے کہ اے حضور اپنے نیازمندوں کو اس کی قوم کی ہدایت کے واسطے بھیج دیں اور ؛ سے یہ جواب دیں کہ ہمیں اشاعت اسلام اور ہدایت خلق سے جان زیادہ محبوب ہے وہاں جو جائیں گے وہ مارے جائیں گے۔ اس لیے بخوف جان اس موقع پر اعلاء کلمۃ اللہ میں ہی کوشش نہیں کی جاتی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ سب خرافات ہیں۔ وہاں بمقابلہ اعلاء کلمۃ الحق کے جان کی کچھ پروا نہ تھی اور خود صحابۂ کرام کو شوقِ شہادت گدگدا رہا تھا اور جوش میں بھرے ہوئے تھے شہادت ایک بہت بڑا مرتبہ ہے چنانچہ اسی واقعہ بئر معونہ میں مقابلہ کرنے والے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جب شہید ہو گئے اور ان میں سے حضرت منذر بن عمر رضی اللہ عنہ رہ گئے تو کفار نے ان سے کہا آپ چاہیں تو ہم آپ کو امن دیں۔ مگر آپ کے آرزو مند شہادت دل نے ہرگز نہ مانا اور آپ نے بمقابلہ شہادت کے امن کو قبول نہ فرمایا۔ (کذا فی مدارج النبوت جلد دوم ص ۱۸۱ کتب صحاح)

یہاں تک تو تھا یہ کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو دین پر جان تصدق کرنے ہی کے لیے روانہ فرمایا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ یہ سب شہید ہو جاویں گے۔

مگر جو لوگ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قبل واقعہ علم شہادت صحابہ تسلیم کر لینے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف قتل عمد کی نسبت کرنا پڑے گی۔

تو کیا وہ حضرت منذر ابن عمر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خودکشی کا الزام لگائیں گے کہ انھوں نے باوجود امن پانے کے شہادت ہی کو اختیار فرمایا اور اسی طرح حضرت عمرو ابن امیہ ضمری اور حارث پر بھی کہ یہ حضرات اونٹوں کو چراگاہ میں لے گئے تھے۔ جب واپس آئے اور لشکر گاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ پرندوں کو لشکر کے گرد دیکھا اور گرد و غبار اٹھا معلوم ہوا اور کافروں کے سواروں کو بلندی پر کھڑا اور اصحاب رضی اللہ عنہم کو شہید دیکھا تو آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ اب مصلحت کیا ہے۔ عمرو بن امیہ ضمری کی رائے ہوئی کہ سید الکائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت

میں حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا جائے۔ حارث نے اِس سے انکار کیا اور کہا کہ اب بہم پہنچی ہوئی شہادت بہت غنیمت ہے۔ چنانچہ انہوں نے کفار سے مقاتلہ کیا اور اُن میں چار آدمیوں کو قتل کر کے خود بھی شہید ہو گئے۔ (کذا فی صحیح مسلم شریف و مدارج النبوۃ)

اب یہاں سے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا شوقِ شہادت ہوتا ہے کہ انہوں نے امن و عافیت کو چھوڑ کر شہادت حاصل کرنے میں سعی فرمائی اور کامیاب ہوئے۔

اب جس طرح کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ صحابہ کرام نے قصداً و دیدہ و دانستہ اپنی جان ہلاکت میں ڈالی اور خودکشی کی۔

اسی طرح یہ کہنا بھی کسی ایمان والے کا کام نہیں ہے کہ فخرِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیدہ و دانستہ صحابہ کو روانہ فرما کر قتلِ عمد کا ارتکاب کیا۔ العیاذ باللہ۔

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی جانیں راہِ خدا میں نذر کیں اور اُن جانوں کے لیے اِس سے عمدہ طور پر کام آنے کا موقع نہ تھا۔ جان کی بڑی قیمت یہی تھی کہ راہِ خدا میں نثار ہو گئیں۔

یہ کہنا کہ اِس حادثہ کا اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ہوتا تو صحابہ کو نہ بھیجتے اور صحابہ کو علم ہوتا تو وہ نہ جاتے۔ یہ صریح سرورِ دو جہاں حبیبِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جلیل القدر و قرا صحابہ عظام علیہم الرضوان پر الزام لگانا ہے۔ جب جان تصدق کرنے کا موقع آتا اور یہ سمجھتے کہ جان جاتی ہے تو درگزر کر جاتے اور روگوں کی طرح خیال کرتے کہ کون مفت خطرہ میں جان ڈالے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

توبہ کیجیے صحابہ اور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ شان نہیں کہ دین پر جان نثار کرنے سے دریغ کر جائیں۔ جان جاتی دیکھیں تو اسلام کی اشاعت کے پاس تک نہ آئیں، بلکہ یہ حضرات جب سمجھ لیں کہ اب جان نذر کرنے کا موقع ہے تو بڑی خوشی اور شوق سے جان نذر کریں جیسا کہ اوپر صحابہ کے واقعات سے ثابت ہو چکا ہے۔ ؎

میں پہلے ہی سر شوق سے مقتل میں جھکا دوں
لے جان اگر خنجرِ فولاد تمہارا

تو اس صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ سے واقف ہونا کس طرح مانع روانگی ہوتا۔
اب بحمد اللہ تعالیٰ مخالفین کا یہ اعتراض بالکل باطل ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام کو باوجود پیش آنے والے واقعات پر مطلع ہونے کے روانہ فرما دینا قابل اعتراض نہ رہا۔ پھر آپ کا یہ روانہ فرما دینا اگرچہ کسی طرح قابلِ اعتراض نہیں۔

اگر اللہ تعالیٰ عقل و ایمان نصیب فرما دے تو معلوم ہو کہ آپ کی اس میں بہت سی مصلحتیں اور حکمتیں تھیں کہ ان سب کا علم بھی خاصانِ خدا ہی کو ہے۔

اس واقعہ بئر معونہ میں صحابہ کا دلیری اور جوانمردی کے ساتھ حکم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل میں پروانہ وار جان نثار کرنا اور جان دینے میں خوش ہونا عجیب قابل یادگار اور دل پر اثر کرنے والی بات ہے جس سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قوتِ ایمانی اور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ ہوتا ہے اور خلق اللہ کو ایسے پُر اثر واقعات سے ہدایت ہوتی ہے۔

جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ جب صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بئر معونہ پر پہنچے اور انھوں نے حضور سراپا نور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب مرغوب حرام بن ملحان کو دیا کہ عامر بن طفیل کے پاس لے جائیں۔ حرام دو شخصوں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے۔ جب اس قوم کے نزدیک پہنچے اُن دونوں شخصوں سے کہا کہ تم یہیں پر رہو میں جاتا ہوں۔ اگر ان لوگوں نے مجھے امن دی تو تم بھی چلے آنا اور اگر مجھے مار ڈالا تو تم اصحاب کے ساتھ جا ملنا۔ پھر حرام ابن ملحان نے ان لوگوں سے کہا امن دو تو میں تمہیں خدا کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیام پہنچاؤں۔ حرام ابن ملحان گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ایک شخص نے جو اُن کے پیچھے تھا ان لوگوں کے اشارہ سے اُن پر حملہ کیا اور نیزہ مارا کہ وہ حرام کے بدن کے دوسری طرف نکل آیا۔ اس حالت میں حرام بن ملحان کی زبان سے جو کلمے نکلے ہیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت والوں کو اس کا کچھ لطف آئے گا۔ حالت تو یہ کہ نیزہ سینے سے پار ہو گیا۔ اب خون چہرہ اور تمام بدن کو رنگین کر رہا ہے اور زبان پر کیا کلمہ مبارک ہے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ رب کعبہ کی قسم میری آرزو پوری

ہوگئی اور مطلب حاصل ہوگیا مراد مل گئی۔

یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل پُورے طور پر ہُوئی رُتبہ شہادت ملا

سبحان اللہ ! ایک تو یہ دل تھے جو یُوں دلیرانہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسو کی

تعمیل میں جان نذر کرتے تھے۔

اور ایک یہ زمانہ ہے کہ سیّد العالمین علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے علم کی تنقیص او حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کمال کے انکار میں رات دن سرگرم ہے۔

اسی طرح علامہ خازن اور صاحب مدارج النبوت نے لکھا ہے:

فلما نزلوها قال بعضهم لبعض ایکم یبلغ رسالۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اھل ھذا الماء فقال حرام بن ملحان انا فخرج بکتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی عامر بن طفیل وکان علیٰ ذالک الماء فلما اتاھم حرام بن ملحان لم ینظر عامر بن الطفیل فی کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال حرام بن ملحان یا اھل بئر معونۃ انی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیکم و انی اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمداً عبدہٗ ورسولہ فاٰمنوا باللہ ورسولہ فخرج الیہ رجل من کسر البیت برمح فضربہ فی جنبہ حتّٰی خرج من الشق الاٰخر فقال اللہ اکبر فزت ورب الکعبۃ[1]

صحابہ کی اِس طرح جاں نثاریاں تو ایمان والوں کے دلوں میں محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخم کاری کے لیے اکسیر ہیں۔

علاوہ ازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر نہ دینے اور تحمل فرمانے میں بہت سی حکمتیں ہیں۔

---

[1] الخازن و مدارج النبوت

چنانچہ اس واقعہ بئر معونہ پر جب حارث رضی اللہ عنہ اپنے شوق سے مقاتلہ کر کے شہید ہو گئے اور عمرو بن امیہ ضمری باقی رہ گئے اور عامر بن طفیل نے ان کو شہید نہ کیا پیشانی کے بال پکڑ کر چھوڑ دیا اور مدینہ منورہ حاضر ہونے کی رخصت دی اور دریافت کیا کہ ان شہدا سے آپ واقف ہیں۔ فرمایا کہ ہاں واقف ہیں۔ تب وہ اُٹھ کر شہدا کے مقتل میں آیا اور ہر ایک کا نام نسب دریافت کرنے لگا اور کہنے لگا کہ کوئی صاحب ایسے تم میں تھے جن کی نعش یہاں نہیں ہے۔ عمرو نے فرمایا کہ ہاں عامر بن فہیرہ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بندہ آزاد کردہ تھے۔ وُہ ان میں نہیں ہیں۔ کہا وہ کیسے آدمی تھے؟ فرمایا کہ وہ بڑے فاضل اور پرانے مسلمان تھے۔ عامر بن طفیل کافر نے کہا کہ اُن کی شہادت کے وقت میں نے بچشمِ خود دیکھا کہ وہ آسمان کی جانب اٹھا لیے گئے۔

ف: عامر بن طفیل کا ایسا عجیب وغریب واقعہ دیکھنا اور خود اس کو بیان کرنا اور پھر اس جماعت کے قتل سے پشیمان نہ ہونا اور ایمان سے محروم رہنا تعجب خیز ہے اور اس کی کور باطنی اور شقاوت ازلی کی صاف نظیر ہے۔ مگر پھر بھی وہ تو کافر تھا۔

اور مسلمان صورت کے آیتیں اور حدیثیں اور عجیب عجیب واقعات کتابوں میں دیکھنے کے بعد بھی علم عظیم نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا انکار ہی کیے جانا اور نصوص پا کر بھی مطمئن نہ ہونا، بلکہ اپنے قیاسات فاسدہ اور اوہام باطلہ سے اس علم عظیم پر اعتراض کرنا حیرت انگیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔

بنی کلاب میں ایک اور شخص جبار بن سلمہ بھی انہی کفار میں تھا۔ اس سے منقول ہے کہ جب میں نے عامر بن فہیرہ کے نیزہ مارا اور دُوسری طرف نکل آیا تو میں نے ان کی زبان سے یہ کلمہ سنا:

فُزتُ واللّٰہ۔

اور یہ دیکھا کہ وُہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ اس وقت مجھے یہ فکر ہُوئی کہ اس لفظ سے کیا مراد تھی تو میں ضحاک بن سفیان کلابی کے پاس گیا اور انھیں تمام حال سنایا۔ کہنے لگے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ خدا کی قسم میں نے مراد پالی۔ میں نے یہ سُن کر ضحاک سے کہا کہ مجھے مسلمان کر لیجیے اور میں مسلمان ہو گیا۔ اور یہ واقعہ میرے اسلام لانے کا باعث ہُوا۔

سبحان اللہ! سعادت مندوں کو جیسے اس حال کے مشاہدہ سے ایمان نصیب ہوا۔ ویسے ہی اس کے استماع سے بھی صدہا برکات حاصل ہوئے۔

مخالفین اب تو سمجھتے ہوں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اطلاع نہ دینے میں حکمتیں تھیں پھر اطلاع نہ دینا علم نہ ہونے کو مستلزم نہیں۔

ہر چند کفار نے سوال کیے مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں وقت قیامت پر مطلع نہ فرمایا۔ پھر اگر یہ راز تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ظاہر فرمادیتے۔ اس سینۂ مبارک میں اللہ تعالےٰ کے ہزاروں راز مخزون تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم امین تھے۔

پھر مخالفین غیر کا یہ کہنا کہ حضرت کا یہ عمل کہ صحابہ کو روانہ فرمایا۔ یہ اگر خدا کے حکم سے مانا جائے تو جنھوں نے ان صحابہ کو شہید کر ڈالا تھا اُنھیں بھی سزا یا عذاب نہیں ملنا چاہیے کیوں کہ اُن کا قتل بھی خدا کے حکم سے تھا۔ یعنی پھر جو کوئی بُرا عمل کرتا ہے وُہ خدا کے حکم سے ہے اُس کو سزا نہیں ملنی چاہیے اسی لیے نبی اللہ کو اِس حادثہ سے بے خبر ماننا پڑے گا ورنہ آپ علم ہوتے ہوئے ایسا کر رہے ہیں۔ تو پھر کیا انھوں نے صحابہ کرام سے دھوکا کیا۔

ناظرین! آپ انصاف کی نظر سے غور فرمائیں کہ اِن ظالموں کی عداوت الرسول کا کتنا صریح مظاہرہ ہے کہ معاذ اللہ نبی اللہ جن کا ہر کام رضائے الٰہی پر ہوتا ہے اور قرآن و سنت اور شریعت کے منبع ہیں۔ وُہ معاذ اللہ صحابہ سے دھوکہ کر رہے ہیں۔

لیکن وہ بدبخت کیا جانیں کہ حبیب خدا اشرف انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تو ایک ایک لمحہ رضائے الٰہی کے مطابق ہوتا ہے نبی اللہ کا تو سب سے عظیم خاصہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی رضا اور عدم رضا کا مخبر صادق ہوتا ہے۔

کیا خدا کے نبی کے متعلق یہ گمان کہ ان کا صحابہ کرام کو روانہ فرمانا رضائے الٰہی کے خلاف تھا۔ استغفر اللہ۔ یہ کسی مسلمان کا کام نہیں کہ وہ ایسا حملہ مقامِ نبوت پر کر سکے۔ کیا خدا کے نبی اور عام لوگوں کا فعل یکساں ہو سکتا ہے۔

دیکھیے اللہ کریم کا تو اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کتنا واضح ارشاد موجود ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰی ؎۱ — اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انھیں کی جاتی ہے۔

قرآن کریم کی اس آیت سے خوب واضح ہو گیا کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و فعل رضائے الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔ تو حضرت کا ستّر قاریوں کو اشاعتِ اسلام کے لیے بھیجنا یہ اپنی خواہش سے نہیں بلکہ رضائے الٰہی کے لیے تھا۔

ان لوگوں نے تقدیرِ الٰہی سے بھی ہاتھ صاف کیے ہیں اور صحابہ کی شہادت بئرِ معونہ میں جو الزام معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ہے۔ یہ صریح طور پر خدا تعالیٰ کی ذات پر ایک افتراء عظیم ہے اور جو لوگ اس قتل کے مرتکب ہوئے ہیں ان کو اس بُرے فعل کی سزا ضرور ملے گی، اور حضرت کا صحابہ کو روانہ فرمانا اور اُن کا جانا یہ اعلاءِ کلمۃ اللہ کی خاطر تھا اور پھر ان صحابہ کا راہِ حق میں شوق کے ساتھ جاں نثار کرنے پر جو انھیں درجات شہادت نصیب ہوئے ہیں، کیا کسی کو حاصل ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

مخالفین کو واقعۂ بئرِ معونہ میں شہادتِ صحابہ سے عدمِ علمِ نبی کا جو شبہ پیدا ہوا ہے لازم ہے کہ بعض انبیاءِ کرام علیہم السلام کی شہادت سے بھی اللہ تعالیٰ کو بے علم ہونا سمجھتے ہوں گے۔ جیسا کہ قرآن میں ظاہر ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؎۲ — بے شک جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا اور میرے نبیوں کو ناحق طور پر شہید کیا۔

علامہ علاء الدین صاحبِ تفسیرِ خازن آیۂ یقتلون النبیین کے تحت فرماتے ہیں:

یروی ان الیھود قتلت سبعین — روایت ہے کہ یہود نے ستّر نبیوں کو

؎۱ پ ۲۷، ع ۴، س النجم

؎۲ پ ۳، ع ۱۰، س آل عمران

نبیاً فی اول النهار۔[1] پہلے ہی دن میں شہید کر ڈالا۔

اس آیت و تفسیر سے واضح ہو گیا کہ معاذ اللہ اگر اللہ تعالیٰ کو یہ علم ہوتا کہ میرے ستر انبیاء کو یہود نے شہید کر دینا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو کیوں بھیجتا۔ اب بقول مخالفین یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے برگزیدہ انبیاء کرام علیہم السلام کے شہید ہونے کا علم نہ تھا۔

گویا کہ ان حضرات نے خدا تعالیٰ کو اُن ستر انبیاء کرام کی شہادت سے بے علم سمجھ رکھا ہے تو کیا تعجب ہے کہ اُسی کے محبوب حق علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُن ستر صحابہ کرام کی شہادت سے بھی بے علم ہی سمجھا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

تو ان تمام مذکورہ دلائل و واقعہ صحیحہ سے ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ستر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شہادت کا علم تھا۔

علامہ قسطلانی نے اور نیز صحاح کی کتابوں میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ستر قاریوں کو روانہ فرمانے سے قبل یہ اشارہ فرما دیا تھا کہ:

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

انی اخشی علیہم اھل نجد۔ — مجھے اہلِ نجد سے خوف آتا ہے۔

جس گروہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہارِ خوف فرمایا ہو وہ تنقیصِ علمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ کریں تو اور کیا کریں۔ یہی وجہ ہے کہ نجدی گروہ گمراہ ہے۔ اگر یہ ہدایت یافتہ ہوتے تو حضرت کو ستر قاری بھیجنے کی کیا غرض تھی۔ وہ اسی لیے کہ یہ لوگ ہدایت کی طرف آجائیں۔ اسلام کو قبول کر لیں۔ لیکن بدنصیب نجدیوں نے بجائے ہدایت حاصل کرنے کے سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلیل القدر صحابہ عظام کو شہید کر ڈالا۔ اللہ تعالیٰ فرقہ نجدیت دیابنہ کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

مناسب سمجھتا ہوں کہ ان صحابہ کے نام بھی باحوالہ درج کر دوں جن کی شہادت کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت سے پہلے ارشاد فرما دی تھی تاکہ ثابت ہو جائے کہ آپ کو

---

[1] الخازن جزء الاول ص ۶۶ مطبوعہ مصر

اپنے صحابہ کی شہادت کا علم تھا۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کا علم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بخاری شریف مناقب ابوبکر اور ترمذی مناقب عثمان میں روایت ہے:

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِہِمْ فَضَرَبَہٗ بِرِجْلِہٖ فَقَالَ اُثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَصِدِّیْقٌ وَشَہِیْدَانِ[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ تھے کہ آپ اُحد پہاڑ پر چڑھے۔ اُحد حرکت کرنے لگا (یعنی جوشِ مسرت سے) آپ نے اُحد پر ضرب لگائی اور فرمایا: اُحد ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

غور فرمائیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُحد پہاڑ پر ضرب لگا کر فرماتے ہیں: اے پہاڑ! ٹھہر جا، تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

اس حدیث سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہ علم تھا کہ شہید کیے جائیں گے۔ ملاحظہ فرمائیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کتنا عرصہ قبل ان کی شہادت کی خبر دے رہے ہیں۔

افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔

---

[1] بخاری

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت حضرت

زید، جعفر اور رواحہ رضی اللہ عنہم کا علم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف و مشکوٰۃ باب معجزات میں یہ مروی ہے
ملاحظہ فرمائیے:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ نَعَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَیْدًا وَّجَعْفَرًا وَّابْنَ رَوَاحَۃَ النَّاسِ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَھُمْ خَبَرُھُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّایَۃَ زَیْدٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَۃَ فَاُصِیْبَ وَعَیْنَاہُ تَذْرِفَانِ حَتّٰی اَخَذَ الرَّایَۃَ سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ یَعْنِیْ خَالِدَ ابْنَ وَلِیْدٍ حَتّٰی فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رض و حضرت جعفر رض و حضرت ابن رواحہ رض کے مارے جانے کی خبر لوگوں کو پہلے سے دے دی تھی۔ چنانچہ پھر آپ نے اس طرح بیان فرمایا کہ زید نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور شہید کیا گیا۔ پھر علم کو جعفر نے سنبھالا اور وہ بھی شہید ہو گیا۔ پھر ابن رواحہ نے جھنڈے کو لیا اور وہ بھی شہید ہو گیا۔ آپ یہ فرماتے جاتے اور آنکھوں میں آنسو جاری تھے پھر آپ نے فرمایا اس کے بعد نشان کو اس شخص نے لیا جو خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے یعنی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر فتح فرمائی۔

---

[1] رواہ البخاری والمشکوٰۃ ص ۵۳۳

اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت زید رضی اللہ عنہ وحضرت جعفر رضی اللہ عنہ وحضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کا علم تھا جبھی آپ نے اُن کے جنگ موتہ میں شہید ہو جانے کی پہلے ہی خبر دے دی اور پھر لطف یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف میں تشریف فرما ہیں اور ملک شام میں اتنی دُور جنگ کے تمام حالات ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ اب فلاں نے جھنڈا لیا اور وہ شہید ہو گئے۔ سچ تو یہی ہے : ؎

یا رسول اللہ خدا نے کیا آپ کو سب پر آگاہ
دو عالم میں جو کچھ جلی و خفی ہے

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو

شہادت حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا علم

حضرت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے مسلم شریف میں روایت ہے :

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ حِیْنَ یَحْفِرُ الْخَنْدَقَ فَجَعَلَ یَمْسَحُ رَأْسَہٗ وَیَقُوْلُ بُؤْسُ ابْنَ سُمَیَّۃَ تَقْتُلُکَ الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃُ [1]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ خندق کھود رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا اسمیہ کے بیٹے! اس قدر محنت ومشقت، تجھ کو ایک باغی جماعت قتل کریگی۔

چنانچہ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم تھا کہ انھیں ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو آپ کی اس خبرِ غیب پر ایسا یقین تھا کہ ایک مرتبہ آپ بیمار ہو گئے آپ کی زوجہ آپ کی یہ حالت دیکھ کر

---

[1] حدیث مسلم شریف المشکوٰۃ ص ۵۳۲

رونے لگیں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

غم مت کرو، میں اس بیماری میں وفات نہیں پاؤں گا کیونکہ:

فَاِنَّ حَبِیْبِیْ اَخْبَرَنِیْ اِنَّہٗ تَقْتُلُنِیْ الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃُ وَاِنَّ اٰخِرَ زَادِیْ مِنَ الدُّنْیَا مُذْقَۃُ لَبَنٍ۔ ؎	میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی تھی۔ کہ مجھے باغی جماعت قتل کرے گی اور اس دنیا میں آخری وقت جو چیز میں کھاؤں گا وہ دودھ ہوگا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب باغی جماعت نے حنین کے جھگڑے میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو پکڑا تو اُن کے سامنے دُودھ کا پیالہ پیش کیا۔ آپ نے پیا اور پھر مسکرائے۔ کسی نے سبب مسکراہٹ پُوچھا تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس دُودھ کو آخری وقت پینے سے متعلق میرے آقا نے خبر دی۔ پھر آپ کو شہید کر دیا گیا۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو

شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کا علم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے معجم کبیر و طبرانی شریف اور ما ثبت بالسنہ ص ۱۷ میں شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے:

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ ابْنِیَ الْحُسَیْنُ یُقْتَلُ بَعْدِیْ بِاَرْضِ الطَّفِّ وَجَاءَ نِیْ بِھٰذِہِ التُّرْبَۃِ وَاَخْبَرَنِیْ	حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا فرزند حسین میرے بعد مقام طف (یعنی کربلا) کے میدان میں شہید کیا جائے گا اور یہ مٹی میرے پاس

؎ بخاری و حجۃ اللہ

اِنَّ فِیۡھَا مضجعہ [1] — لائی گئی ہے اور مجھے خبر دی گئی ہے کہ یہ ان کے مدفن کی جگہ ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیارے نواسے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم تھا اور جس جگہ جامہ شہادت پینا تھا اس مقام میدانِ کربلا کا بھی علم تھا اور تاریخ کا بھی علم تھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ ہجرت کے اکسٹھویں سال شہید کیے جائیں گے۔ (ما ثبت بالسنہ)

علاوہ ازیں بہت سے صحابہ کی شہادت کی خبریں احادیث میں موجود ہیں۔ یہاں صرف چند پر اکتفا کیا جاتا ہے کیونکہ صاحب عقل کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے۔

زہر آلود گوشت اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ: مخالفین کا یہ کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر میں زہر آلود گوشت پیش کیا گیا تو آپ نے اور صحابہ نے اسے کھا لیا جس سے صحابہ شہید ہو گئے۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہوتا تو ان صحابہ کو کھا لینے سے روک دیتے۔

جواب: ناظرین با انصاف کو دشمنانِ اللہ و رسول کے شبہے دیکھتے دیکھتے یہ تو خوب ظاہر ہو گیا ہو گا کہ یہ حضرات اپنے مدعا کو ثابت کرنے سے عاجز ہو کر صرف زبان درازی پر آ چکے ہیں اور سچ یہ ہے کہ جو لوگ مقامِ نبوت ہی کو نہیں جان سکے۔ وہ کیا جانیں کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول و فعل میں کیا کیا حکمتیں ہیں اس لیے وہ سوائے زبان درازی و تنقیصِ علمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کیا کچھ کر سکتے ہیں۔

آئیے ذرا وہی حدیث ملاحظہ فرمائیے:

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ یَھُوْدِیَّۃً مِّنْ اَھْلِ — حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

---

[1] ابن سعد و طبرانی و کبیر حدیث مشکوٰۃ

خَيْبَرَ سَمَّتْ شَاةً مَصْلِيَّةً
ثُمَّ أَهْدَتْهَا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذِّرَاعَ
فَأَكَلَ مِنْهَا وَأَكَلَ رَهْطٌ
مِنْ أَصْحَابِهِ مَعَهُ فَقَالَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ارْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ وَأَرْسَلَ
إِلَى الْيَهُودِيَّةِ فَدَعَاهَا فَقَالَ
سَمَّتَ هٰذِهِ الشَّاةَ فَقَالَتْ
مَنْ أَخْبَرَكَ قَالَ أَخْبَرَتْنِي
هٰذِهِ فِي يَدِي الذِّرَاعِ قَالَتْ
نَعَمْ قُلْتُ إِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَنْ
تَضُرَّهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ نَبِيًّا
اسْتَرَحْنَا مِنْهُ فَعَفَا عَنْهَا رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَلَمْ يُعَاقِبْهَا وَتُوُفِّيَ أَصْحَابُهُ
الَّذِينَ أَكَلُوا مِنَ الشَّاةِ
وَاحْتَجَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى كَاهِلِهِ
مِنْ أَجْلِ الَّذِي
أَكَلَ مِنَ الشَّاةِ حَجَمَهُ
أَبُو هِنْدٍ بِالْقَرْنِ
وَالشَّفْرَةِ وَهُوَ مَوْلَى بَنِي

کہ ایک یہودی عورت نے بھنی ہوئی
بکری میں زہر ملا کر اس کو ہدیہ کے طور
پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں پیش کی۔ آپ نے اس سے ایک
دستی لے لی۔ آپ نے اور آپ کے
صحابہ نے بھی کھایا۔ کھاتے ہوئے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے
فرمایا کہ اپنا ہاتھ روک لو، اس کو نہ کھاؤ
پھر اس یہودی عورت کو بلا کر آپ نے
فرمایا: کیا تو نے اس میں زہر ملایا ہے۔
اس نے کہا آپ کو کس نے بتایا۔ تو
آپ نے فرمایا مجھ کو اس دستی نے بتایا
جو میرے ہاتھ میں ہے۔ عورت نے کہا
کہ ہاں میں نے اس میں زہر ملایا اس
خیال سے کہ اگر نبی ہوں گے تو زہر آپ
پر اثر نہ کرے گا اور اگر آپ نبی نہ ہونگے
تو ہمیں نجات مل جائے گی۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو
معاف کر دیا اور سزا نہ دی۔ صحابہ میں
سے جنہوں نے بکری کو کھایا وہ فوت
ہو گئے (یعنی شہادت کی موت) اور
اس گوشت کے کھانے کے سبب آپ
نے مونڈھوں کے درمیان سنگھیاں کھنچوائیں

بَيَاضَةَ مِنَ الْانْصَارِ — ابو ہند نے سنگھیاں کھینچیں جو بنی بیاضہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جس زہر آلود گوشت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لقمہ تناول فرمایا اسی میں سے صحابہ نے بھی لقمہ کھایا۔ اس زہر آلود گوشت کے کھانے سے صحابہ کرام وفات پاگئے۔ یعنی انہوں نے شہادت کی موت کا درجہ حاصل کیا اور پھر حضرت کا اس یہودیہ کو کچھ بھی نہ کہنا۔ اور معاف فرما دینا۔

صحابہ کرام کی موت شہادت تقدیر الٰہیہ میں اسی طرح تھی اور اُن کا اس زہر ہی کے ذریعہ وفات پانا ان کے لیے مزید ثواب تھا جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛

مَاكَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا۔[1] — اور کوئی جان بے حکم خدا مر نہیں سکتی سب کا وقت لکھ رکھا ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہو گیا کہ جس طرح اور جب کسی کی موت آنی ہے وُہ اللہ کے حضور لکھا ہوا ہے اس سے زیادتی اور کمی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا یہ اعتراض باطل ہے کہ وہ صحابہ شہید ہو گئے۔ جب ان کی موت شہادت اسی طرح آنی ہے آپ کیوں روکتے۔ قانونِ خداوندی میں جس طرح وہ اسی طرح ہو کر رہنا تھا نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس زہر کے کھانے کے بعد کافی عرصہ بجسم ظاہری حیات رہے ہیں اور صحابہ شہید ہو گئے ہیں۔ تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان صحابہ کی موت اسی طرح اور اسی وقت آنی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا لیکن آپ نے اس کا اظہار نہیں فرمایا۔ اگر کسی بات کو جانتے ہوئے اس کا اظہار نہ کیا جائے تو وہ عدم علم کی دلیل نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت میں فرماتے ہیں؛

پرسید از من پروردگار من چیزے پس نتوانستم کہ جواب گویم پس نہادہ دست قدرت خود درمیان دو شانہ من بے تکیف و بے تحدید پس یافتم	حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شب معراج میں مجھ سے میرے پروردگار عالم نے کچھ دریافت فرمایا میں جواب نہ دے سکا تو اُس نے

[1] پ ۴، ع ۵، س آل عمران

بر آنرا در سینہ خود پس داد مرا علم
اولین و آخرین و تعلیم کرد انواع علم را
علمی بود کہ عہد گرفت از من کتمان آنرا
کہ با ہیچکس نگویم طاقت برداشت آں
ندارد جز من و علمی بود کہ مخیر گردانید مرا
در اظہار و کتمان آں و علمی بود کہ امر کرد
مرا بتبلیغ آں بخاص و عام از امت من[1]۔

اپنا دست مبارک میرے دونوں شانوں
کے درمیان بے تکثیف و تحدید رکھا۔
(کیونکہ اللہ تعالیٰ جوارح سے منزّہ و
پاک ہے پھر تحدید و تکثیف کیسی) پھر
میں نے اس کی سردی اپنے سینہ میں
پائی۔ پس مجھے علوم اولین و آخرین کے
عطا فرمائے اور چند علم اور تعلیم فرمائے
جن میں سے ایک علم وہ ہے جس کے
چھپانے کا مجھ سے عہد لیا گیا کہ میرے
سوا کسی میں برداشت کرنے کی طاقت
نہیں ہے۔ ایک علم وہ جس کا مجھے
اختیار دیا گیا اور ایک علم وہ جس کی
تبلیغ کا حکم فرمایا کہ میں اپنی اُمت کے
ہر خاص و عام کو پہنچا دوں۔

علامہ شیخ محقق علیہ الرحمۃ کی عبارت سے معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام اوّلین و آخرین کے علوم عطا فرما دینے کے علاوہ تین علوم یہ عطا فرمائے:

۱۔ ایک علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا عطا فرمایا گیا جس کو چھپانے کا حکم ہے اس لیے کہ یہ آپ کے سوا کسی اور میں برداشت کی طاقت نہیں۔

۲۔ دوسرا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا عطا فرمایا گیا ہے جس میں آپ کو اختیار دیا گیا ہے کہ چاہیں تو ظاہر فرمائیں اور چاہیں تو نہ ظاہر فرمائیں۔

۳۔ تیسرا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا عطا فرمایا گیا ہے کہ آپ اُمت کے ہر خاص و

---

[1] مدارج النبوت جلد اول ص ۱۹۲ سطر آخری مطبوعہ لکھنؤ

عام کو مطلع فرمادیں۔

ناظرین! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث جو علامہ شاہ عبدالحق علیہ الرحمۃ نے درج فرمائی ہے اگر منکرین اس پر ہی ایمان لے آئیں تو مجھے قوی امید ہے کہ انشاء اللہ تمام شکوک و شبہات کا ازالہ ہو جائے تمام چیزوں کا خزانہ ان تمام باتوں میں ہے۔

تو معلوم یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تو ہے کہ اس میں زہر ہے لیکن آپ نے اس کا اظہار نہیں فرمایا اور نہ ہی یہاں پر اظہار کرنا تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی زہر سے بوقت وصال شہادت کا درجہ ملنا تھا۔

چنانچہ حدیث شریف شاہد ہے:

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ يَا عَائِشَةُ مَا اَزَالُ اَجِدُ اَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِيْ اَكَلْتُ بِخَيْبَرَ وَهٰذَا اَوَانُ وَجَدْتُ اِنْقِطَاعَ اَبْهَرِيْ مِنْ ذٰلِكَ السَّمِّ[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مرض آخری میں فرمایا کرتے تھے اے عائشہ! جو میں نے خیبر میں کھایا تھا یعنی زہر آلود بکری کا گوشت۔ اب وہ وقت ہے کہ اس زہر کے اثر سے میری رگ جان کاٹی جائے۔

شیخ المحدثین حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں:

اے عائشہ ہمیشہ بودم من یافتم درطعامے راکہ خوردہ بودم بخیبر گوسفندے کہ زہر آلود کردند آں را اگرچہ تاثیر نہ کرد و ہلاک برائے ظہور معجزہ ولیکن المے ازوے باقی بود گاہ گاہ ظہور میکرد وہذا اوان وجدت انقطاع ابہری من ذالک

---

[1] مشکوٰۃ شریف

السم و ایں وقت یا فتن من است بریدہ شدن رگ دل مرازان زہر و ابہر
بہ فتح ہمزہ و سکون ہا رگ دل کذا فی الصحاح و در قاموس گفتہ پشت در گیت
در پشت و رگ گردن است و چوں ایں متعلق است بدل بایں اعتبار آنرا
رگ دل نیز گویند ظاہرا حکمت الٰہی عز اسمہٗ اقتضائے آں کرد کہ اثر آن زہر
را در وقت موت ظاہر گردانید از برائے حصول مرتبہ شہادت چنانکہ می گویند
کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ با ثر زہر مارہ مرد کہ غار ہجرت گزیدہ بود[1]

مندرجہ بالا اشعۃ اللمعات کی عبارت سے واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت زہر نے اثر اس لیے نہ کیا کہ آپ کو مرتبۂ شہادت حاصل ہو۔ اُس زہر کے کھانے میں حکمتِ الٰہی بھی یہی تھی۔ اور اسی لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غار ہجرت میں سانپ نے ڈسا تھا۔ اس وقت تو آپ کو اُس زہرِ سانپ نے اثر نہ کیا لیکن بوقتِ وصال حضرت ابوبکر صدیق رض نے فرمایا تھا کہ مجھے اب سانپ کا زہر تکلیف دے رہا ہے۔ یہ حکمتِ الٰہی تھی کہ آپ بھی مرتبۂ شہادت حاصل کرلیں۔

تو یہ حکمت تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت اظہار نہ فرمایا اور نہ فرمانا تھا کیونکہ آپ کو مرتبۂ شہادت ملنا تھا اور اُن صحابہ کی اسی وقت شہادت کی موت ہونی تھی۔

نیز بخاری شریف میں ایک اور حدیث آتی ہے کہ فتح خیبر کے بعد کچھ یہودیوں نے ایک بھُنی ہوئی بکری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی جس میں زہر ملایا ہوا تھا تو آپ نے ان تمام یہودیوں کو بُلا کر فرمایا، تمہارے قبلہ و دادا کا نام کیا ہے تو انھوں نے کہا، فلاں فلاں۔ آپ نے فرمایا، قَالَ كَذَبْتُمْ بَلْ اَبُوْكُمْ فُلَانٌ قَالُوْا صَدَقْتَ۔ تم جھوٹ بولتے ہو تمہارے باپ دادا کا نام تو فلاں فلاں ہے۔ تو یہودیوں نے کہا آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا، قَالَ هَلْ جَعَلْتُمْ فِيْ هٰذِهِ الشَّاةِ سُمًّا۔ (کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے تو وہ بولے، نعم۔ ہاں ہم نے اس میں زہر ملایا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہاں پر ان یہودیوں کے زہر ملانے کا اظہار مقصود تھا اور جہاں یہودی عورت نے زہر ملایا تھا وہاں اظہار کرنا مقصود نہ تھا کیونکہ اس میں حکمت تھی، جبھی تو

[1] اشعۃ اللمعات۔ ج ۴۔ ص ۶۰۸ سطر ۱۶ مطبوعہ لکھنؤ

آپ نے یہودیہ عورت کو باوجودیکہ صحابہ شہید ہوئے کچھ نہ کہا بلکہ فعفاھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرما دیا۔ ان دلائل سے تو یہ ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم تھا کہ اس گوشت میں زہر ہے اور یہ بھی علم تھا کہ زہر بحکم الٰہی آپ پر اثر نہ کرے گا۔ اور یہ بھی علم تھا کہ جو ساتھی میرے ساتھ ہیں ان کو شہادت کی موت ملنی ہے۔ پھر ایسے اعتراضات وہی کر سکتے ہیں جو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و حکمت سے ناواقف ہیں۔ الحمد للہ مخالفین کے اعتراض کا از روئے دلائل قویہ ازالہ ہوگیا۔

اب ذرا قرآنی روشنی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض مقامات پر اظہار نہ فرماتے یا سکوت فرمانے کی وجہ ملاحظہ فرمائیے۔

قرآنی فیصلہ

بارگاہِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بے فائدہ سوالات کی ممانعت

بعض لوگ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے فائدہ سوالات کیا کرتے تھے یہ خاطر مبارک پر گراں ہوتا تھا۔

تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی یہ آیت شریفہ نازل فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ[1] — اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔

علامہ علاؤ الدین صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

عن ابن عباس قال کان قوم — حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

---

[1] پ ۷، ع ۳، س المائدہ

یسئلون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استھزاء فیقول الرجل من ابی ویقول الرجل تضل ناقۃ این ناقتی۔[1]	مروی ہے کہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور تمسخر قسم قسم کے سوال کیا کرتے تھے۔ کوئی شخص کہتا میرا باپ کون ہے اور کوئی شخص کہتا میری اونٹنی گم ہوگئی ہے وہ کہاں پر ہے۔

ایک حدیث بخاری شریف کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں اسی آیت لا تسئلوا کے تحت ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج حین زاغت الشمس فصلی الظھر فلما سلم قام علی المنبر فذکر الساعۃ ذکران بین یدیھا امورا عظاما ثم قال من احب ان یسال عن شئ فلیسال منہ فواللہ لا تسئلونی عن شئ الا اخبرتکم بہ مادمت فی مقامی ھذا قال انس فاکثر الناس البکاء واکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقول سلونی فقال انس فقام الیہ رجل فقال الیہ رجل فقال این مدخلی	تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جب کہ سورج ڈھل چکا تھا۔ پس آپ نے نمازِ ظہر پڑھ کر سلام پھیرا۔ آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پس قیامت کا ذکر فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں۔ پھر فرمایا جو شخص جو بات پوچھنا چاہے پوچھ لے۔ خدا کی قسم جب تک میں اس مقام پر کھڑا ہوں یعنی منبر پر، تم کوئی بات نہ پوچھو گے۔ مگر یہ کہ میں تم کو اس کی خبر دوں گا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ آپ کا یہ ارشاد سن کر اکثر لوگوں نے رونا شروع کر دیا اور بار بار آپ نے فرمایا کہ پوچھ لو مجھ سے جو چاہتے ہو۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ

---

[1] الخازن ج ۲ ص ۹۸

یارسول اللہ قال النار فقام عبداللہ ابن حذافۃ فقال من ابی یارسول اللہ قال ابوک حذافۃ قال ثم اکثر ان یقول سلونی سلونی [1]	ایک شخص آگے بڑھا اور کہنے لگا یارسول اللہ مجھے بتائیے کہ میرا ٹھکانا کہاں پر ہے۔ آپ نے فرمایا تیرا ٹھکانا جہنم ہے پس عبداللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر پوچھا میرا باپ کون ہے۔ آپ نے فرمایا: حذافہ۔ پھر بار بار آپ نے فرمایا: مجھ سے پوچھو۔ مجھ سے پوچھو۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہنمی یا جنتی ہونا یہ علوم خمسہ میں سے ہے کہ سعید ہے یا شقی ہے اسی طرح کہ کون کس کا بیٹا ہے۔ یہ ایسی بات ہے کہ سوائے اس کی ماں کے اور کوئی نہیں جان سکتا۔ لیکن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی علم ہے کہ کون جنتی اور جہنمی ہے۔ اور یہ بھی علم ہے کہ عبداللہ نے دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے آپ نے اس کے اصل باپ کا نام حذافہ بتا دیا جس کے نطفہ سے وُہ تھا باوجودیکہ اس کی ماں کا شوہر اور تھا جس کا یہ شخص بیٹا کہلاتا تھا۔

یاد رہے کہ آیہ لاتسئلوا عن اشیاء کے تحت تفاسیر و احادیث میں مختلف اقوال آئے ہیں جن کا اُوپر ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن اسی آیت کے تحت ایک قول یہ بھی ہے جو خازن و بخاری و مسلم شریف میں مذکورہ واقعہ کے ساتھ ہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں حج فرض ہونیکا بیان فرمایا۔ اس پر ایک شخص نے کہا کیا ہر سال حج فرض ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا سائل نے سوال کا تکرار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

ذرونی ما ترکتکم و لو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم۔	کہ جو چیز میں بیان کروں اس کے درپے نہ ہوا کرو اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ احکام حضور کو مفوض ہیں جو فرض فرما دیں وہ فرض ہو جائے نہ فرمائیں

---

[1] البخاری شریف جزء الرابع ص ۱۰۷ مطبوعہ مصر

نہ ہو۔

بہر حال ہمارا مدعا ہر صورت ثابت ہُوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی معاملہ میں مصلحت یا حکمت کی بنا پر جانتے ہُوئے اس کا اظہار نہ فرمائیں۔ یعنی سکوت فرمائیں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ آپ کو علم نہیں بلکہ یہ آپ کے علم ہی کی بہت بڑی دلیل ہے۔

اس لیے جو لوگ سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سکُوت یا آپ کے اظہار نہ فرمانے سے عدمِ علم کی دلیل بناتے ہیں۔ یہ ان کی انتہا درجہ کی عداوت الرسول کا نمونہ ہے۔

مسئلہ دریافت اور

اُمت کو مفید ہدایات

شبہ: علمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکاری یہ بھی کہتے ہیں کہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے باپ کے قرضہ کے باب میں گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے فرمایا کون ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مَیں۔ تو آپ نے فرمایا: مَیں تو مَیں بھی ہُوں۔ گویا یہ کلمہ آپ کو ناگوار گزرا۔ لہٰذا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان ہوتے تو کیوں دریافت کرتے کہ تم کون ہو۔ آپ کو خود ہی معلوم ہو جاتا۔

جواب: مخالفین کو جب کوئی راہ نہیں ملتی تو وُہ تنگ آکر ایسے اعتراضات کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن کے باوجود بھی یہ اپنے مقصد کو حل کرنے سے عاجز ہی رہتے ہیں۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من ذا کون ہے تو اِس سے عدمِ علم ہونا کیسے ثابت ہوتا ہے باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم ہے کہ دروازہ کے باہر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں تو پھر آپ کا یہ فرمانا کہ مَیں کہنے والے (مَیں) تو مَیں بھی ہوں۔ یہ کمال علم و حکمت کی شان ہے کہ آئندہ امت کے لیے ایک عظیم بہتری کا سبق ہے۔ لیکن اُن ظالموں کو کیا معلوم کہ آپ کے من ذا فرمانے میں کیا حکمت ہے۔

اگر مخالفین یہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پہ عدمِ علم ہونا مراد لیتے ہیں تو مجھے خطرہ ہے کہ وُہ کہیں یہ بھی نہ کہہ بیٹھیں کہ خدا تعالیٰ کو بھی علم نہیں۔ اس لیے کہ

حدیث شریف میں آتا ہے :

مَا یَقُوْلُ عِبَادِیْ قَالَ یَقُوْلُوْنَ یُسَبِّحُوْنَکَ وَیُکَبِّرُوْنَکَ وَیُحَمِّدُوْنَکَ وَیُمَجِّدُوْنَکَ قَالَ فَیَقُوْلُ هَلْ رَاَوْنِیْ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْکَ[۱]

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت فرماتا ہے کہ میرے بندے کیا کر رہے ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں تیری تسبیح و تکبیر و تحمید و بزرگی کا ذکر کر رہے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں قسم ہے تیری انہوں نے تجھ کو نہیں دیکھا۔

مخالفین کے اصول کے مطابق ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی (معاذ اللہ) علم نہیں ہے۔ کیونکہ اگر اس کو علم ہوتا تو فرشتوں سے کیوں دریافت کرتا کہ میرے بندے کیا کہہ رہے ہیں۔

اس لیے ہر جگہ سوال کی علت بے علمی نہیں ہوتی۔ مگر جو حکمتیں نہ سمجھتے ہوں اور کلام کی مراد سے ناواقف ہوں۔ وہ ایسے ہی واہی شبہے بیان کر سکتے ہیں۔

ورنہ کسی مسلمان کو تو ہمت ہو ہی نہیں سکتی لیکن افسوس ہے کہ ان حضرات سے قبل آج تک کسی نے ایسے سوالات کو عدمِ علم کی دلیل نہ سمجھا۔ مگر عجیب الفہم ہیں کہ عجیب عجیب ایجادیں کرتے ہیں۔ یہاں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے میں جو حکمت ہے ایمان والوں کی آنکھیں اس سے بند نہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب تعلیم فرمانا مقصود تھا کہ تم کسی کے مکان پر جاؤ اور وہ دریافت کرے کہ تم کون ہو (میں)، نہ کہہ دیا کرو بلکہ نام بتلایا کرو۔ اور ایک لفظ "میں" کہہ دینا جس سے تمیز نہ ہو سکے کہ کون صاحب ہیں ناپسند ہے۔ یہ تو تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم جو قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے بہتر تھی۔ لیکن یہ لوگ ابھی تک اسی چکر میں مارے مارے پھر رہے ہیں کہ حضرت کو یہ علم نہ تھا کہ دروازہ پہ کون ہے۔ استغفر اللہ۔

---

[۱] المشکوٰۃ شریف ص ۱۹۷

آئندہ سوچ کر زبان کو کھولیے ورنہ بند ہی رکھنا بہتر ہے۔

حدیث الحن الحجۃ اور
مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

شُبہ: مخالفین یہ کہا کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کے دروازے پر جھگڑے کو سُنا۔ آپ نے باہر تشریف لا کر فرمایا سوائے اس کے نہیں کہ میں آدمی ہوں۔ میرے پاس جھگڑنے والے آتے ہیں۔ شاید بعض تمہارا بعض سے خوش بیان ہو۔ اس کی خوش بیانی سے میں اس کو سچا جانوں اور اس کے حق میں فیصلہ کر دوں۔ پس جس کو میں حق مسلمان کا دلاؤں وُہ مجھے کہ جہنم کا ایک ٹکڑا دلاتا ہُوں۔ اس حدیث بخاری سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان نہ تھے اگر غیب جانتے تو خلاف فیصلہ کا آپ کو کیوں خوف ہوتا۔

جواب: اب منکرین کی حالت اس درجہ تک پہنچ چکی ہے کہ وہ محض زبان درازی پر اتر آئے ہیں استغفر اللہ۔ کیا کسی مسلمان کا ایمان اس کو اس بات کی اجازت دے سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ کسی کا حق کسی دُوسرے کو دلا دیں یا آپ کو ذرا اِس کا خطرہ ہو۔ (العیاذ باللہ) مگر کسی بے ادب و گستاخ کو۔

اِس حدیث میں ایک حرف بھی ایسا نہیں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم جمیع اشیاء کے انکار میں ذرا بھی مدد دے۔ اسالیب معرفت کے کلام سے تو یہ حضرات بالکل پاک ہیں۔ اس کا تو ان پر کسی طرح الزام نہیں آسکتا۔ ان ضعیف الفہم لوگوں نے اس حدیث سے کیا سمجھا کہ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کو امورِ غیب کا علم تعلیم نہیں ہُوا یہ بھر فہم قابلِ تحسین و آفرین ہے۔

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس تمام کلام سے تہدید ہے کہ لوگ ایسا ارادہ نہ کریں کہ دُوسروں کا مال لینے کے لیے زبانی قوتیں خرچ کریں۔

چنانچہ حدیث شریف کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

فَاِنْ قَضَیْتُ لِاَحَدٍ مِّنْکُمْ	یعنی اگر میں تم سے کسی کو دوسرے
بِشَیْءٍ مِّنْ حَقِّ اَخِیْهِ فَاِنَّمَا	کی چیز دلا دُوں تو وہ اس کے لیے

اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ[1] — آگ کا ٹکڑا ہے۔ یعنی تم کسی کا حق لینے کی کوشش ہی نہ کرو۔

یہاں پر تو انکارِ علمِ غیب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مراد تو یہ ہے کہ تم جو باتیں بناؤ تو اس سے حاصل کیا۔ بفرضِ محال اگر میں تمہاری تیز زبانی اور شیریں بیانی سُن کر دُوسرے کا حق دلا دوں تو بھی فائدہ کیا۔ وُہ تمہارے کام کا نہیں بلکہ تمہارے لیے دوزخ کی آگ کا ٹکڑا ہے تو تم دوسرے کا حق لینے کی کوشش نہ کرو۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا حق (معاذ اللہ) کسی دُوسرے کو دلا دیتے تو بھی کچھ جائے عذر ہوتی کہ کچھ شُبہ کا موقع ہے کہ حضرت نے کسی کا حق تھا کسی کو دلوا دیا۔ مگر یہاں شُبہ کو کچھ بھی ملاقہ نہیں کہ آپ نے ایک کا حق دُوسرے کو دلا دیا۔

بلکہ جو لفظ فرمائے وہ بھی قضیۂ شرطیہ جو صدق مقدم کو مقتضی نہیں۔ ایک فرض محال ہے۔ یعنی ایک ناممکن بات کو محض تہدید کی غرض سے فرض کر لیا ہے۔ اگر بالفرض ایسا ہو تو بھی تمہیں کچھ فائدہ نہیں۔ لیکن وہابیہ دیوبندیہ خذلہم اللہ ہوش کی دوا کیجیے اور علمِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کی بنا پر اپنا اجتہاد صرف نہ کیجیے ورنہ ایسا ہی شرطیہ قرآن کریم میں بھی وارد ہے۔

آیۂ شریف ملاحظہ فرمائیے:

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ[2] — فرما دیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ اگر رحمٰن کے ہاں بچہ ہوتا تو سب سے پہلے میں عبادت کرتا۔

آیت کو دیکھ کر اب اس اجتہاد کی بنا پر یہ نہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالےٰ کے بیٹا ہونے کا بھی خطرہ تھا۔ (معاذ اللہ)

شرح مشارق میں یوں درج ہے:

---

[1] ترمذی و البخاری شریف

[2] پ ۲۵۔ ع ۱۲۔ س زخرف

وان قولہ علیہ السلام فمن قضیت لہ بحق مسلم الخ
شرطیۃ وھی لا تقتضی صدق المقدم فیکو ومن باب فرض
المحال نظرا الی عدم جواز قرارہ علی الخطاء بجوز ذلک اذا
تعلق بہ غرض کما فی قولہ تعالیٰ فان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین
والغرض فیما نحن فیہ التھدید والتفریح علی السن والاقدام علی
تلحین ابجح فی اخذ اموال الناس۔[1]

شرح مشارق کی عبارت سے واضح ہوگیا ہے کہ یہ شرطیہ ہے اور شرطیات مقدم صدق کو مستلزم نہیں ہوتے بلکہ فرض محال تک بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں ایک محال فرض کیا گیا ہے۔ اور منکرین اپنے مدعائے باطل پر سند لانا چاہتے ہیں۔ مقدم میں فرض محال ہے یا ناممکن ہے کہ سرور اکرم رسول محترم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیصلہ سے کسی کا حق کسی دوسرے کو پہنچ جائے اس لیے مسلمان کبھی ایسی باتیں نہیں کریں گے کیونکہ ان کے دلوں میں رسولِ خدا علیہ التحیۃ والثنا کا ادب و احترام موجود ہے۔

مسلمان یہ تو خوب جانتے ہیں کہ:

لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول
کجھر بعضکم لبعضٍ ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔[2]

مقام رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دل ادب و احترام سے بھرپور ہونا چاہیے، ورنہ ان تحبط اعمالکم (تمام اعمال ضائع ہوجائیں گے) اور اس کا پتہ بھی نہ چل سکے گا۔ اس لیے اگر کچھ احساس ہو تو آیندہ ایسی بد زبانی سے باز رہیے اور علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کیجیے۔

---

[1] شرح مشارق

[2] سورہ الحجرات، پ ۲۶، ع ۱۳

قلادۂ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا

اور مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ: مخالف صاحبان یہ بھی کہتے ہیں کہ سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں اُن کا ہار گُم ہوگیا۔ حضرت وہاں پر ٹھہر گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے ہار ڈھونڈا۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ہوتا تو کیوں نہ بتادیتے۔

جواب: مخالفین کے دلائل کا دارومدار باطل و غلط قیاسوں پر رہ گیا ہے کسی آیت و حدیث سے وہ اپنا دعوٰی کسی طرح ثابت نہیں کرسکتے تو مجبوری و ناچاری اپنی غلط راؤں کو بجائے دلیل کے پیش کردیتے ہیں۔ نہ معلوم انہوں نے اپنی رائے کو دلائل شرعیہ میں سے کون سی دلیل قرار دے رکھا ہے۔ دینی مسائل اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف زید و عمر اور ہر ما و شما کے منتشر خیالات پر موقوف نہیں ہیں۔ جب آیات و احادیث اور کتب معتبری سے سید عالم علیہ الصلوٰۃ کا عالم جمیع اشیاء ہونا ثابت ہے تو پھر مخالفین کے یہ باطل وہم کس شمار و قطار میں ہیں۔ اپنے خیالات واہیہ کو آیات و احادیث کے مقابلہ میں اُن کا رد کرنے کے لیے پیش کرنا ان حضرات ہی کی جرأت ہے۔

اب اس سوال کا دارومدار صرف اس بات پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ بتایا کہ وہاں پر ہار موجود ہے۔ بھلا یہ تو بتلائیے کہ اس کے لیے کوئی دلیل بھی ہے یا کسی کتاب کی کوئی عبارت ہے۔ ہرگز نہیں۔

مگر یہاں پر اس کی ضرورت ہی نہیں۔ صرف جو بات منہ میں آئی کہہ دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جس فضیلت کا چاہا محض بزور زبان انکار کردیا۔

چنانچہ حدیث بخاری و مسلم شریف کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلاً فَوَجَدَھَا۔ [1]

---

[1] بخاری شریف

اور اسی حدیث کی شرح امام نووی فرماتے ہیں ،

یَحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ فَاعِلُ وَجَدَهٗ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کے واجد ہیں۔ وہ ہار خود آپ نے پایا۔ پھر نہ بتلایا کہ کیا معنے۔ اور اگر فرض کر لیجئے کہ نہ بتایا تو نہ بتانا کسی عالم کا نہ جاننے کو کب مستلزم ہے یہ کہاں کی منطق ہے۔

اگر مخالفین یہی کہیں کہ حضرت نے نہ بتایا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ ان کو علم نہ تھا تو خدا خیر کرے کہیں اس قیاس سے یہ بھی نہ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کو بھی علم نہیں تھا کیوں کہ کفار نے وقت قیامت کا بہتیرا سوال کیا اور ایّانَ یوم القیمٰۃ کہا مگر اللہ تعالیٰ نے یہ نہ بتایا۔ معلوم ہوتا تو کیوں نہ بتاتا۔ معاذ اللہ۔

نہ بتلانا کسی حکمت سے ہوتا ہے نہ کہ اس کے لیے عدم علم ضروری ہے۔ اس نہ بتانے میں جو حکمتیں ہیں وہ ان کو کیا معلوم۔ آئیے ذرا آنکھ والوں سے پوچھیے۔

شیخ المشائخ قاضی القضاۃ اوحد الحفاظ والرواۃ شہاب الدنیا ابو الفضل ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں،

وَاسْتَدَلَّ بِذٰلِكَ عَلٰی جَوَازِ الْاِقَامَةِ فِی الْمَكَانِ الَّذِیْ لَا مَاءَ فِیْهَا۔[1]	یعنی اس اقامت سے فائدہ یہ حاصل ہوا کہ جس جگہ پانی نہ ہو وہاں ٹھہرنے کا جواز معلوم ہوا۔

دیکھا آپ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلدی ہار نہ بتانے میں کیا حکمت تھی۔ اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً ہی بتا دیتے تو یہ مسائل کیونکر معلوم ہو سکتے تھے جس جگہ پانی نہ ہو وہاں ٹھہرنے کا جواز۔

دوسرا یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ:

وَفِیْهِ اِعْتِنَاءُ الْاِمَامِ لِحِفْظِ	اور یہ بھی معلوم ہے کہ امام گو سفر

---

[1] فتح البا ج ۱ ص ۲۱۵

حُقُوقِ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِنْ ـــــ قُلْتُ ۔ | میں ہو مگر اس کو مسلمانوں کے حفظ و حقوق کا خیال کرنا چاہیے۔

اس واقعہ سے علماء نے یہ بھی مسئلہ معلوم کر لیا کہ امام اگر سفر میں ہو تو اس کو مسلمانوں کے حفظ و حقوق کا پورا خیال رکھنا چاہیے۔

ویلحق بتحصیل الضائع الاقامۃ للحقوق المنطقۃ ودفن المیت ونحو ذٰلك من مصالح الرعیۃ۔[1] | کہ دفن میت کے لیے اور اس کی مثل رعیت کی ضرورتوں اور مصلحتوں کے لحاظ سے امام کو قیام کرنا چاہیے۔

یہ بھی مسئلہ حاصل ہو گیا کہ امام کو دفن میت اور اس کی مثل رعیت کی ضرورتوں اور مصلحتوں کے لحاظ سے امام کو قیام کرنا چاہیے۔

چوتھا مسئلہ یہ بھی معلوم ہے:

وفیہ اشارہ الی ترك اضاعۃ المال۔[2] | اور یہ بھی حاصل ہوا کہ مال کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

دیکھا آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ہار گم ہو جانے سے جو اقامت فرمائی وہ کتنی عظیم مصلحتوں اور حکمتوں پر مبنی ہے۔

اے بصیرت کے اندھو! ذرا آنکھوں سے پردہ کھول کر ذرا غور کرو۔

اور ایک مزے کی بات معلوم ہوئی کہ اس اقامت کی وجہ سے پانی نہ ملا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو نماز کی فکر ہوئی کہ کہاں سے وضو کیا جائے گا، کس طرح وضو کیا جائے گا۔ تو وہ بے چین ہوئے، لامحالہ ان کو سوال کرنا پڑا تو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور حضور اقدس رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے ضروری سوال کے لیے بھی بیدار کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی اور کسی نے گوارا نہ کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب سے بیدار کرنے کا کسی کو حق نہیں۔

---

[1] فتح الباری [2] ایضاً

یہی الفاظ فتح الباری میں یوں درج ہیں:

انما اشکوا الی ابی بکر لکون النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان نائماً وکانوا لا یوقظونہ۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی فکر میں تھے کہ نماز کس طرح پڑھیں گے تو حضرت صدیقہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کوکھ میں (یعنی کمر میں) انگلیاں ماریں۔ یہ ضرب ایسی ہے کہ انسان بے اختیار اچھل پڑتا ہے مگر سرورِ دوجہاں آقاء دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے زانو پر آرام فرما رہے تھے۔ اس وجہ سے انھیں جنبش نہ ہونے پائی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب اس درجہ کا ہونا چاہیے کہ ایسی طبعی حرکات بھی نہ ہونے پائیں جن سے خواب ناز میں فرق آنے کا اندیشہ ہو۔

فیہ استحباب الصبر لمن خالہ ما یوجب الحرکۃ و یحصل بہ تشویش النائم۔[1]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی اس آیت شریفہ کو نازل فرماکر تمام مسلمانوں کے لیے ایک ہمیشہ کے لیے آسانی فرمادی۔

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا	پس پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔
طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ	تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو۔
وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا	بے شک اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا
غَفُوْرًا۔[2]	اور بخشنے والا ہے۔

چنانچہ صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں اور بخاری شریف میں بھی یوں ہی درج ہے:

قال اسید بن حضیر فو اللہ	کہا حضرت اسید بن حضیر نے خدا کی قسم
ما نزل بک من امرٍ تکرھینہ	اے صدیقہ آپ پر کوئی امر پیش آتا ہے

---

[1] فتح الباری [2] پ ۵، ع ۴، س النساء

الاجعل اللہ ذٰلک لک و للمسلمین فیہ خیراً۔ اور آپ پر گراں گزرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں آپ کے اور مسلمانوں کے لیے بہتری فرماتا ہے۔

ابن ابی ملیکہ کی روایت میں ہے کہ خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ماکان اعظم برکۃ قلادتک۔ اے عائشہ! تمہارے ہار کی کیسی عظیم الشان برکت ہے۔ قیامت تک کے مسلمان ان کے صدقہ میں سفر اور بیماری اور مجبوری کی حالتوں میں تیمم سے طہارت حاصل کرتے رہیں گے

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تین مرتبہ یُوں فرمایا:

یاعائشۃ انکَ لَمُبَارَکَۃٌ۔ اے عائشہ! تم یقیناً بے شک بڑی برکت والی ہو۔

ناظرین باانصاف توجہ فرمائیں کہ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہار گم جانے اور حضرت کے وہاں پر اقامت فرمانے میں اللہ و رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتنی عظیم حکمتیں تھیں جو قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ اور مجبوری و تکلیف کے وقت مدد کرتی ہیں۔

اگر یہ ہار آپ جلدی بتلا دیتے اور اقامت نہ فرماتے تو بتلائیے قیامت تک کے مسلمانوں کو یہ سعادت نصیب ہو سکتی تھی ہرگز نہیں۔ ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ۔

اہلِ ایمان کو خُوب نظر آچکا ہے کہ حضرت سیدہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار کی وجہ سے لشکر اسلام کو اقامت کرنا پڑے اور پانی نہ ملے تو اُن کی برکت سے اللہ تبارک و تعالیٰ تیمم کو جائز فرمائے اور مٹی کو مطہر کرے۔

لیکن جہاں آنکھیں بند ہوں اور بصیرت کا نور جاتا رہا ہو وہاں سوائے اس کے کچھ

نہ معلوم ہو کہ حضرت کو معاذ اللہ علم نہ تھا۔ استغفر اللہ۔

ے

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

تو خلاصہ یہ ہُوا کہ حضرت کو سیّدہ کے ہار کا علم تھا لیکن حکمت مذکورہ کی بنا پر اسی وقت ذکر نہ فرمایا۔

مخالفین کا یہ قیاس فاسد باطل محض اور سراپا خُو ہے اور اُن کے مدعائے باطل کو اس سے کوئی تائید نہیں پہنچ سکتی۔

پہچان نیک و بد اور
مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ: شاتمانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ بھی کہنا ہے کہ قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض لوگوں کو حوضِ کوثر کی طرف بلائیں گے۔ ملائکہ عرض کریں گے:

انك لا تدری ما احدثوا بعدك۔ — بے شک آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے۔

ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہیں کہ میرے بعد لوگوں نے کیا کیا۔ یہ حدیث ترمذی شریف میں ہے۔

جواب: ناظرین مخالفین کی جہالت کا اندازہ کریں کہ خود ہی تو یہ کہہ رہے ہیں کہ حضرت کو یہ معلوم نہیں کہ لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ اور ساتھ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ حدیث میں یہ بات موجود ہے۔

اب میں پُوچھتا ہُوں کہ یہ حدیث کیا تمہاری اپنی ایجاد کی ہوئی ہے یا کہ ارشادِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اگر یہ کہو کہ یہ حدیث ہم نے ایجاد کی ہے تو پھر کیا ٹھکانہ۔ اور اگر یہ کہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قیامت کے اس واقعہ کا اظہار فرمایا ہے تو پھر یہ آپ کے

علمِ غیب کی بہت بڑی دلیل ہے ۔ ع

خدا جب دین لیتا ہے تو ضلالت آہی جاتی ہے

ایک وہی حدیث جو مخالف صاحبان پیش کرتے ہیں اس کو ملاحظہ فرمایئے:

عن سہل بن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی فرطکم علی الحوض من مرّ علیّ شرب ومن شرب لم یظمأ ابداً لیردن علیّ اقوامٌ اعرفھم ویعرفونی ثمّ یحال بینی وبینھم فاقول انھم منی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول سحقاً لمن غیر بعدی۔[1]

سہل بن سعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں حوض کوثر پر تمہارا میرِ سامان ہوں گا۔ جو شخص میرے پاس سے گزرے گا پانی پئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ البتہ میرے پاس بہت سی قومیں آئیں گی۔ میں ان کو پہچانوں گا اور وہ مجھے پہچان لیں گی پھر میرے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل کر دی جائے گی۔ میں کہوں گا یہ لوگ تو میرے ہیں۔ اس کا جواب ملے گا کہ آپ کو نہیں معلوم انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ میں کہوں گا وہ لوگ دُور رہوں مجھ سے جنھوں نے میرے دین میں نئی تبدیلی کی۔

غور فرمایئے کہ جب فخرِ عالم علیہ الصّلوٰۃ والسلام دنیا میں خود ہی یہ خبر دے رہے ہیں کہ میرے پاس بہت سی قومیں آئیں گی میں ان کو پہچانوں گا اور وہ مجھے پہچانیں گے اور میرے اور ان کے درمیان پردہ حائل ہوگا۔ میں کہوں گا میرے ہیں۔ ملائکہ کہیں گے آپ جانتے ہیں۔ انہوں نے کیا کیا۔ اور پھر میں کہوں گا دُور ہوں۔

اس سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہونا صاف ظاہر ہے کہ واقعہ تو قیامت کو پیش آئے گا اور خبر دُنیا میں ہی دے رہے ہیں۔ کیا آپ نے بغیر علم کے ہی خبر دے دی۔

---

[1] بخاری

انسان کے لیے یہ سمجھنا کچھ دشوار نہیں کہ علم نہ ہوتا تو خود ہی اسس واقعہ کی خبر دینا ناممکن تھا پھر دنیا ہی میں معلوم ہونا اور اسس واقعہ کا نظر انور سے گزر جانا ہے۔

چنانچہ بخاری شریف کی حدیث میں بھی مروی ہے:

بینا انا نائم فاذا زمرۃ حتی اذا عرفتھم خرج رجل من بینی و بینھم فقال ھلم فقلت این قال الی النار واللہ قلت وما شانھم قال انھم ارتدوا بعدک علیٰ ادبارھم القھقری۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اسی اثنا میں کہ میں خواب میں تھا اچانک ایک جماعت گزری حتیٰ کہ جب میں نے ان کو پہچانا تو ایک شخص نے میرے اور ان کے درمیان سے نکل کر کہا آؤ۔ میں نے کہا کہاں۔ اس نے عرض کی بخدا دوزخ کی طرف۔ میں نے کہا ان کا کیا حال ہے۔ اسس نے عرض کیا کہ یہ آپ کے بعد اُلٹے پاؤں پیچھے پلٹ گئے۔

اب تو یہ بھی حدیث شریف کی روشنی سے معلوم ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن لوگوں کو دنیا میں پہچانتے اور ان کا مآل جانتے تھے۔ عجب بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی جو واقعہ غیب کا ہے اس کی پہلے ہی خبر دیں تو دشمن اللہ و رسول اسی حدیث سے عدم علم مراد لے۔ استغفر اللہ۔

اب رہا یہ کہ ملائکہ کا یہ کہنا انک لا تدری کہ آپ نہیں جانتے۔ ہمزہ استفہام ہے یعنی آپ جانتے ہیں اور اگر یہ کہو کہ انّ حرف تحقیق ہے اور جہاں حرف تحقیق موجود ہو وہاں تو استفہام آ نہیں سکتا تو پھر استاد بھی جاہل اور شاگرد بھی جاہل۔ قرآن میں ہی حرف تحقیق اور استفہام کا ہونا ملاحظہ کیجیے:

ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُھَا الْعِیْرُ انکم لسارقون [1]

پھر معلن نے اعلان کیا کہ اے اونٹ والو کیا تم چور ہو۔

اِسس مقام پر انّ حرف تحقیق بھی موجود ہے۔ اور استفہام بھی ہے۔ جس کے معنی یہ

[1] پ ۱۳۔ سورہ یوسف۔ ع ۳

ہوتے ہیں کہ استفہام سے اقرار کو پختہ کرنے کے لیے ان حرف تحقیق لایا جاتا ہے جیسا کہ تفاسیر سے ظاہر ہے۔ ذٰلک الھذا علیٰ سبیل الاستفہام۔

دوسرے مقام پر قالوا ءانک لانت یوسف بھائیوں نے کہا کہ تُو یوسف ہے؛ یہ استفہام برائے ثبوت اقرار بحرف تحقیق اور ہمزہ استفہام بھی صاف طور پر داخل ہے۔ تو ثابت ہوا کہ انک لا تدری ما احدثوا بعدک کا مطلب بھی یہی ہے۔ جس میں استفہام انکاری ہے کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ یعنی آپ جانتے ہیں۔ پھر ملائکہ جو آپ کے خادم ہیں اُن کی کیا جرأت کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے علم ہونے کا اقرار کریں اور آپ کو اُن سے بے علم جانیں۔ اور پھر جو بات ابھی ملائکہ کے بھی علم میں نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از وقت یہ فرما دیا کہ ملائکہ یوں کہیں گے۔

اب ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے جو صحیح مسلم و ابن ماجہ میں موجود ہے کہ:

عُرِضَتْ عَلَيَّ اُمَّتِيْ بِاَعْمَالِهَا حَسَنِهَا وَقَبِيْحِهَا[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر میری اُمت مع اپنے نیک و بد اعمال کے پیش کی گئی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اُمت کے تمام نیک و بد صغیرہ و کبیرہ اعمال پیش کیے گئے اور پیش ہوتے ہیں۔ پھر کس طرح آپ ان لوگوں کے اعمال سے واقف نہیں۔

دُوسری حدیث بخاری و مسلم شریف میں ہے؛

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمَّتِيْ يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت روزِ قیامت غرۃ و محجل یعنی اس شان سے بلائی جائے گی کہ ان کا سر اور ہاتھ پاؤں آثار وضو سے چمکتے ہوں گے۔

---

[1] حدیث مسلم شریف

يطيل غرته فليفعل۔ پس تم میں سے جس سے ہو سکے چمکنا زیادہ کرے۔

کیاان مرتدین کے پنج اعضاء بھی چمکیں گے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے مومن ہونے کا خیال ہو سکے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اب اگر بقول مخالفین ذرا فرض کر لیجئے کہ آپ کو علم نہ ہوگا (معاذ اللہ) تو پھر بھی آپ اس علامت سے پہچان سکتے ہیں چہ جائیکہ پہلے سے معلوم ہو معرفت ہو چکی ہے۔

ایک اور حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

أَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ بِالسُّجُودِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ فَأَنْظُرُ إِلٰى مَا بَيْنَ يَدَيَّ فَأَعْرِفُ أُمَّتِي مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ وَمِنْ خَلْفِي مِثْلَ ذٰلِكَ وَعَنْ يَمِينِي مِثْلَ ذٰلِكَ وَعَنْ شِمَالِي مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ تَعْرِفُ أُمَّتَكَ مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ فِيمَا بَيْنَ نُوحٍ إِلٰى أُمَّتِكَ قَالَ هُمْ غُرٌّ مُحَجَّلُونَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوْءِ لَيْسَ أَحَدٌ كَذٰلِكَ غَيْرُهُمْ وَأَعْرِفُهُمْ أَنَّهُمْ يُؤْتَوْنَ كُتُبَهُمْ بِأَيْمَانِهِمْ وَأَعْرِفُهُمْ تَسْعٰى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ ذُرِّيَّتُهُمْ[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزِ قیامت پہلے مجھی کو سجدہ کی اجازت ملے گی اور پہلے سر اٹھانے کا بھی مجھ ہی کو اذن دیا جائیگا۔ پھر میں اپنے سامنے تمام امتیوں کے درمیان اپنی اُمت کو پہچان لُوں گا۔ اور اسی طرح اپنے پسِ پشت اور داہنے اور بائیں بھی۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ و السلام کی اُمت سے آپ کی اُمت تک بہت سی امتیں ہوں گی۔ ان سب میں سے آپ اپنی اُمت کو کس طرح پہچان لیں گے۔ فرمایا: ان کے ہاتھ پاؤں چہرے آثار وضو سے چمکتے اور روشن ہوں گے اور کوئی دوسرا اس شان پر نہ ہوگا اور میں انھیں یُوں

---

[1] مسلم شریف

پہچانوں گا کہ ان کے اعمال نامے
ان کے داہنے ہاتھوں میں ہوں گے
اور ان کی ذریت ان کے سامنے دوڑتی
ہوگی۔

کیا اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن مرتدین کو پہچاننا ناممکن ہی رہے گا۔ کیا مرتدین کے اعمال نامے بھی ان کے داہنے ہاتھوں میں ہی ہوں گے۔

مختصر طور پر اتنی ہی حدیثیں پیش کی گئی ہیں۔ کم از کم مخالفین اور نہیں تو حدیثوں کو ہی یاد کر سکیں گے۔ تو ثابت ہُوا کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ہے کہ کون نیک اعمال و بداعمال کے ہیں اتنک لا تدری یعنی آپ اچھی طرح ان کو جانتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا ہی میں فرمانا کہ میں کہوں گا کہ انہوں نے میرے دین کو بدل دیا اور نئی نئی باتیں پیدا کر دیں۔ یہ دُور ہو جائیں۔ ذرا ہوش کیجیے یہ نمونہ بھی آپ کا ہی ہے جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی فرما دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ آپ کے بعد ہو رہا ہے اور قیامت تک ہونا ہے سب کا علم ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ مخالفین کے اس شبہ کا بھی ازالہ ہو گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بعد جو قیامت تک کے حالات واقعات ہونے تھے ان کا بھی علم ہے جبھی آپ نے ان پیش آنے والے واقعات کی کئی سو سال پہلے خبر دے دی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے:

علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
اور زمانۂ حاضرہ

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ترمذی شریف میں مروی ہے کہ زمانۂ حاضرہ کے موجودہ حالات کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی خبریں پہلے ہی دے دیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ — حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اتُّخِذَ الْفَیْءُ دُوَلًا وَ الْاَمَانَۃُ مَغْنَمًا وَ الزَّکٰوۃُ مَغْرَمًا وَتُعُلِّمَ بِغَیْرِ الدِّیْنِ وَاَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَاَتَہٗ وَعَقَّ اُمَّہٗ وَاَدْنٰی صَدِیْقَہٗ وَاَقْصٰی اَبَاہُ وَظَهَرَتِ الْاَصْوَاتُ فِی الْمَسَاجِدِ وَسَادَ الْقَبِیْلَۃَ فَاسِقُهُمْ وَکَانَ زَعِیْمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَهُمْ وَاُکْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَۃَ شَرِّہٖ وَظَهَرَتِ الْقَیْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلَعَنَ اٰخِرُ هٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَوَّلَهَا فَارْتَقِبُوْا عِنْدَ ذٰلِكَ رِیْحًا حَمْرَآءَ وَزَلْزَلَۃً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَاٰیَاتٍ تَتَابَعُ کَنِظَامٍ قُطِعَ سِلْکُہٗ فَتَتَابَعُ۔ رواہ الترمذی۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک زمانہ آئے گا جبکہ مالِ غنیمت کو دولت قرار دیا جائے گا اور امانت کو غنیمت شمار کر لیا جائیگا اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھ لیا جائے گا اور جب علم دین کو دین کے لیے نہیں بلکہ دنیا کے لیے سیکھا جائے گا اور جب مرد اپنی عورت یعنی بیوی کی اطاعت کرے گا اور بیٹا ماں کی نافرمانی کرے گا اور اس کو رنج دے گا اور جب آدمی دوست کو اپنا ہمنشین بنائے گا اور باپ کو دُور کر دیگا اور جب مسجدوں میں زور زور سے باتیں اور شور مچایا جائے گا اور جب قوم کی سرداری ایک فاسق شخص کرے گا اور جب قوم کے امور کا سربراہ قوم کا کمینہ وارذل شخص ہوگا اور جب آدمی کی تعظیم اُس کی برائیوں سے بچنے کے لیے کی جائے گی۔ اور جب گانے والی عورتیں ظاہر ہوں گی۔ اور جب باجے ظاہر ہوں گے اور جب شرابیں پی جائیں گی اور جب اس امت کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں کو بُرا کہیں گے اور اُن پر لعنت کریں گے اس وقت تم

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۴۷۰، سطر ۱۰

اُن چیزوں کے وقوع میں آنے کا انتظار کرو
یعنی تیز و تند آندھی ۔ زمین میں دھنس جانیکا
صورتیں مسخ و تبدیل ہوجانے کا اور پتھروں
کے برسنے کا اور اُن پے در پے نشانیوں
کا یعنی جو قیامت کے ظہور سے پہلے ہونگی
گویا وہ موتیوں کی ایک ٹوٹی ہوئی لڑی ہے
جس سے پے در پے موتی گر رہے ہیں ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور حدیث بخاری شریف میں مروی ہے جس میں سرکار ابدقرار علیہ الصّلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد بھی درج ہے :

يُرْفَعُ الْعِلْمُ وَيَكْثُرُ الْجَهْلُ وَ
يَكْثُرُ الزِّنَا وَ يَكْثُرُ شُرْبُ الْخَمْرِ
وَيُقِلُّ الرِّجَالُ وَ تَكْثُرُ النِّسَآءُ
حَتّٰى يَكُوْنُ لِخَمِيْنَ امْرَاَةٍ
الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ وَ فِيْ رِوَايَةٍ
يَقِلُّ الْعِلْمُ وَيَظْهَرُ الْجَهْلُ ۔
(رواہ البخاری)

ایک زمانہ آئے گا علم اُٹھ جائے گا جہالت
زیادہ ہوگی زنا کثرت سے ہوگا شراب
کثرت سے پی جائے گی مردوں کی تعداد
کم ہوجائیگی اور عورتوں کی زیادہ تعداد
ہوگی ۔ یہاں تک کہ پچاس عورتوں کی
خبرگیری کرنے والا ایک مرد ہوگا اور روایت
میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ علم کم ہوگا
اور جہالت زیادہ ہوگی ۔

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث بخاری شریف میں مروی ہے جس میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد بھی درج ہے :

حَتّٰى يَتَطَاوَلُ النَّاسُ فِي الْبُنْيَانِ
وَحَتّٰى يَكْثُرُ فِيْكُمُ الْمَالُ
فَيَقْبِضُ حَتّٰى يَهُمُّ رَبُّ الْمَالِ
مَنْ يَّقْبَلُ صَدَقَتَهٗ

یہاں تک کہ لوگ لمبی اور وسیع عمارتوں کے
بنانے پر فخر کریں گے اور مال کی اتنی زیادتی
ہوجائے گی کہ مال والا خیرات لینے والے
کو ڈھونڈنے میں پریشان نہ ہوجائے

وَفِیْ رِوَایَۃٍ نِسَآءٌ کَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ۔[1]

جس کے سامنے وہ صدقہ پیش کریگا وہ کہے گا مجھے اس کی ضرورت نہیں اور جب کہ عورتوں نے کپڑے پہنے ہوں گے لیکن ہوں گی ننگیاں۔ (یعنی اتنے باریک کپڑے کہ جسم نظر آئے گا)

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی ایک طویل حدیث بمشکوٰۃ باب الایمان میں روایت ہے کہ حضرت سیّدنا جبرائیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سوال کرنے کے بعد وقت قیامت اور علامات قیامت کے بارے دریافت فرمایا تو آپ کا ارشاد یوں درج ہے:

قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ السَّاعَۃِ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنْ اَمَارَتِھَا قَالَ اَنْ تَلِدَ الْاَمَۃُ رَبَّتَھَا وَاَنْ تَرَی الْحُفَاۃَ الْعُرَاۃَ الْعَالَۃَ رِعَاءَ الشَّاءِ یَتَطَاوَلُوْنَ فِی الْبُنْیَانِ۔[2]

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یا رسول اللہ! مجھے قیامت کے متعلق خبر دیجئے تو آپ نے فرمایا اس بارہ میں ہم سائل سے زیادہ جاننے والے نہیں۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا قیامت کی نشانی بتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا پہلی نشانی لونڈی اپنے مالک یا آقا کو جنے گی یعنی اولاد کثرت سے ہوگی۔ اور دوسری برہنہ پا جسم مفلس و فقیر بکریاں چرانے والے عالی شان مکانات و عمارات میں زندگی بسر کرنے پر فخر کریں گے۔

اب اس حدیث سے پہلی بات بہت ہی قابلِ غور یہ معلوم ہوئی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے قیامت کے متعلق دریافت کیا یعنی کہ قیامت کب آئے گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا تکلف

---

[1] بخاری شریف [2] مشکوٰۃ شریف

فرمادیا:

مَاالمَسئُولُ عنہا باعلم من السائل۔

ہم اس بارے میں سائل سے زیادہ جاننے والے نہیں۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ جیسا میں اس امر کو بتعلیم الٰہی جانتا ہوں ایسے ہی اس امر کے متعلق تمہیں بھی علم حاصل ہے یعنی بتعلیم الٰہی مجھے بھی وقتِ قیامت کا علم ہے اور تجھے بھی۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے قیامت کی نشانیوں کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے وہ بیان فرمائیں۔ تو ثابت یہ ہوا کہ وقت قیامت کا سوال اور علاماتِ قیامت کا سوال آپ سے اسی لیے کیا گیا کہ آپ کو علم ہے لیکن وقت قیامت کے متعلق آپ نے اظہار نہ فرمایا اور ماالمسئول عنھا باعلم من السائل فرما کر جبرائیل علیہ السلام کو سمجھا دیا کہ یہ چیز عام ظاہر کرنے والی نہیں جبکہ تم بھی جانتے ہو اور میں بھی جانتا ہوں۔ اور آگے علاماتِ قیامت کا ذکر فرما دینا یہ بھی دلیل ہوئی اس بات پر کہ آپ کو قیامت کا علم ہے۔ علاماتِ قیامت بغیر علم وقوعِ قیامت کیسے بتا سکتے ہیں۔ یہ وہی بتا سکتے ہیں جن کو وقتِ قیامت کا علم ہے بحمدہٖ تعالیٰ یہ بھی مخالفین کا ایک شبہ تھا جس کا ازالہ ہو گیا۔

علاوہ ازیں اس حدیث کے آخری حصہ میں وہ ٹکڑا بھی قابلِ غور ہے جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام تمہیں دین سکھانے آئے تھے۔ یہ بات ایک بیّن ثبوت ہے کہ حضرت جبریل نے جو سوال کیے تھے لاعلمی کی وجہ سے نہیں تھے بلکہ جانتے ہوئے اور امت کے فائدے کے لیے تھے۔ ان میں سے ایک قیامت کا سوال بھی ہے اگر جبرائیل باقی سوال جانتے ہوئے پوچھتے تھے تو یہ بھی جانتے تھے۔ صرف بات یہ تھی کہ قیامت کے وقت کا اظہار اُمت کے لیے نہ مفید ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سائل و مسئول نے ایسے انداز میں بات کی کہ اس کا اظہار نہ ہو۔ اور صاف الفاظ میں یہ بھی نہیں فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔

اب مذکورہ احادیث میں جو باتیں ظاہر ہوئیں وہ یہ ہیں کہ:

- امانتوں میں خیانت کی جائے گی۔
- مالِ غنیمت کو دولت قرار دیا جائے گا۔

- زکوٰۃ کو مثلِ تاوان سمجھا جائے گا۔
- بے علمی اور جہالت عام ہو جائے گی۔
- مرد اپنی بیوی کے تابعدار ہو جائے گا۔
- بیٹا ماں باپ کا نافرمان ہو جائے گا۔
- قوم کے امیر فاسق ہو جائیں گے۔
- مرد ریشم کا لباس پہنیں گے۔
- لوگ عالی شان عمارتیں بنائیں گے۔
- بکریاں چرانے والے وسیع عمارتوں میں رہیں گے۔
- زناکاری کا بازار گرم ہو جائے گا۔
- شراب پینے کا دورہ عام ہو جائے گا۔
- مسجدوں میں شور زیادہ ہوگا۔
- عورتوں کی تعداد زیادہ ہو جائے گی۔
- گانے والی عورتیں عام ہو جائیں گی۔
- باریک لباس کی وجہ سے عورتیں مثل برہنہ ہوں گی۔
- گانے ناچ باجے عام ہو جائیں گے۔
- سُرخ و تند ہوائیں چلیں گی۔
- زلزلے عام آئیں گے۔
- لوگ پہلے لوگوں کو بُرا کہیں گے۔

اب ناظرین توجہ فرمائیں کہ جو کام تقریباً چودہ سو سال کے بعد دُنیا میں ہونے والے تھے حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُمت کے سامنے ان کا نقشہ پیش فرما دیا۔ اب بتلائیے یہ علمِ غیب نہیں تو اور کیا ہے۔

اب منکرین علمِ غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت سخت تنگ ہیں کہ کیا کریں اور کدھر جائیں۔ تو علمِ غیب کے انکاری۔ لیکن خداوند کریم کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علمِ غیب ہونا خود بخود آفتاب

کی طرح روشن ہو رہا ہے۔ اگر ایک عام بُرہان کُھل جانے کے باوجود بھی مخالفین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علمِ غیب کا انکار ہی کریں تو اِن شاءُ اللہ روزِ جزا اس انکار کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔

ے

خواب میں تو ڈرنا تعجّب نہیں ہے شوق
وُہ جاگتے میں ڈرتے ہیں اب کیا کرے کوئی

یاد رہے کہ ہمیں مذکورہ احادیث سے یہ سبق حاصل کرنا چاہیے کہ یہ جو بعض افعال بُرے اور حرام ہیں اُن کے کرنے سے دوزخ کا سخت عذاب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان چیزوں کے بارے میں قبل از وقت خبر دینے کا یہی مقصد تھا کہ لوگ ان برائیوں سے بچ جائیں۔ ورنہ سمجھ لیں کہ قربِ قیامت کی نشانیاں ظاہر ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا تو پھر کوئی نہیں چھڑائے گا آج اِس زمانۂ حاضرہ کے حالات دیکھ کر سخت حیرانی ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو جن کاموں سے اللہ اور اُس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے وہی کام بڑے زور شور سے ہو رہے ہیں۔ آپ دیکھیے کہ اس سرزمین میں زناکاری، بدکاری، بے حیائی، بے حجابی، شراب خوری، گانے بجانے، عورتوں کا لباس اتنا باریک کہ تمام جسم برہنہ نظر آتا ہے۔ یہ کام غیر مسلم لوگوں کے تھے۔ لیکن ان برائیوں کو مسلمان مردوں اور عورتوں نے اپنا لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم پر رفتہ رفتہ وہ مصائب آ رہے ہیں جن کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ خدارا ایسے بُرے کاموں سے پرہیز کریں۔ میدانِ محشر میں اپنے ان گندے اعمال کا کیا جواب دو گے۔

علامہ محمد اقبال رح نے مسلمانوں کی یہی حالت دیکھ کر کیا خُوب کہا ہے: ے

وضع میں ہو نصارٰی تو تمدّن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جِنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یُوں تو سیّد بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو ان برائیوں سے بچائے اور ہم سے وُہ کام ہو جس میں

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہے۔ آمین

ایک اور حدیثِ طویل حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد درج ہے ملاحظہ ہو:

وَقُلْتُ هَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ قَالَ نَعَمْ وَفِيْهِ دَخَنٌ قُلْتُ وَمَا دَخَنُهُ قَالَ قَوْمٌ يَسْتَنُّوْنَ بِغَيْرِ سُنَّتِيْ وَيَهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِيْ تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ قُلْتُ فَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ دُعَاةٌ عَلٰى اَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ اَجَابَهُمْ اِلَيْهَا قَذَفُوْهُ فِيْهَا[1]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! کیا اس بدی کے بعد بھی بھلائی ہوگی۔ فرمایا: ہاں اس بھلائی میں جو برائی کے بعد ہوگی کدورت پائی جائے گی۔ عرض کی وہ کدورت کیا ہوگی۔ فرمایا: کدورت سے مراد وہ قوم ہے جو میری سنت کے خلاف عمل کرے گی اور لوگوں کو میری راہ کے خلاف بتائے گی اُن میں دین بھی اور خلاف بھی دیکھو گے۔ یعنی مشروع اور غیر مشروع دونوں باتیں پائی جائیں گی۔ میں نے عرض کی اس بھلائی کے بعد بھی کوئی برائی ہوگی۔ فرمایا: ہاں ایسے لوگ ہوں گے جو دوزخ کے دروازوں پر کھڑے ہو کر لوگوں کو بلائیں گے یعنی علانیہ گمراہی پھیلائیں گے۔ جو شخص ان کی جہنمی دعوت قبول کرے گا وہ بھی جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔

---

[1] ابو داؤد۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے حدیث ابو داؤد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِی الْاَئِمَّۃَ الْمُضِلِّیْنَ۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اپنی اُمت کے جن لوگوں سے ڈرتا ہوں وہ گمراہ کرنے والے امام ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسلم شریف میں مروی ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ یُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَّیُمْسِیْ کَافِرًا وَیُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَیُصْبِحُ کَافِرًا یَبِیْعُ دِیْنَہٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْیَا۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمال نیک میں جلدی کرو اُن فتنوں کے آنے سے پہلے جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے کہ اس وقت آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اُٹھے گا اور شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر ہو جائے گا۔ اپنے دین و مذہب کو تھوڑی سی متاع پر بیچ ڈالے گا۔

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ کَذَّابِیْنَ فَاحْذَرُوْھُمْ۔[3]

حضرت جابر بن سمرۃؓ کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت قائم ہونے سے پہلے بہت سے جھوٹے لوگ پیدا ہوں گے یعنی جھوٹی حدیثیں بنانے والے لوگ پیدا ہوں گے پس ان سے بچ کر رہنا۔

---

[1] ابوداؤد [2] و [3] مسلم شریف

مذکورہ چار احادیث مبارکہ سے یہ باتیں معلوم ہوئیں :

- ایک گروہ ایسا ہوگا جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہوگا کہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے مشروع اور غیر مشروع لباس پہن کر اپنے جیسا گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا۔
- ایک گروہ علماء سوء کا ایسا ہوگا جو حق و باطل کو ملا کر لوگوں کو گمراہی کی طرف لانے کی کوشش کرے گا۔
- بعض لوگ ایسے ہوں گے کہ چند ٹکوں کی خاطر اپنے دین مذہب کو بیچ کر گمراہ کُن عقیدہ اختیار کرلیں گے یہاں تک کہ صبح کو مومن اور شام کو منکر اور شام کو مومن تو صبح کو منکر ہوں گے۔
- ایک گروہ ایسا ہوگا کہ لوگوں کو راہِ ہدایت سے ہٹانے کے لیے اُن کو وُہ وُہ جھوٹی باتیں سنائے گا جو اُن کے باپ دادا نے بھی نہ سُنی ہوں گی۔

اب ناظرین انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں کہ حضورِ اکرم رسول محترم نبیِ غیب دان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان چیزوں کے پیدا ہونے کے کئی سو سال پہلے خبر دے دینا کیا یہ غیب کا علم نہیں تو اور کیا ہے۔

آج زمانہ کے حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھیے اور رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں کو بھی ملاحظہ فرمائیے کہ آپ نے یہ تمام چیزیں اُمت کے سامنے آئینہ کی طرح پیش فرما دی ہیں۔ سُبحان اللہ وبحمدہٖ یہ اسی لیے کہ عالمین میں کوئی شے خواہ ارضی ہو یا سماوی ہو ، وُہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم سے مخفی نہیں ہے۔

اگر ایسے صریح اور صاف دلائل ہونے کے باوجود بھی مخالفین اپنے قیاس فاسدہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب شریف میں ذرہ برابر شک و شبہ کریں تو یہ اُن کی محض ضد بازی ہے اور بات کو حق جاننے اور سمجھنے کے باوجود چھپانا ہے حالانکہ یہ یہودیوں کا شیوہ تھا۔ جیسے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے :

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ	اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ
وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ	اور دیدہ و دانستہ حق کو نہ چھپاؤ

تَعۡلَمُوۡنَ ۔[1] حالانکہ تم جانتے ہو۔

تو آیہ شریفہ سے معلوم ہوگیا کہ یہودی گروہ حق کو پہچانتے ہوئے دیدہ و دانستہ حق کا انکار کرتے تھے اور پھر لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے حق و باطل کو ملا کر بیان کرنا انہی کا شیوہ تھا ۔ ذرا اپنے عقیدہ کو انصاف کے ترازو پر تول کر دیکھیے ۔ اور اپنی اس باطل پرستی پر خود ہی انصاف فرمائیے ۔

قرآن و حدیث و دیگر معتبر قوی دلائل سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ممکنات حاضرہ و غائبہ کا علم ہونا ثابت ہے اور پھر موجودہ حالات سے بھی علمِ غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ثبوت مل رہا ہے ۔ یہ بھی اسی لیے تاکہ منکرین کو میدانِ محشر میں ذرا چُون وچرا کا موقع نہ ملے اور نہ ہی مل سکتا ہے ۔ سے

ورفعنالك ذكرك کا ہے سایہ تجھ پر

بول بالا ترا ذکر ہے اونچا ترا

ہمیں ان احادیث شریفہ سے یہ سبق بھی لینا چاہیے کہ آج اس زمانہ میں ایسے خطرناک لوگ موجود ہیں کہ قرآن و حدیث کو اپنے ہاتھوں میں لیے ہوئے اہل سنت کا نقاب اوڑھ کر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش میں ہیں ۔ اور لطف یہ کہ جب ان کو بات بنتی یوں نظر نہیں آتی تو پھر اپنے چیلوں کو جو بے ریش تارکِ سنت ہیں اسٹیج پر لا کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی اور خبرِ غیب کہ آخری زمانہ میں بعض مشروع اور غیر مشروع لوگ ہوں گے جو کہ لوگوں کو گمراہ کریں گے ۔ اس کے صاف معنیٰ یہ ہیں کہ بعض تو گمراہ کرنے والے علمائے سوٗ باریش ہوں گے ۔ یعنی جو کچھ حلیہ شریعت کا رکھ دیا اور بعض غیر مشروع وہ مسٹر اینڈ مولوی بے ریش ہوں گے ۔ یعنی جو عوام کے نئے طبقہ کو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترک کرنے کی ترغیب اور بدعقیدگی پھیلانے کی کوشش کریں گے ۔

---

[1] پ ۱ ، ع ۴ ، س البقرہ

اس لیے ایسے خطرناک اژدہاؤں سے ایمان کی حفاظت کیجیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اُن کا بظاہر قرآن وحدیث کی رَٹ لگانا ہمیں جہنم میں پہنچا دے۔ جیسا کہ ارشادِ مصطفوی گزر چکا ہے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ لوگوں کی ایمانی کمزوری اس حد تک پہنچ جائے گی کہ وہ تھوڑے سے لالچ کی بنا پر اپنے مذہب وایمان کو دے کر گمراہی خرید لیں گے۔ یہاں تک کہ دین کو ایک تماشہ بنالیں گے اور اُن کے لیے یہ طریقہ بھی بڑا آسان ہے کہ چند گمراہ آدمی لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے کھلاتے پلاتے ہیں اور ساتھ ساتھ ان کو اپنے خیالات کی طرف دعوت دیتے ہیں تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ اپنا ایمان ومذہب کھو کر گستاخانِ رسول کی صف میں شامل ہوجاتے ہیں۔

ؔ

سُونا جنگل رات اندھیری چھائیُ بدلی کالی ہے

سونے والو جاگتے رہنا چوروں کی رکھوالی ہے

آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں

تیری گٹھڑی تاکی ہے اور تُو نے نیند نکالی ہے

یہ جو تجھ کو بلاتا ہے یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا

ہائے مسافر دم میں نہ آنا مت کیسی متوالی ہے

اس لیے ایسے خطرناک دور میں اپنے عقیدے کی حفاظت کیجئے اور خدا تعالیٰ کا صحیح خوف پیدا کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ مقدسہ کی بے ادبی اور گستاخی وتنقیص علم غیب چھوڑ کر اس سرکارِ عالیہ کے باادب اور نیازمند ہوجائے۔

ؔ

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سُنّی مرے

یُوں نہ فرمائیں تیرے شاہد کہ وہ فاجر گیا

آثارِ وضو اور مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ : منکرین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اے حضور! آپ قیامت میں اپنی اُمت کو کیسے پہچانیں گے۔ آپ نے فرمایا: آثارِ وضو سے۔ اُن کے ہاتھ پاؤں اور چہرے چمکتے ہوں گے۔ لہٰذا اگر آپ غیب جانتے ہوتے تو یہ کیوں فرماتے۔

جواب : دیکھا آپ نے کہ ان حضرات کو تنقیصِ علمِ نبوی کے لیے کیا کیا باتیں سُوجھتی ہیں۔ ایسے شبہے کرنا شرعاً بھی جائز نہیں ہیں۔ بھلا بتائیے کہ یہ جو کہتے ہیں کہ آپ اپنی اُمت کو آثارِ وضو سے پہچانیں گے۔ تو ان مرتدوں کے بھی ہاتھ پاؤں اور پیشانیاں چمکتی اور روشن ہوں گی جو آپ یہ فرمائیں گے کہ یہ میرے صحابی ہیں اور اگر یہ چمکتی ہوں گی تو کیسے بلائیں گے جبکہ یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں آثارِ وضو معرفت کا ذریعہ ہے سوچیے اور نادم ہوئیے۔

اِس موقع پر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیانِ فضیلتِ وضو منظور تھی۔ اس واسطے یہ فرمایا کہ ہماری اُمت کے اُوپر خاص کرمِ الٰہی ہے کہ اس روز وہ سب سے ممتاز ہوگی۔ اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ آپ کی معرفت اس پر موقوف ہے۔ آفرین ہے ان کی سمجھ پر۔ چنانچہ یہ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

دیلمی از ابونافع روایت میکند کہ	یعنی دیلمی نے ابونافع سے روایت
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودند	کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
مثلت لی اُمتی فی الماء و الطین	مجھے میری اُمت کی تصویر پانی اور مٹی
یعنی تصویراتِ اُمتِ من در آب و گل	میں بنا کر دکھائی گئی۔
ساختہ بمن نمودند[1]	

ثابت ہوا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے چہروں کو پہچان لیا تو پھر بتائیے کہ آپ کو پہلے سے علم ہوا یا کہ نہیں۔ یقیناً۔ اور بعض احادیث میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں:

---

[1] التفسیر عزیزی ص ۱۱۲

فعرفت حسنها وسیها - بھی آیا ہے۔

یعنی میں نے نیک و بد کو پہچان لیا ہے۔

لہٰذا مخالفین کا یہ شُبہ بھی لایعنی ہے اس کے متعلق مزید بیان پیچھے ہو چکا ہے۔

احوال بیت المقدس

اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شُبہ : مخالف صاحبان کا یہ بھی کہنا ہے کہ بعد معراج کے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کافروں نے بیت المقدس کا حال دریافت کیا تو آپ متردد ہوئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے بیت المقدس کیا تب آپ نے کافروں کو اس کا حال بتایا۔ اس لیے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے علم ہوتا تو آپ تردد نہ کرتے اور فوراً بتا دیتے۔

جواب : مخالفین کی یہ فطرت پرانی ذوالخویصرہ سے چلی آ رہی ہے کہ ہمیشہ اسی فکر میں رہنا کہ کوئی اعتراض ایسا ہے جو علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر گھڑیں۔ گویا اس چیز کا انکار ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور یہ سخت مذموم و قبیح ہے جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جمیع اشیاء قرآنی آیات و احادیث سے ثابت ہے تو پھر ایسے اعتراضات کرنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ آیتوں اور حدیثوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور اپنی باطل گوئی منوانا چاہتے ہیں۔

ہر شخص جاہل ہو یا عالم ہو اُسے چاہیے کہ قرآن و حدیث سے جو چیز ثابت ہے اس پر اپنی عقل ناقص سے اعتراض کر کے اس کی مخالفت نہ کرے بلکہ بسر و چشم تسلیم کر لیے۔

اب اصل شُبہ کے دفع کی طرف توجہ فرمائیے کہ ہر ذی عقل اگر علم بھی نہ رکھتا ہو تاہم اتنا ضرور جان سکتا ہے کہ کفار نے جو باتیں بیت المقدس کے متعلق حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کی تھیں وہ ضرور آپ کو معلوم تھیں۔

اس لیے کہ اگر کفار ایسے امر کا سوال کرتے جس کے جاننے کا اقرار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہوتا تو آپ متردد و غمگین نہ ہوتے بلکہ یہ صاف فرما دیتے کہ ہم نے اس کے جاننے کا دعویٰ نہیں کیا۔ پھر تم ہم سے کیوں دریافت کرتے ہو۔ مگر حسب اعتراض سائلین آپ نے یہ نہ فرمایا۔ بلکہ

متردّد ہوئے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً یا اشارۃً اُن باتوں کے جاننے کا اقرار فرمایا تھا جو کافروں نے دریافت کیں اور آپ کا فرمان سراسر حق و بجا ہے۔ تو ضرور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کے متعلق ان باتوں کا علم تھا جو کفار نے دریافت کی تھیں۔ پھر اُن کا نہ بتانا یا متردد ہونا کسی حکمت پر مبنی یا اس طرف التفات نہ ہونے سے ناشی۔

اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس تشریف لے گئے اور یُوں نہیں کہ سوار چلے جاتے تھے بلکہ راستہ میں بیت المقدس پر گزرے اس کو پُورے طور پر دیکھا بھی نہیں، بلکہ وہاں سواری یعنی بُراق سے اُتر کر مسجد کے اندر تشریف لے گئے۔ آئیے ذرا حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ثابت البنانی اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث شریف مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میرے پاس براق لایا گیا تو

فَرَكِبْتُهُ حَتّٰى اَتَيْتُ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ فَرَبَطْتُهُ بِالْحَلْقَةِ الَّتِيْ تَرْبُطُ بِهَا الْاَنْبِيَاءُ قَالَ ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْتُ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَآءَنِيْ جِبْرَائِيْلُ بِاِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرَائِيْلُ اخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ۔[1]	میں اس پر سوار ہوا اور بیت المقدس میں آیا اور میں نے براق کو اس حلقہ میں باندھ دیا جس سے انبیاء کرام علیہم السلام براقوں کو باندھتے تھے پھر میں مسجد میں داخل ہوا پھر میں نے دو رکعت نماز پڑھی پھر میں مسجد سے باہر آیا اور جبرائیل علیہ السلام میرے پاس ایک برتن دُودھ کا لائے تو میں نے دودھ پسند کیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے فطرۃ کو اختیار فرمایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت کی سیر اور بیت المقدس کا دیکھنا، وہاں ٹھہرنا، سواری سے اُترنا، سواری یعنی بُراق کو باندھ دینا، بیت المقدس میں داخل ہو کر دو رکعتیں

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۵۲۸

ادا فرمانا۔ پھر شراب چھوڑنا، دودھ اختیار کرنا صاف بتا رہا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں کے حالات سے آگاہی تھی۔ پھر اگر بقول مخالفین آپ متردد ہوئے ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو اس وقت اس طرف التفات نہ تھا نہ یہ کہ علم نہ تھا۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے جس میں تردد یا فکر کا نام تک نہیں:

عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَمَّا كَذَّبَنِيْ قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَتَجَلَّى اللّٰهُ لِيْ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ عَنْ اٰيَاتِهٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهِ۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قریش نے معراج کی بابت مجھے جھٹلا قرار دیا تو ان کے سوالات کا جواب دینے کے لیے حجر حطیم میں کھڑا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میری نگاہوں کے سامنے کر دیا۔ میں بیت المقدس کی طرف دیکھ رہا تھا اور ان کے سوال کا جواب دے رہا تھا۔

تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کے تمام احوال کو جانتے تھے اور جیسا کہ مخالفین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضرت اس سے غمگین ہوئے تو یہ عدم علم کی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ تو آپ کے علم شریف کی شان ثابت ہوتی ہے۔

ایک حوالہ اور ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

پس آمد ابوبکر رضی اللہ عنہ در حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم و گفت یا رسول اللہ وصف کن آنرا من کہ

الحاصل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور

---

[1] مشکوۃ شریف

من رفتہ ام آنجا و دیدہ ام آنرا پس وصف کرد آنرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس گفت ابوبکر اشہد انک رسول اللہ - الخ

بیت المقدس کے اوصاف دریافت کئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب بتا دیے۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اب بتائیے مذکورہ حدیث جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پیش کی گئی ہے یا علامہ محقق علیہ الرحمۃ کی عبارت، اس روایت میں کہیں تردد یا فکر کا نام تک بھی ہے۔ ہرگز نہیں۔ تو ثابت یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کے احوال کا علم تھا۔

اطلاق غیب اور مشاہدہ بیت المقدس

شبہ: مخالفین کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کفار کے سوال پر بیت المقدس کو دیکھ کر اس کی خبر دی تو وہ خبر غیب نہ کہلا سکے گی کیونکہ بیت المقدس فی الجملہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

جواب: عجب بات ہے کہ آپ نے دیکھ کر بیت المقدس کی خبر دی۔ اس لیے غیب نہیں۔ بھلا بتلائیے تو سہی کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ معظمہ میں بیٹھ کر کفار کو احوال بیت المقدس بتلا رہے تھے تو اس وقت اوروں کو بھی بیت المقدس نظر آ رہا تھا۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ منظر اس وقت سب کی نظروں سے اوجھل تھا۔ تو پھر یہ غیب ہوا یا کہ نہیں۔ اور اگر یہ کہیے کہ غیب نہیں۔ تم کہو کہ یہ کیسے، تو بقول تمہارے ہم ہی اس کا جواب دیتے ہیں۔

آیہ شریفہ ملاحظہ فرمائیے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وقولہ تعالیٰ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ [1]

بے شک اللہ تعالیٰ سے زمین اور آسمانوں میں کوئی ایسی شے نہیں جو مخفی ہو اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

---

[1] پ ۳۔ ع ۸، س آل عمران

ثابت ہُوا کہ خدا تعالیٰ کے احاطۂ علم سے کوئی شے باہر نہیں اور آسمانوں اور زمین کی کوئی شے
اُس سے مخفی نہیں۔ جبکہ اس سے کوئی شے مخفی ہی نہیں اور وُہ سب کو دیکھ رہا ہے تو پھر خدا تعالیٰ کو
عالم الغیب کیسے کہا جا سکتا ہے کیونکہ جب چیز دیکھی ہوئی ہے اور وہ دیکھ رہا ہے تو پھر غیب تو نہ رہا۔
اب کہیے کہ تمہارا عقیدہ کیا ہے۔

تو آئیے ہم ہی اس بات کا جواب دیے دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے جب کوئی شے چھُپی ہوئی
نہیں ہے اور حالانکہ وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ غیب سے مراد وہ امور ہیں جو
مخلوقات پر مخفی ہیں ورنہ خدا تعالیٰ کے لیے تو کوئی بات مخفی ہی نہیں۔

تو اسی طرح حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علمِ غیب سے وہ امور عبارت ہیں جو آپ پر
ظاہر اور دیگر مخلوقات پر مخفی ہیں اور نبی اللہ کا امورِ غیبیہ سے مطلع ہونا یا کسی چیز کو ملاحظہ فرمانا یہ معجزہ
بھی ہے نیز یہاں پر خاصہ متادہ بشریہ معتبر ہوگا۔ نہ حس باصرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیونکہ وہ تو خارق
العادۃ ہے۔ اسی وجہ سے یہ خبر معجزہ بھی ہے۔ یعنی تعریف غیب میں جس حس کا ذکر ہے اس سے عام
بشری حس مراد ہے نہ کہ حس معجزہ۔ بحمدہٖ تعالیٰ مخالفین کے اوہام باطلہ کا کافی علاج ہے۔

مضمرات قلب غیب نہیں

شبہ: منکرین کا کہنا ہے کہ جب نبی اللہ کی وحی کا تعلق قلب اقدس سے ہوا اور وہ غیب ہوا تو
پھر ہر شخص جو اپنے دل کی مخفی و پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے تو پھر وُہ بھی غیب دان ٹھہرا۔

جواب: ناظرین! ان لوگوں کی حالت دیکھیے کہ علم و عقل سے ایسے کورے ہیں کہ اتنا معلوم نہیں ہے
کہ یہ تو لفظ خفی سے خارج ہو جائے گا کیونکہ مضمراتِ قلب تو اپنے آپ سے مخفی نہیں ہوتیں تو پھر وُہ
غیب کس طرح کہی جا سکتی ہیں۔ یہ ہے ان کے اس سوال کا مختصر جواب۔ انشاء اللہ تسلی ہو گئی
ہو گی۔ لیکن مخالفین کی جہالت فی العلم ان کو اس بات پہ بار بار مجبور کرتی ہے کہ وُہ یہی کہتے
پھرتے ہیں کہ جب کوئی چیز بتا دی جائے تو پھر وہ غیب نہیں رہتا۔ اور اسی مسئلہ کے ابتدائی
اصول کو نہ سمجھنے کی بنا پر یہ حضرات علم غیب مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کا انکار کرتے ہیں۔
کاش! اگر وہ غیب کی تعریف اور اس کے معنیٰ سے واقف ہوتے تو ایسی فضول چھلانگیں نہ

لگاتے۔ جب یہ لوگ غیب کی تعریف کو ہی نہیں جان سکتے تو پھر بتائیے کہ ہمارا کیا قصور۔ اس لیے ان کو اپنی جہالت پر خود ہی رونا چاہیے۔ بھلا بتائیے کہ جنت و دوزخ اور حشر ونشر کا ہمیں علم ہے۔ تو پھر اس کو غیب کیوں کہا گیا ہے کہ الذین یومنون بالغیب۔ لٰہذا پہلے اپنے ایمان کو تو دیکھیے کہ تمہارا ایمان کس بات پر صحیح ہوگا۔ جب تمہارا ایمان بالغیب ہو جائے گا تو پھر ایسا اعتراض ہرگز نہ کر سکوگے۔ مزید تفصیل پیچھے بیان کی جا چکی ہے۔

مسئلہ دریافت اور وجہ مصلحت

شبہ: مخالف صاحبان یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ معراج شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کرتے تھے کہ یہ کیا اور یہ کیا ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوتا تو دریافت کیوں فرماتے۔

جواب: ناظرین کو یہ تو اچھی طرح واضح ہو گیا ہوگا کہ ان حضرات کا یہ ہمیشہ سے معمول ہو چکا ہے کہ کوئی نہ کوئی بہانہ مل جائے جس سے تنقیص علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے۔ کیا یہ بھی کوئی عدم علم ہونے کی دلیل ہے کہ اگر حضرت کو علم ہوتا تو کیوں دریافت فرماتے حالاں کہ کسی حکمت کی بنا پر باوجود علم کے کوئی چیز دریافت کی جائے تو اس سے نفی علم کا ثبوت نہیں ملتا۔ نہ یہ بات عدم علم پر بطور حجیت پیش کی جا سکتی ہے۔

بعض باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو سائل مجیب سے دوسروں کی تعلیم کے لیے پوچھتا ہے جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان اور احسان کے متعلق سوال کیا۔

اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کرنا کئی حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی ہے اور خصوصاً امت کی تعلیم کے لیے تھا اور اس کے باوجود مخالفین یہی کہیں اور اس سے عدم علم کی دلیل ہی بنائیں۔ تو لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بھی بے علم جانتے ہونگے اس لیے کہ قرآن میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ دریافت فرمایا:

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى	اور تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے
قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا	موسیٰ! عرض کی یہ میرا عصا ہے میں

وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی[1] — اس پر ٹیک لگاتا ہوں۔ اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور میرے اس میں اور کام ہیں۔

تو معلوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا کہ آپ کے ہاتھ میں کیا ہے؟ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا جواب دیا۔ اس لیے بقول مخالفین معاذ اللہ اگر اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم ہوتا کہ کلیم اللہ علیہ السلام کے دستِ مبارک میں عصا مبارک ہے تو کیوں دریافت فرماتا کہ اے موسیٰ! تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔ تو اس کا جواب واضح ہے کہ اللہ تعالےٰ کو علم تو ہے لیکن کسی مصلحت کی خاطر دریافت فرما رہا ہے۔ اس لیے یہ بے علمی نہیں۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تو ہے کہ یہ کیا کیا ہے۔ لیکن کسی مصلحت کی بناء پر دریافت فرمایا جو کہ آئندہ امت سے بیان کرنا ہے۔ اور اس میں کئی مصلحتیں ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ یہاں سے بے علمی مراد نہیں ہو سکتی۔

پاپوش مبارک اتارنے میں

کمالِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ: منکرین کا یہ کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ پاپوش مبارک اپنے پاؤں طہر سے اتار دی۔ یہ دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی پاپوشیں اتار دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فراغتِ نماز کے بعد صحابۂ کرام سے دریافت فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ انھوں نے جواباً عرض کیا کہ حضور! ہم نے آپ کی تقلید میں یوں کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی تھی کہ ان میں نجاست ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان ہوتے تو کیوں نجاست آلود پاپوش سے نماز پڑھتے۔

جواب: مخالفین کا یہ اعتراض حضور سرورِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس میں

---

[1] پ ۱۶، ع ۱۰، س طٰہٰ

سخت بے ادبی و سرکشی گستاخی کا کلمہ ہے اور ان کی نافہمی پر دال ہے۔ پاپوش مبارک میں کوئی ایسی نجاست نہ لگی تھی جس سے نماز جائز نہ ہوتی ورنہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام پاپوش مبارک یعنی نعلین پاک کے اتار نے پر اکتفا نہ فرماتے بلکہ نماز ہی از سر نو پڑھتے۔ مگر جب ایسا نہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ کچھ ایسی نجاست ہی نہ تھی جس سے نماز درست نہ ہوتی۔

چنانچہ حضرت علامہ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں اسی حدیث کے ماتحت یہی بات فرماتے ہیں:

وقذر بفتح قاف ذال معجمہ در اصل آنچہ مکروہ پندار و طبع و ظاہر انجاستے نبود کہ
نماز باں درست نباشد بلکہ چیزے بود مستقذر کہ طبع آنرا ناخوش دارد و الا
نماز از سر میگرفت کہ بعضے نماز باں گزاردہ بود و خبر دادن جبرائیل بر آوردن او
یا جہت کمال تنظیف و تطہیر بود کہ لائق بحال شریف وے بودہ [۱]

علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے کلام سے یہ حاصل ہوا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا خبر دینا اظہار عظمت و رفعتِ شان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کہ کمال تنظیف و تطہیر آپ کے حال شریف کے لائق ہے اور پھر لطف یہ کہ جن کو بارگاہ الٰہی سے ویزکیھم کا مژدہ ملا ہے اس لیے ایسے بے محل اعتراضات کو پیش کرنا خلاف ادب بھی ہے اور پھر یہاں سے عدم علم پر استدلال کرنا ایک خام خیال ہے۔

حدیث ذوالیدین اور

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ: شاتمان رسول یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز پڑھائی تو آپ نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا۔ لیکن کسی کو اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ایک ذوالیدین بول اٹھا اور عرض کی یارسول اللہ! آپ بھول گئے ہیں یا نماز قصر

---

[۱] اشعۃ اللمعات

کی گئی ہے۔ تو آپ نے فرمایا میں بھول جاتا ہوں جیسے تم بھول جاتے ہو۔ اس لیے جب بھول جاؤں تو مجھے یاد کرا دیا کرو۔ پھر آپ نے اسی وقت دو سجدے سہو کر لیے۔ لہٰذا جب آپ بھول گئے تو علم ہونا کیسے۔

جواب: اس اعتراض سے مخالفین کی منشا یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کسی طریق سے بھولنا ثابت ہو۔ اور اس پر دلیل یہ کہ آپ نے سجدہ سہو فرمایا۔

اب میں مخالفین حضرات سے یہ دریافت کرتا ہوں کہ ہمارے نزدیک تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھولنا محال ہے۔ لیکن اگر آپ ایسا کر کے یعنی بھول کر سجدۂ سہو نہ نکالتے تو ہم اپنی بھول کو کیسے درست کر سکتے تھے۔ آپ کا یہ عمل اُمت کی خاطر اور مسئلہ سمجھانے کے لیے تھا، نہ کہ یہاں نسیان یا لاعلمی مراد ہے۔

دیکھیے ارشاد باری تعالیٰ واضح ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔[1] — البتہ تمہارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بہترین اسوۂ حسنہ ہیں۔

اس آیہ شریفہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے اُسوۂ حسنہ ہیں اس لیے آپ کا ہر عمل شریف اُمت کے لیے ہے۔ اسی طرح رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل مبارک اُمت کی خاطر تھا کہ جب تم سے بھول ہو جائے تو ایسی حالت میں سجدہ سہو کر لیا کرو۔ کروڑوں ایسے مشکل مسائل تھے جن کو عملِ مصطفوی نے اُمت کے لیے آسان فرمایا ہے۔ ہم ایسی عظیم نعمتوں کے ملنے پر اس بارگاہِ حبیبِ خدا علیہ التحیۃ والثنا کا جتنا شکر کریں کم ہے۔ اب اصل شبہ کے دفعیہ کی طرف توجہ فرمائیے کہ جس حدیث سے مخالفین حضرات آپ کے لیے بھولنا ثابت کرتے ہیں۔ اُسی حدیث میں یہ الفاظ درج ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سہو فرمایا تو اس کے بعد ایک صحابی حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

أَنَسِيتَ أَمْ قَصُرَتِ الصَّلٰوةُ — کیا آپ بھولے ہیں یا نماز قصر کی گئی ہے

---

[1] پ ۲۱، ع ۱۹، س احزاب

قَالَ لَمْ اَنسَ وَ لَمْ تَقْصُرْ۔[1] تو آپ نے فرمایا میں بھولا ہوں اور نماز قصر کی گئی ہے۔

اِسی حدیث مبارکہ سے کتنا صاف یہ معلوم ہو گیا ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان پاک سے ارشاد فرما رہے ہیں کہ:

لم انس و لم تقصر۔

(نہ میں بھولا ہوں نہ نماز قصر کی گئی ہے)

واہ کیا عجب اُلٹی منطق ہے کہ رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام تو یہ فرمائیں کہ میں بھولا نہیں۔ اور منکرین یہ کہتے پھریں کہ آپ تو (معاذ اللہ) بھولے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا تو درکنار، یہ حضرات آپ کی زبان ترجمان پر بھی یقین رکھنا گوارا نہیں کر سکتے۔ جبھی تو ایسے واہی شبہات رکھتے ہیں، ورنہ ایمان والوں کو کیا ضرورت۔

دُوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے اِن شآءاللہ آنکھیں کھل جائیں گی۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ حدیث پہنچی ہے جو مؤطا امام مالک رحمہ اللہ میں یُوں درج ہے:

اَنَّہٗ بَلَغَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ لَاَنْسٰی اَوْ اُنَسِّیْ لاسنّ۔ یہ حدیث پہنچی ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھلایا گیا ہوں تاکہ میں سنّت مقرر کروں۔

اس حدیث سے ہمارا مدعا آفتاب کی طرح روشن ہو گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں سنّت کو قائم کرنے اور مسئلہ سمجھانے کے لیے بھلایا جاتا ہوں ورنہ ایسے تو مجھے نسیان نہیں ہوتا۔ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ و رسولہ فقد ضل ضَلٰلاً مبیناً۔

بحمدہٖ تعالیٰ مخالفین کے اس شبہ کا بھی قلع قمع ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شے کا علم ہے۔ اور آپ کے لیے نسیان ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ اُمت کے لیے ایسا فعل فرمایا ہے۔ لہٰذا

---

[1] بخاری شریف

ایسے افعالِ نبوی سے لاعلمی یا نسیان مراد لینا انتہا درجہ کی جہالت ہے۔

مسئلۂ نسیان اور
مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ: منکرین کا یہ کہنا بھی ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھولے نہیں تو پھر قرآن میں آتا ہے:

وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ [1] — اور یاد کرو اپنے رب کو جب آپ بھول جائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو بھول آسکتی ہے۔

جواب: بڑے ہی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں مقامِ نبوت کی عظمت کا ذرا برابر بھی احساس پیدا نہیں ہوتا کہ کم از کم اپنی زبان کو سنبھال کر ہی ایسے الفاظ استعمال کرسکیں۔ ہم نے آج تک کسی گستاخِ رسول سے یہ کہتے نہیں سُنا کہ فلاں کام میں ہم سے بھول ہوئی ہے یا ہمارے کسی مولوی سے۔ جب بھی دیکھا اور سُنا تو یہی کہتے ہیں کہ فلاں کام میں فلاں فلاں نبی بھول گئے تھے۔ (استغفر اللہ)

اے صاحبو! ذرا غور کرو ان لوگوں کو کبھی اپنی بھولوں کا احساس کیا وہم و گمان تک بھی کبھی پیدا نہیں ہوا۔ لیکن جب کسی خدا کے برگزیدہ نبی و رسول اولوالعزم کا ذکر کریں گے تو قرآنی آیات کے غلط ترجمے اور اپنی بناوٹی باتوں سے اُن کو قصوروار ثابت کریں گے۔ (العیاذ باللہ)

جیسا کہ اُنھوں نے آیت وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ سے نبی اللہ کے لیے نسیان ہونا ثابت کر کے رکھ دیا ہے۔ بھلا بتایئے اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ نبی بھول سکتے ہیں یا بھول چکے ہیں یا آئندہ کبھی بھولیں گے اُنھیں ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ اذا نسیت کے مفسرین نے کیا معنے کیے ہیں۔

چنانچہ امام المفسرین علامہ ابن جریر تفسیر ابن جریر میں اِسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں

[1] پ ۱۵۔ ۱۶ ع س کہف

واذکر ربک اذا نسیت معناہ واذکر ربک اذا ترکت ذکرہ۔[1] | معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ اپنے رب کو یاد کرو جب کہ آپ اس کے ذکر کو چھوڑ دیں۔

اس آیت کی تفسیر سے یہ معلوم ہوا کہ 'نسیان' کے اصل معنی ترک کے ہیں کہ جب فعل نسیان کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جائے تو معنی 'ترک' کے ہوں گے۔ جب نسیان کے معنی 'ترک کرنا' ہوئے تو پھر بھول یا لاعلمی کا سوال تک پیدا نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ قرآن کی ایک آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ۔[2] | اے محبوب ہم آپ کو ایسے پڑھائیں گے کہ آپ کبھی نہ بھولیں گے مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہو گیا کہ جب اللہ تعالیٰ علیٰ کل شیٔ قدیر تعلیم فرمانے والا اور متعلم صاحب استعداد انک لعلیٰ خلق عظیم ہے اور آگے الا ما شاء اللہ تبرک کے طور پر استعمال فرمایا ہے تو کیا پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نسیان ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا جہاں آپ کو بھلانے کا ارادہ ہو وہاں مشیت ایزدی کے ماتحت بھول کر طریقہ مسنونہ کو جاری فرمائیں گے یعنی آپ وہاں اس چیز کو ترک کر دیں گے آپ اُس پڑھے ہوئے کو بھول نہیں سکتے بلکہ پڑھانے والے کے ارشاد کے مطابق آپ اس کو ترک کریں گے تو حاصل یہ ہو گا کہ نسیان کا لفظ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے گا۔ یعنی اس فعل نسیان کا فاعل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں تو وہاں معنی 'ترک' کے ہی لیے جائیں گے۔

چنانچہ فرائض الاسلام علامہ مخدوم ہاشم حصہ عقائد صفحہ ۸ پر فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تمام انبیاء کرام علیہم السلام امور تبلیغیہ میں سہو و نسیان سے محفوظ ہیں۔ اور میرے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخر الامر مطلقاً سہو و نسیان سے محفوظ تھے خواہ امور تبلیغیہ ہوں یا غیر تبلیغیہ۔

---

[1] تفسیر ابن جریر جلد ۱۵ [2] پ ۳۰۔ ع ۱۱۔ س الاعلیٰ

اب ایک حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ اِنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ اَكْثَرَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهُ الْمَوْعِدُ وَاِنَّ اِخْوَتِيْ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفَقُ بِالْاَسْوَاقِ وَاِخْوَتِيْ مِنَ الْاَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ اَمْوَالِهِمْ وَكُنْتُ اِمْرَءً مِسْكِيْنًا اَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مِلْئِ بَطْنِيْ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا لَنْ يَّبْسُطَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ ثَوْبَهٗ حَتّٰى اَقْضِيَ مَقَالَتِيْ هٰذِهٖ ثُمَّ يَجْمَعَهٗ اِلٰى صَدْرِهٖ فَيَنْسٰى مِنْ مَقَالَتِيْ شَيْئًا اَبَدًا فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرُهَا حَتّٰى قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهٗ ثُمَّ جَمَعْتُهَا اِلٰى صَدْرِيْ فَوَالَّذِيْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ مَا نَسِيْتُ مِنْ مَقَالَتِهٖ ذٰلِكَ اِلٰى يَوْمِيْ. متفق علیہ[1]

لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت حدیثیں روایت کرتا ہے خدا جانتا ہے کہ میرے مہاجر بھائی بازاروں میں سودا سلف بیچنے میں مشغول رہتے ہیں۔ اور برادران انصار بھی اپنے کاموں میں مصروف ہوتے تھے اور میں مسکین آدمی ہونے کی وجہ سے پیٹ بھر جانے کے بعد ہر وقت سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ملازم رہتا تھا ایک دن سرکار نے فرمایا تم میں سے جو شخص بھی گفتگو کے وقت اپنا دامن بچھائے گا جب تک اپنی باتیں ختم نہ کروں اور پھر وہ اس دامن کو اپنے سینہ کی طرف جمع کرلے تو اسے کوئی بات بھی نہ بھول سکے گی۔ اس پر عمل کرتے ہوئے میں نے بھی اپنی چادر کا دامن بچھالیا ان دنوں میرے پاس اس چادر کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں ہوتا تھا۔ جب بات ختم ہولی تو میں نے اس چادر کو اپنے سینہ کے ساتھ جمع کرلیا اس خدا کی قسم جس نے انھیں حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے پھر مجھے آج تک نسیان یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات نہیں بھولی۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۵۲۵

غور فرمائیے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے دامن کو آقاء دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوران گفتگو پھیلاتے ہیں اور جب آپ گفتگو کو ختم فرماتے ہیں تو حضرت ابوہریرہ اپنی چادر کو اپنے سینہ کے ساتھ لگاتے ہیں تو ان کو ساری عمر کوئی بات نہیں بھولتی۔ جس آقاء دوجہاں کی طفیل ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت نصیب ہو رہی ہے کہ وہ تمام عمر بھر کوئی بات نہ بھولے۔ تو کیا جو عطا فرمانے والے ہیں اُنھیں بھولنے کا خیال تک بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

اس لیے صاحب مسامرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنَعَ الصُّوفِيَّةُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الْمُتَكَلِّمِيْنَ السَّهْوَ وَالنِّسْيَانُ وَالْغَفَلَاتُ فِيْ حَقِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ اَهْلِ سُنَّةٍ مَنْ مَنَعَ اَصْلًا فِيْ فِعْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اِلَيْهِ ذَهَبَ اَبُو الْمُظَفَّرِ الْاَسْفَرَائِنِيْ مِنْ اَئِمَّةِ الْمُحَقِّقِيْنَ وَاسْتَدَلَّ بِالْحَدِيْثِ الْمَارِّ الَّذِيْ تَكَلَّمَ بِهِ الْحُفَّاظُ[1]

خلاصہ یہ کہ گویا علماء اہلسنت متکلمین اور صوفیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں سہو و نسیان ناممکن ہے۔

اور علامہ شعرانی لطائف المنن میں فرماتے ہیں:

اِنَّا صَفَا الْقَلْبُ صَارَ كَالْمِرْاٰةِ وَالْكُوَّةِ الْمَصْقُوْلَةِ فَاِذَا قُوْبِلَت بِالوجود العلوی والسفلی انطبع جمیعه فلا ینسی بعد ذلك شیئًا۔

جب قلب آئینہ کی طرح صاف ہو جاتا ہے تو تمام عالم علوی اور سفلی اس کے سامنے آتے ہی اس میں مرتسم ہو جاتا ہے پھر کسی شے میں بھی نسیان نہیں ہو سکتا۔

ان تمام دلائل مذکورہ سے ثابت ہو گیا کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سہو و نسیان نہیں ہوا۔ اور اگر آپ کوئی فعل ایسا فرمائیں تو وہ اُمت کی خاطر ہے نہ کہ نسیان کا ہونا یا لاعلمی مراد

---

[1] مسامرہ ص ۹۶،۹۵

لی جائے ۔ فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھدآءکم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین ۔

علمِ غیبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

حضرت علامہ ملّا علی قاری رحمہ اللہ کا عقیدہ

شبہ : مخالفین یہ بھی کہتے ہیں کہ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ جو یہ اعتقاد رکھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں اس پر حنفیہ نے صراحۃً کُفر کا فتویٰ لگایا ہے ۔

جواب : علامہ ملّا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اسی غیب پر حکمِ تکفیر نقل کرتے ہیں کہ جس پر دلیل نہ ہو اور یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ جس غیب پر دلیل نہ ہو وہ حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے۔ رہا وہ غیب جس پر دلیل ہے وہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو مرحمت فرمایا ہے ۔ اب لطف تو جب ہے کہ میں اس مدعا پر خود حضرت علامہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی ہی شہادت اسی شرح فقہ اکبر سے ہی پیش کیے دُوں ۔

آنکھیں کھول کر دیکھیے اور کان لگا کر سُنیے کہ حضرت علامہ ملّا علی قاری رحمہ الباری اسی شرح فقہ میں فرماتے ہیں :

اِنَّ اللہَ تَعَالیٰ اطلع نبیّہٗ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ ما یکون فی اُمتہٖ من بعدہٖ من الخلاف وما یصیبھم قال ابو سلیمان الدارانی فی الفراسۃ مکاشفۃ النفس ومعاینۃ الغیب وھی من مقالات الایمان[1]	بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آپ کی اُمت میں ہونا تھا اور جو آپ کی امت سے آپ کے بعد ان کے خلاف اعمال ہونے تھے ۔ اور جو ان کو مصیبت پہنچتی تھی مطلع کر دیا ۔ ابُو سلیمان دارانی نے کہا ہے کہ فراست نفس کے مکاشفے اور غیب کے معائنے کو کہا جاتا ہے اور یہی مقالاتِ ایمان سے ہے ۔

---

[1] شرح فقہ اکبر لعلامہ ملا علی قاری ص ۶۹ س د

معلوم ہوا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ صاحب فقہ اکبر کے نزدیک اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطلاع سے غیب کُلّی کا قائل نہ ہو اور آپ کے مکاشفۂ نفس کا عقیدہ نہ رکھے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے فراست کا منکر ہے اور ایمان سے خالی ہے۔

اب میں مخالفین سے پُوچھتا ہُوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کُلّی ماننے پر اگر اہلِ سنّت بریلوی کافر ہُوئے تو ذرا ہمیں بھی بتا دیجیے کہ یہی ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی ہی اس عبارت سے تمہارے نزدیک کیا ٹھہرے۔

اے منکرو! ذرا ہوش و خرد سے کام لیجئے کہ صراطِ جہنمی پر سیر کر رہے ہو۔ ابھی اور تماشا دیکھیے۔

دوسرا حوالہ خود حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

ما اطلع علیہ من الغیوب ای الامور الغیبۃ فی الحال (وما یکون) ای سیکون فی الاستقبال [1]	تحقیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امور غیبیہ حال و استقبال پر مطلع فرما دیا ہے۔

اب پھر کہیے کہ تمہارے نزدیک مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ کیا ہُوئے۔ اُن کا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام امورِ غیبیہ حال واستقبال سے مطلع ہیں۔

تیسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت علّامہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شفا شریف میں دُوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

ومن معجزاتہ الباھرہ) ای ایٰتہ الظاھرۃ ماجمعہ اللہ لہٗ من المعارف ای الجزئیۃ (والعلوم) ای الکلیۃ	حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن معجزات اور ظاہر آیات میں سے وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے عطا فرمایا معارف جزئیہ علوم کلیہ مدرکات

---

[1] شرح شفا شریف لعلامہ قاری ص ۲۷، ج ۱

والمدركات الظنية و اليقينية والاسرار الباطنية والانوار الظاهرة۔[1]	ظنیہ یقینیہ اور اسرار باطنیہ اور انوار ظاہرہ پر۔

دیکھا مُلّا علی قاری رحمہ اللہ کا عقیدہ جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے تمام علوم جزئیہ وکلیہ کے قائل ہیں۔

اب ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

وقد مدح الله تعالىٰ الانبياء والملائكة والمؤمنين بالعلم لا بنفي الجهل فمن اثبت العلم فقد نفى الجهل ومن نفى الجهل ولم يثبت العلم۔[2]	اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور فرشتوں اور مومنین کی علم کے ساتھ مدح کی ہے جہالت کی نفی کے ساتھ نہیں۔ تو جس شخص نے علم کو ثابت کیا تو اس نے جہالت کی نفی کی۔ اور جس شخص نے جہالت کی نفی کی اس نے علم کو ثابت نہیں کیا۔

حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء کرام علیہم السلام اور ملائکہ مقربین اور مومنین کے واسطے علم کا کیسا عجیب نکتہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام مومنین کی تعریف علم سے کی ہے جہالت کی نفی کے ساتھ نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے تعریف علمی کرے تو اس نے آپ کے علم کا ثبوت دیتے ہوئے آپ کی تعریف بیان کی اور جس شخص نے آپ سے جہالت کی نفی کی اور آپ کے علم کا انکار کیا تو اس نے آپ کی مذمت کی۔

جب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ کے علم کا انکار کرنے میں یہ حال ہے اور جن لوگوں نے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بے علم سمجھا کہ فلاں وقت فلاں امر کا علم نہ تھا (معاذ اللہ) تو خبر نہیں کہ وہ کون سے قعرِ جہنم میں پڑیں گے۔

اب غور فرمائیے کہ یہی مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جن کی عبارتیں آفتاب کی طرح روشن ہیں کہ

---

[1] شرح شفا شریف لعلامہ قاری ص ۲۰۰، [2] شرح فقہ اکبر لعلامہ قاری ص ۱۹۱

وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمام امور غیبیہ حال و استقبال وعلوم جزئیہ وکلیہ و اسرار باطنیہ و برکات ظلیہ پر مطلع ہونا ثابت کر رہی ہیں۔ کیا یہی تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی پر اعتقاد والے کو کافر بتاتے ہیں؟

مجھے مخالفین کی حالت پر تعجب آتا ہے کہ وہ کس قسم کے لوگ ہیں جو اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری اپنے ہی اعتقاد پر کفر کا فتویٰ دے سکتے ہیں۔

دوسری بات جن عبارتوں سے ہم نے حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کل علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عقیدہ ہونا ثابت کیا ہے اور یہی عقیدہ ہمارا اہلسنت بریلوی کا ہے۔ تو جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علمِ غیب کُل باعلامِ خداوندی ماننے پر وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک کافر و مشرک ٹھہرے تو پھر ذرا ہمیں بھی سمجھائیے کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ ایک عظیم شخصیت ایسے عقیدہ رکھنے پر تمہارے نزدیک کیا ٹھہرے ؎

اتنی نہ بڑھا پاکیِ داماں کی حقیقت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

اب رہا یہ کہ وہ عبارت جو مخالفین پیش کرتے ہیں جس پر حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے تکفیر کی ہے کہ جس پر دلیل نہیں یعنی کسی مخلوق کے بالذات و بے تعلیم الٰہی عام ہونے کے اعتقاد پر تکفیر کا حکم نقل کیا۔ اور یہ بالکل صحیح اور ہمارا مذہب یہی ہے۔

لیکن منکرین کا جوش تعصب سمجھیے کہ انہوں نے مثبتین علمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس عبارت سے حکمِ تکفیر لگا دیا حالاں کہ ان کی بددیانتی کا کھلا ہوا مظاہرہ ہے کہ وہ فقہ اکبر کی پوری عبارت پیش نہیں کرتے۔ جیسا کہ ان کی پرانی عادت ہے اور یہ مجبور ہیں۔ اسی طرح علامہ علی قاری رحمہ اللہ کی عبارت کا ماقبل چھوڑ کر اگلی عبارت پیش کرتے ہیں اور انہوں نے بارہا اپنی کتابوں میں اس عبارت کا ماقبل چھوڑ کر لکھی ہے۔ اگر یہ عبارت پوری لکھیں یا پڑھیں تو مطلب واضح کر دیتی ہے۔ اب اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے:

ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلموا الغیبات من الاشیاء الا ما اعلمھم اللہ تعالیٰ و ذکر الحنفیہ تصریحًا بالتکفیر باعتقاد ان

النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب لمعارضۃ
قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب
الا اللہ۔

ناظرین با انصاف غور فرمائیں کہ اس عبارت کی ابتداء یہاں سے شروع ہے کہ انبیاء علیہم السلام غیب نہیں جانتے۔ مگر اسی قسم کا جو تعلیمِ الٰہی سے نہ ہو۔ اور حنفیہ نے اس اعتقاد پر تکفیر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بخود یعنی بے واسطہ تعلیمِ الٰہی کے عالم الغیب ہیں۔ اس عبارت میں کون سی بات ہے جو ہمارے مخالف ہو۔ علامہ علی قاری رحمۃ اللہ الباری کا فرمانا بالکل بجا ہے لیکن منکرین فقہ اکبر کی مذکورہ عبارت کے پہلے الفاظ ثم اعلم سے ما اعلمھم اللہ تعالیٰ تک سب ہضم کر جاتے ہیں۔ اور آگے وذکر الحنفیۃ سے الا اللہ تک پیش کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ کہاں تک اپنی مکاری کو چھپائے رکھیں گے۔ ان کی کذب بیانی اور عبارتوں میں اپنی طرف سے توڑ مروڑ اور تحریف ظاہر ہو ہی جاتی ہے۔ جیسا کہ قرآنی آیات اور احادیث سے بھی انہوں نے سخت بے ایمانی کی ہے۔

تصویر کا دوسرا رُخ: اب قابل غور بات یہ ہے کہ مخالفین علامہ علی قاری کی عبارت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب جاننے کے اعتقاد پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں اور ادھر یہ حضرات مخلوق کے لیے بعض مغیبات کے علم کے خود قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض مغیبات کا علم عطا فرمایا ہے۔ جیسا کہ ان کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

- دیوبندیوں کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اپنی کتاب شمائم امدادیہ میں ص ۱۱۰ پر رقمطراز ہیں:

  "لوگ کہتے ہیں کہ علمِ غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اہلِ حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک مغیبات کا اُن کو ہوتا ہے۔"

- دیوبندیوں کے مفتی مولوی رشید احمد گنگوہی لطائفِ رشیدیہ ص ۲۷ میں رقمطراز ہیں:

  "انبیاء علیہم السلام کو ہر دم مشاہدہ امور غیبیہ حضور حق تعالیٰ کا رہتا ہے کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم

لضحكتم قليلا و لبكيتم كثيراً"۔

○ دیو بندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی "تکمیل الیقین" صفحہ ۱۳۵ میں رقمطراز ہیں:

اُن رسل و اولیاء میں سے جسے چاہے اُسے غیب یا آئندہ کی خبر دے الخ

پس ان کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے وُہ خدا کے بتانے سے معلوم ہوتا ہے۔

○ وہابیوں کے پیشوا حکیم محمد صادق سیالکوٹی اپنی کتاب "شان رب العالمین" میں صفحہ ۵۰ پر رقمطراز ہیں:

"ہاں اللہ جتنا چاہے علمِ غیب اپنے پیغمبر کو بتادیتا ہے"لہ

اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۸ پر:

"خدا اپنے رسولوں میں جس کو جتنا چاہے غیب دیتا ہے"۔

اس کے علاوہ مخالفین کی ان کتابوں میں بھی بعض انبیاء کرام کو علمِ غیب ہونا موجود ہے:

فتاوٰی رشیدیہ، تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان، المہند مصدقہ علماء دیو بند وغیرہا۔

اتنے حوالوں سے یہ پتا تو چل ہی گیا کہ یہ لوگ انبیاء علیہم السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بعض علمِ غیب عطا ہونے کے قائل ہیں۔

اب میں وہابیہ دیو بندیہ سے پُوچھتا ہُوں کہ ادھر تو تم علامہ علی قاری کی عبارت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب ماننے پر کُفر کا فتوٰی دیتے ہو اور اہلسنت بریلوی حضرات کو اس اعتقاد پر کافر بناتے ہو۔

اور اُدھر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بعض مغیبات کا علم عطا ہونا مانتے ہو۔ تو پھر ذرا انصاف سے بتائیے کہ اس کفر میں تمہارا بھی کچھ حصہ ہے یا کہ نہیں؛ کیونکہ تم مخلوق کے لیے بعض علمِ غیب ہونے کے قائل ہو۔

ع

آج آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اب بتائیے کہ علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ علم ذاتی اللہ کے سوا کسی کو ہونے پر تنبیہ فرماتے ہیں یا علمِ عطائی پر۔

ے

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را

چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

یاد رہے کہ مخالفین کا عقیدہ ایسا باطل ہے کہ انہوں نے اب تک متناقص باتیں ہی کی ہیں۔ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو غیب کا علم نہیں دیتا۔ اور دوسری طرف کہتے ہیں کہ ہاں جتنا چاہے یا بعض غیب کا علم عطا فرما دیتا ہے۔ اب خود اندازہ فرمالیں کہ ان کا عقیدہ کیسا ہے۔ میرے خیال میں یہ اسی آیت کے مصداق ہیں:

مذبذبین بین ذٰلك لا الیٰ هٰؤلآء ولا الیٰ هٰؤلاء و من یضلل اللہ فلن تجد له سبیلاً[1]

علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رح کا عقیدہ

شبہ: مخالفین یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کا انکار کیا ہے۔

جواب: منکرین کی سب سے بڑی مکاری یہی ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی مکاریوں کے ذریعہ گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ہمارے ایک مایۂ ناز شہنشاہ نقشبندیہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کو بدنام کرنے کے لیے اُن پر یہ الزام لگایا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہونے کا عقیدہ نہ رکھتے تھے۔ استغفر اللہ۔

حالاں کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام مکتوبات شریف میں کہیں بھی ایک لفظ ایسا نکال کر نہیں دکھا سکتے۔ جس میں علمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی ہو۔ بلکہ مکتوبات شریف میں تو اکثر علمِ غیب انبیاء اور بطفیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء کو امورِ غیبیہ کا علم ہونا ثابت ہے۔

---

[1] پ ۵۔ ع ۱۸۔ س النساء

انھیں کیا معلوم کہ یہ وُہ بزرگ ہستی ہیں جن کا دامن سرکار سیدنا محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور وہ خود فرماتے ہیں کہ مجھے جو کچھ عنایت ہُوا محض خدا کے فضل سے درِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا ہے۔

آیئے ذرا ایک حوالہ بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

بعد از تحریر آں چناں معلوم شد کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام با جمع کثیر از مشائخ اُمت خود حاضر اند و ہمیں رسالہ را در دست مبارک خود دارند و از کمال کرم بخشی آں را بوسہ میکنند و بہ مشائخ مے نمایند کہ ایں نوع معتقدات مے باید حاصل کردہ جماعہ کہ بایں علوم مستعد گشتہ بودند نورانی و ممتاز اند و عزیز الوجود و روبروئے آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ ایستادہ اند والقصہ بطولہا و در ہماں مجلس باشاعت ایں واقعہ حقیر را امر فرمودند[1]

اس رسالہ کے لکھنے کے بعد ایسا معلوم ہُوا کہ حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی اُمت کے بہت سے مشائخ کے ساتھ حاضر ہیں اور اسی رسالہ کو اپنے مبارک ہاتھ میں لیے ہُوئے اور اپنے کمال کرم سے اسے چُومتے ہیں اور مشائخ کو دکھاتے اور فرماتے ہیں۔ اس قسم کے اعتقاد حاصل کرنے چاہئیں اور وہ لوگ جنھوں نے ان علوم سے سعادت حاصل کی ہے وہ نورانی اور ممتاز اور عزیز الوجود ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوبرو کھڑے ہیں یہ قصہ بہت لمبا ہے اور اسی مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاکسار (شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانیؒ) کو اس واقعے کے شائع کرنیکا حکم فرمایا۔

---

[1] مکتوبات شریف ج ۱ ص ۳۸ مکتوب ۱۶

ع

بر کریماں کارہا دشوار نیست
(کریموں پر نہیں کوئی کام مشکل)

مکتوبات شریف کی مذکورہ عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کی تصنیف کردہ کتاب کا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے۔ اور حضرت کا یہ فرمانا کہ مجدد الف ثانیؒ کی تصنیف میں جو کچھ ہے اسی قسم کے اعتقاد رکھنے چاہئیں۔ اور پھر حضرت کا یہ فرمانا کہ اس کتاب کی اشاعت کرو۔ اور یہاں سے ہم اہل سنّت کی صداقت اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی عظمت کا بھی پتا چلا کہ آپ کو کیسا عظیم مرتبہ حاصل ہے۔

اولیاءُ اللہ کے دشمنوں کو کیا معلوم کہ اللہ کے ولیوں کو کیا کیا طاقتیں اور کتنے وسیع علوم حاصل ہیں۔ وہابیہ دیوبندیہ کے عقائد رکھنے والوں سے آج تک کوئی ولی یا بزرگ پیدا نہیں ہوا۔ جتنے ولی، غوث، قطب، ابدال ہیں سب اہل سنّت ہی میں ہوئے ہیں اور ماننے والے بھی اہلسنّت۔

اب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ارشاد ملاحظہ فرمائیے:

تنام عینی ولا ینام قلبی کہ تحریر یافتہ بود اشارت بدوام آگاہی نیست بلکہ اخبار است از عدم غفلت از جریان احوال خویش و اُمّت خویش لہذا نوم در حق آں علیہ الصلوٰۃ والسلام ناقض طہارت نگشت و چوں نبی در رنگ شبان است در محافظت امت خود غفلت شایان منصب

حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ جو لکھی ہوئی تھی اس میں دوام آگاہی کی طرف اشارہ نہیں ہے بلکہ اس حدیث میں اس امر کی خبر دی گئی ہے کہ آپ اپنے اور اُمت کے حالات سے کسی وقت بھی غافل نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے نیند آپ کے لیے ناقض طہارت نہ تھی،

جوابش آنست کہ ایں سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ است[1]	جواب یہ ہے کہ اس بات کی کوئی اصل نہیں، اور یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

یہ ہے اصل عبارت شیخ محقق علیہ الرحمۃ کی، یہ جو مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ شاہ عبدالحق رحمہ اللہ ڈنکے کی چوٹ اس کا جواب فرماتے ہیں کہ اس بات کی کوئی اصل نہیں اور یہ روایت بالکل غلط ہے۔

اور ادھر مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی خباثت اور علمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت کی بناء پر اعتراض کے الفاظ درج کر دیے:

"من بندہ ام نمی دانم آنچہ در پس دیوار است"۔

اور اپنی خباثت کا مقصد لے لیا اور آگے جواب کی عبارت جو شیخ صاحب علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمائی ہے:

"جوابش آنست کہ ایں سخن اصلے ندارد و روایت صحیح نشدہ است"۔

ساری عبارت ہضم کر گئے۔ یعنی سوال درج کر دیا اور جواب جو شیخ نے دیا وہ حذف کر دیا۔ (اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔

یہ ہے ان نجدیوں کی دھوکا بازی کا صریح مظاہرہ۔ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے کیا کیا چالبازیاں کی جا رہی ہیں۔ حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ کی عبارت سے یہ نقطہ بھی حاصل ہوا کہ آپ کے زمانہ میں بھی ایک ایسا گمراہ فرقہ تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے تک کا علم ماننے کے لیے تیار نہ تھا۔ یہی حال اس فرقہ کی معنوی اولاد کا ہے۔ وہ بھی اہلِ حق کی مخالفت کرتے تھے۔ اور یہ اسی کام کے درپے ہیں۔

کس قدر افسوس ہے کہ حضور آقاءِ دو عالم شہنشاہِ امم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم گھٹا کر اسی بے اصل حکایت سے سند لانا اور ملمع کاری کے لیے شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا نام لکھ کر جانا جو صراحۃً فرما رہے ہیں اس حکایت کی نہ جڑ اور نہ کوئی بنیاد۔ آپ اس کے سوا کیا کہیے کہ ایسوں کی داد نہ فریاد۔

اللہ اللہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب عظیمہ اور ارباب فضائل سے نکلوا کر اس تنگنائے میں داخل کرائیں تاکہ آیات قرآنی وصحیح احادیث بھی دُور کرائیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

[1] مدارج النبوت ج ۱ ص ۹، س ۹ مطبوعہ دہلی

تنقیص شان ہیں یہ فراخی دکھائیں کہ اصل بے سند مقولے سب سماجائیں۔ ع
یہ دشمنیٔ رسول نہیں تو اور کیا ہے

اور پھر ایک طرف یہ الزام کہ اہلسنت بریلوی حضرات علماء سلف کی عبارتوں میں ایچ پیچ کھیلتے ہیں اور یہ بھی ہو بر صریح بہتان۔

اور اپنی حالت یہ کہ قرآنی آیات و احادیث ثابتہ وعلماء محدثین وشرفاء کاملین و سلف صالحین وعلماء اُمت کے تمام اقوال صحیحہ سے سخت بدویانتی اور صاف انکاری ہے

کس کس سے چھپاؤ گے تحریک ریا کاری
محفوظ ہیں تحریریں مرقوم ہیں تقریریں

ایک اور بات بھی قابلِ غور ہے کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کا براہین قاطعہ ہیں۔ لکھنا۔ شیخ روایت کرتے ہیں یہ بھی نجدیت کی جہالت فی العلم کا پورا پورا نقشہ ہے۔

یعنی دیوبندیوں کے محدث خدا جانے کیا کیا ہیں کہ حکایت و روایت کا فرق بھی نہیں جانتے حدیث کیا پڑھتے سنتے ہوں گے۔ بس یہی جہالت کا درس اور سند جہالت۔

یہاں تک تو تھا مخالفین کے اس شبہہ کا جواب۔ اب مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت علامہ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی اسی کتاب مدارج النبوت سے علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل پیش کروں کہ آپ کا علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا عقیدہ تھا، ملاحظہ فرمائیے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کا عقیدہ

حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کے بارے میں حضرت شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مدارج النبوت شریف میں فرماتے ہیں:

ہر چہ در دنیاست از زمان آدم تا نفخۂ اولیٰ بروے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منکشف ساختند تا ہمہ احوال اورا از اوّل تا آخر معلوم گردید ویاراں

یعنی حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے نفخۂ اولیٰ تک جو کچھ دنیا میں ہے سب ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف

خود را نیز بعضے ازاں احوال خبر داده ۔[1]

فرمادیا تھا۔ یہاں تک کہ تمام احوال اوّل سے آخر تک کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا اور آپ نے اپنے اصحاب میں سے بعض کو خبر دی۔

شیخ محقق علیہ الرحمۃ کے کلام سے واضح ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اوّل سے تا آخر تمام احوال کو جانتے ہیں۔

لیجئے یہ ہے عقیدہ شاہ عبدالحق صاحب علیہ الرحمۃ کا۔ اب لگائیے فتویٰ۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

ھو الاول والاٰخر والظاھر و الباطن و ھو بکل شیٔ علیم۔
ایں کلمات اعجاز سمات ہم مشتمل بر ثنائے الٰہیت تعالیٰ و تقدس کہ در کتاب مجید خطبہ کبریای خود خوانده وہم متضمن نعت حضرت رسالت پناہی است کہ وے سبحانہٗ او را بداں تسمیہ و توصیف فرموده[2] الخ... ووے صلی اللہ علیہ وسلم دانا است بہمہ چیز از شیونات و احکام الٰہی وصفات حق و اسماء و افعال و آثار و بجمیع علوم ظاہر و باطن و اوّل

وہ ہی اول اور وہ ہی آخر اور وہی ظاہر اور وہ ہی باطن اور وُہ ہی ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہ کلمات اعجاز اور اسماء شریفہ خدا تعالیٰ کی پاکی اور ثناء کے ہیں کہ خود کتاب مجید میں اپنی کبریائی کا خطبہ ہے اور یہ نعت بھی ہے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی اور خود اللہ تعالیٰ نے جناب رسالتماب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان توصیف میں یہ

---

[1] مدارج النبوت ج ۱ ص ۱۶۵ س ، مطبوعہ دہلی

[2] اللہ و مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اول آخر ظاہر باطن ہیں۔

و آخر احاطہ نمودہ و مصداق فوق کل ذی علم علیم شد علیہ من الصلوٰۃ افضلہا و من التحیات اتمہا و اکملہا۔[1]

کلمات فرمائے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام چیزوں کے جاننے والے ہیں اور آپ نے خدا تعالیٰ کی شانیں اور اس کے احکام حق تعالیٰ کے صفات و افعال اور سارے ظاہری باطنی اول و آخر کے علوم کا احاطہ فرما لیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے کلام سے کتنا صاف ظاہر ہے کہ وہ لکھتے ہیں۔ یہ اسمائے خدا تعالیٰ کی حمد اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہے۔ اور یہ کلمات خود اللہ تعالےٰ نے آپ کی شان میں فرمائے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول بھی آخر بھی ظاہر بھی باطن بھی ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام چیزوں کو جاننے والے ہیں۔ آپ نے تمام ظاہری و باطنی و اول و آخر کے علوم کا احاطہ فرما لیا ہے۔ اب میں مخالفین سے پوچھتا ہوں کہ یہی عقیدہ اہل سنت بریلوی رکھتے ہیں اور تمہارے نزدیک یہ مشرک و کافر ٹھہرے،

تو فرمائیے اسی عقیدہ کے رکھنے پر شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ پہ کیا کیا فتوے جڑیں گے کیونکہ وہ صاف فرما رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اول و آخر و ظاہر و باطن اور ہر چیز اول تا آخر کے عالم ہیں۔

اب جس محبوب کی تعریف و شان خود حق تعالیٰ نے ان الفاظ سے فرمائی ہے تو کیا ایسے محبوب سے کائنات کا ذرہ ذرہ بھی مخفی رہ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

چنانچہ علامہ محمد بن احمد بن محمد بن محمد بن ابی بکر بن مرزوق تلمسانی شرح شفاء شریف میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر مجھے یوں سلام کیا:

---

[1] مدارج النبوت

السّلام علیك یا اوّل السلام علیك یا آخر السلام علیك یا ظاهر السلام علیك یا باطن۔

میں نے فرمایا اے جبرائیل! یہ صفات تو اللہ تعالیٰ کی ہیں اُسی کو لائق ہیں مجھ سے مخلوق کی کیونکر ہو سکتی ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں یوں ہی آپ کے حضور سلام عرض کروں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اِن صفات سے فضیلت دی اور تمام انبیاء و مرسلین پر اُن سے خصوصیت بخشی۔ اپنے نام و وصف سے آپ کے نام و وصف فرمائے۔

وسمّاك بالاوّل لانك اوّل الانبیاء خلقا وسمّاك بالآخر لانك آخر الانبیاء فی العصر الی آخر الامم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اوّل نام رکھا کہ آپ سب انبیاء علیہم السلام سے آفرینش میں مقدم ہیں اور آپ کا آخر نام رکھا کہ آپ سب پیغمبروں سے زمانہ میں مؤخر و خاتم الانبیاء و نبی اُمت آخرین ہیں۔ باطن نام رکھا کہ اس نے اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام نامی اسم گرامی سنہری نور سے ساق عرش پر آفرینش آدم علیہ الصّلوٰۃ والسلام سے دو ہزار برس پہلے ابد تک لکھا۔ پھر مجھے آپ پر درود بھیجنے کا حکم ہوا۔ میں نے آپ پر ہزار سال درود بھیجے اور ہزار سال درود بھیجے۔ یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو مبعوث فرمایا۔ خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور جگمگاتا سورج آپ کو ظاہر نام عطا فرمایا کہ اس نے آپ کو تمام دینوں پر ظہور و غلبہ دیا اور آپ کی شریعت و فضیلت کو تمام اہل سمٰوٰت و ارض پر ظاہر و آشکار کیا۔ کوئی ایسا نہ رہا جس نے آپ پر درود نہ بھیجے ہوں اللہ تعالیٰ نے آپ پر درود بھیجے۔

فربك محمود وانت محمد وربك الاول والآخر والظاهر والباطن وانت الاول والآخر والظاهر والباطن۔

(یا رسول اللہ! پس آپ کا رب محمود ہے اور آپ محمد۔ آپ کا رب اول و آخر و ظاہر و باطن ہے اور آپ اول و ظاہر و باطن ہیں)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

الحمد للّٰہ الذی فضّلنی علیٰ جمیع النبیّین حتّٰی فی اسمی وصفتی۔	سب خوبیاں اللّٰہ تعالیٰ کو ہیں جس نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی یہاں تک کہ میرے نام وصفت میں۔ انتہیٰ

؎

وہی ہے اوّل وہی ہے آخر، وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے

اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ مدارج النبوت میں دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

ہر کہ مطالعہ کند احوال شریف اورا از ابتدا تا انتہاء و بہ بیند کہ چہ تعلیم کردہ است اورا پروردگار وافاضہ کردہ است بروی از علوم واسرار ماکان ومایکون بہ ضرورت حاصل شود اورا علم بہ نبوتؐ بے شوب شکوک وظنون قولہ تعالیٰ علمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللّٰہ علیک عظیما صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم وعلیٰ آلہ حسب وصلہ وکمالہ۔	الحاصل یہ ہے کہ اللّٰہ تعالےٰ نے خود حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو تمام احوال ابتداء وانتہاء کی تعلیم فرمائی اور آپ کو علوم اسرار ماکان ومایکون جو ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے سب پر مطلع فرما دیا۔ جیساکہ قول تعالیٰ ہے کہ علمک مالم تکن تعلم الخ

غور فرمائیے کہ علامہ شاہ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ کا بھی یہ عقیدہ کہ حضور آقاء دوجہاں

؎ مدارج النبوت ج ۱ ص ۴۲ س ۱۹ مطبوعہ دہلی۔

صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء تا انتہاء علوم ماکان و ما یکون حاصل ہیں۔

منکرو، ظالمو، اللہ ورسول کے دشمنو! کہاں تک علم مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کروگے اور کس کس کو مشرک و کافر ٹھہراؤ گے۔

بہرکیف مذکورہ تمام دلائل سے ثابت ہوگیا ہے کہ صاحب مدارج النبوت علیہ الرحمۃ کا علم مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا عقیدہ تھا ابھی بے شمار حوالے موجود ہیں۔ لیکن بخوفِ طوالت اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔ مخالفین کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذاللہ دیوار کے پیچھے تک کا علم نہیں۔

لیجئے، اس کا جواب بھی حدیث شریف سے دیئے دیتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے:

مصطفٰی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا

آگے اور پیچھے یکساں دیکھنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف باب خشوع الصلوۃ میں یہ حدیث مروی ہے:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ھل ترون قبلتی ھھنا واللہ ما یخفٰی علیّ رکوعکم ولا خشوعکم وانی لاراکم وراء ظھری[۱]	حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ تحقیق فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تم نہیں دیکھتے جو میں اپنے آگے وہ جو میں دیکھتا ہوں خدا کی قسم تمہارے رکوع و خشوع مجھ پر مخفی نہیں اور میں اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

دوسری حدیث شریف انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں اس طرح ہے:

---

[۱] بخاری شریف باب خشوع الصلوۃ ص ۹۵ مطبوعہ مصر

عن انس بن مالك عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال اقیموا الرکوع والسجود فواللہ انی لاراکم من بعدی وربما قال من بعد ظهری اذا رکعتم و سجدتم[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صحیح کرو اپنے رکوعوں کو اور سجدوں کو۔ خدا کی قسم میں اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں جب تم رکوع اور سجدہ کرتے ہو۔

تیسری حدیث شریف حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد میں درج ہے:

عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ و سلم یقول استدوا استدوا فوالذی نفسی بیدہ انی لاراکم من خلفی کما اراکم بین یدی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے برابر برابر کرو صفوں کو (یعنی جب نماز کو کھڑے ہوتے) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تم کو پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں جس طرح سامنے سے دیکھتا ہوں۔

چوتھی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں یوں مروی ہے

عن ابی هریرة قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقیموا رکوعکم و سجودکم فانی اراکم من خلفی کما اراکم من امامی۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز میں رکوع و سجود ٹھیک ٹھیک کیا کرو۔ کیونکہ میں تمہیں پیچھے سے اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح آگے سے۔

---

[1] بخاری شریف

مذکورہ چار احادیث صحیحہ سے ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جس طرح آگے کی طرف دیکھتے ہیں اسی طرح پیچھے بھی۔ اور پھر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کے خشوع وخضوع اور رکوع و سجود کو بھی جانتے ہیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا کی قسم اٹھا کر یہ فرمانا کہ میں جس طرح آگے دیکھتا ہوں اسی طرح پیچھے بھی دیکھتا ہوں کہ تمہارے خشوع وخضوع رکوع وسجود مجھ سے مخفی نہیں ہیں۔

تو بتائیے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ آپ کو تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ ان لوگوں کا کیا حشر ہو گا کہ نبی اللہ کی قسم پر بھی یقین نہ کیا۔

نہایت دکھ کی بات ہے کہ قرآنی آیات واحادیث کثیرہ کے باوجود ان سب کو پس پشت ڈال کر دیدہ دانستہ یہودیوں کی طرح علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دینا، یہ کہاں کی مسلمانی ہے۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً نجدیت کی وبا سے

عبارت قاضیخان اور

بحث فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ

شبہ: منکرین کا کہنا ہے کہ قاضیخاں فقہ کی کتاب میں ہے:

رجل تزوج امرأۃ بغیر شھود فقال الرجل والمرأۃ خدائے را وپیغمبر را گواہ کردیم قالوا یکون کفراً لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب وھو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد

ایک مرد نے ایک عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا۔ پس مرد اور عورت نے کہا کہ خدا و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہم نے گواہ کیا قالوا یعنی کہتے ہیں کہ یہ کفر ہو گا اس لیے کہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کو جانتے ہیں اور حال یہ کہ وہ زندگی میں بھی

الموت۔ غیب کو نہیں جانتے تھے پس بعد وفات کے کیونکر جان سکتے ہیں۔

لہذا معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب نہ جانتے تھے۔ اور یہ بحر الرائق میں بھی موجود ہے۔

جواب: مخالفین کا منشا یہ ہے کہ معتقد علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفیر فقہ سے ثابت کریں۔ مگر ابھی ان کو خبر نہیں کہ انہوں نے یہ کفر اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ قاضیخان کی عبارت سے اگر کفر ثابت ہوتا ہے تو معتقد علم غیب نبی بھی (معاذ اللہ) کافر اور تمام مخالفین یعنی نجدی بھی۔ کیونکہ وہ قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض غیوب کا علم عطا فرمایا ہے۔

پس بموجب عبارت قاضیخاں کے ان کے کفر میں ان کی فہم کے بموجب شبہ نہیں تو یہ پیچھے گزر چکا ہے کہ مخالفین بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض علم غیب ہونے کے اقراری ہیں۔ جیسا کہ شمائم امدادیہ، اعلاء کلمۃ الحق، فیصلہ علم غیب، فتاویٰ رشیدیہ و دیگر کتب دیوبندیہ وہابیہ سے ثابت کیا جا چکا ہے۔

الحاصل مخالفین بھی بعض غیوب کا اقرار کر رہے ہیں تو اگر معاذ اللہ قاضی خاں کی عبارت سے ہم اہلسنت بریلوی پر الزام آئے گا تو خود ہی غور سے خیال کیجئے کہ دیوبندی وہابی بھی اس میں شامل ہیں۔ ؎

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

تو اگر وہ کافر نہ ٹھہریں تو کیا اہل سنت بریلوی ہم ہی کی خطا ہے۔

اب عبارت قاضی خان پر غور فرمائیے کہ اس میں لفظ قالوا موجود ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

اور قاضی خان و فقہاء کی عادت ہے کہ وہ لفظ قالوا اس مسئلہ پر لاتے ہیں جو خود ان کے نزدیک غیر مستحسن ہو اور ائمہ سے مروی نہ ہو۔

چنانچہ اس کی وضاحت فقہ کی معتبر کتاب شامی جلد پنجم ص ۵۴۴ میں ہے:

لفظۃ قالوا تذکر فیما فیہ لفظ قالوا وہاں پر بولا جاتا ہے جہاں

خلاف کما صرحوا بہ۔ اختلاف ہو۔

اور غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قنوت میں قاضیخاں کی عبارت کے بارے میں موجود ہے :

وکلام قاضیخان یشیر الیٰ عدم اختیارہ لہ حیث قال واذا صلی علی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فی القنوت قالوا لا یصلی علیہ فی القعدۃ الاخیرۃ ففی قولہ اشارۃ الیٰ عدم استحسانہ لہ والیٰ انہ غیر مروی عن الائمۃ کما قلناہ فان ذٰلک من المتعارف فی عباراتھم لمن استقراھا واللہ تعالیٰ اعلم۔

الحاصل یہ ہے کہ قاضی خان کا کلام اُن کی ناپسندیدگی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے قالوا۔ ان کے قالُوا کہنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ قول ناپسند ہے اور یہ اماموں سے مروی نہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کیونکہ یہ فقہاء کی عبارات میں شائع ہے اس کو معلوم ہے جو ان کی تلاش کرے۔

اب معلوم ہوگیا کہ قاضی خان کی عبارت خود قاضی خان کے نزدیک غیر مستحسن اور غیر مروی اور ضعیف و مرجوح ہے حتیٰ کہ اس کے ساتھ حکم کرنا سخت ممنوع اور جہل ہے۔ اور در المختار میں ہے :

ان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق بالاجماع۔

اور در المختار میں بھی یہی قاضی خان والی عبارت یوں موجود ہے :

تزوج بشھادۃ اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یجز بل قیل یکفر۔

دیکھا یہاں پر قیل ضعف کی دلیل ہے۔

اور شامی میں بھی اس بات کا جواب یُوں موجود ہے:

قیل یکفر لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم عالم الغیب قال فی التاتارخانیہ وفی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ لا یکفر۔	بعضوں نے کہا کہ جو شخص اعتقاد رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں وہ کافر ہو جائے گا۔ کتاب الحجۃ اور فتاوی تاتار خانیہ میں ذکر کیا گیا ہے وہ کافر نہیں ہو سکتا۔

اب معلوم ہو گیا کہ لفظ قالوا فقہا کے نزدیک بتریّتہ اور تضعیف کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ نیز اس کے علاوہ فتاوٰی حامدیہ جلد ۲ ص ۳۶۲، اور عمدۃ الرعایۃ ص ۱۵، اور مولانا عبدالحی کی تراجم الحنفیہ ص ۱۰۱ و فتح القدیر کتاب الصوم جلد ۲ ص ۱۹۷ و شامی جلد ۲ ص ۳۶۳، و غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قنوت ص ۴ ۔ ان سب نے قاضیخان کے لفظ قالوا کہنے کا خاص مسلک بیان کیا ہے کہ لفظ قالوا اشارۃ الی الضعف ایضًا رسم المفتی کے اس قاعدہ کو بھی بغور زیر نظر رکھنا چاہیے کہ ان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل و فرق للاجماع۔

اور معدن الحقائق شرح کنز الدقائق اور خزانۃ الروایات میں ہے:

وفی المضمرات والتصحیح انہ لا یکفر لان الانبیاء علیھم الصّلوٰۃ والسلام یعلمون الغیب و یعرض علیھم الا فلا یکون کفرًا۔	یعنی مضمرات میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ کافر نہیں ہوتا اس لیے کہ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام غیب کے عالم ہیں اور ان پر اشیاء پیش ہیں پس کفر نہ ہو گا۔

تنویر اور شامی نے بیان کیا ہے کہ اگرچہ روایات صحیحہ ۹۹ کفر پہ دال ہوں۔ اور ایک روایت ضعیفہ اگرچہ غیر مذہب کی بھی ہو۔ اسلام پہ دال ہو تو مسلمانوں کو کافر نہیں کہنا چاہیے۔ لہذا جو شخص ایک ضعیف روایت کی بنا پر اولیاء اللہ کو خصوصًا عوام مسلمانوں کو عمومًا کفر کا فتوٰی لگا دے پاگل اور واہیات نہیں تو کیا ہے۔ فانظر بعین البصیرۃ لا بعین البصرۃ

تصویر کا دوسرا رُخ: یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ جس طرح وہابیوں دیوبندیوں نے آیات قرآنی واحادیث صحیحہ وصلحاء سلف وائمہ وعلماء امت کی عبارات کو نہایت عیاری، دغابازی اور بددیانتی سے مسخ کرکے اپنی کتابوں میں تحریر کی ہیں۔ جو کلمہ اپنے مطلب کے خلاف تھا اسے چھوڑ دیا۔ اسی طرح انہوں نے فقہاء کرام کی عبارات کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا ہے۔ نمونہ کے طور پر ملاحظہ فرمائیے۔

علامہ شامی جلد ۳ ص ۳۶۳ کی صرف یہ عبارت حاصلہ ان دعویٰ علم غیب معاوضۃ نص القرآن فیکفر بھا لکھ دیتے ہیں اور حالانکہ جو اصل عبارت آگے ہے وہ ترک کر دیتے ہیں چنانچہ اب اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے:

فیکفر بھا الا اذا اسند ذٰلک صریحًا او دلالۃ الی سبب من اللّٰہ تعالٰی کوحی او الھام وکذا لو اسندہ الی امارۃ عاریۃ یجعل اللّٰہ تعالٰے واطال الکلام ونقل عن مختارات النوازل بصاحب الھدایۃ ولو لم یعتقد بقضاء اللّٰہ تعالٰی وادا لغیب لنفسہ یکفر۔[1]	حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی غیب جاننے کا دعویٰ رکھتا ہے اور یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ ایسا اللّٰہ تعالٰی کے حکم سے ہوگا۔ ہاں اگر اسے کسی سبب الٰہی کی طرف سے صراحۃً یا دلالۃً نسبت کرتا ہے کہ مجھے وحی یا الہام یا علامات عادیہ کی وجہ سے ایسا معلوم ہوا ہے کوئی کفر نہیں۔

علامہ شامی کی عبارت سے صاف واضح ہے کہ جو ذاتی علم غیب کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے اور جو اللّٰہ تعالٰی کی تعلیم سے علم غیب حاصل ہونے کا قائل ہو کفر نہیں۔ کتنی بڑی بے ایمانی اور کفر پسندی ہے کہ فقہ کی عبارات بھی مسخ کر کے پیش کرتے ہیں۔

---

[1] علامہ شامی جزء الثالث ص ۳۶۳

؎

زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا
اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

شیخ محمود بن اسماعیلؒ صاحب الفصولین جلد ۲ ص ۲۲۰ پر فرماتے ہیں؛

بان المنفی هو العلم بالاستقلال لا العلم بالاعلام۔

(فقہاء نے جو کہا ہے کہ آپ کے علم غیب کا معتقد کافر ہے تو اس کا جواب یہ ہے) کہ یہ علم بالاستقلال کی نفی ہے علم بالاعلام کی نفی نہیں ہے۔

تیسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

صاحب درمختار فرماتے ہیں؛

وفیها کل انسان غیر الانبیاء لا یعلم ما اراد الله تعالیٰ له وبه لان ارادته تعالیٰ غیب الا الفقها فانهم علموا ارادته تعالیٰ بهم الحدیث الصادق المصدوق یرد الله به خیر الفقه فی الدین۔

حاصل یہ ہے اور اشباہ میں ہے کہ ہر آدمی سوائے انبیاء علیہم السلام کے جانتا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کیا ارادہ ہے اس کے ساتھ دارین میں۔ اس واسطے کہ حق تعالیٰ کا ارادہ غیب ہے مگر فقیہ اس کو جانتے ہیں۔ اس واسطے کہ وہ جان گئے ہیں حق تعالیٰ کے ارادہ کو جو ان کے ساتھ ہے رسول صادق و مصدوق کی اس حدیث کی دلیل سے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں فقیہ کرتا ہے یعنی امر دین میں فہم سلیم عطا کرتا ہے۔

اب خوب معلوم ہوگیا ہے کہ فقہاء ڈنکے کی چوٹ سے لکھ رہے ہیں کہ فقہ میں بھی جہاں انکار ہے یہی معنی ہیں کہ بے تعلیم الٰہی کے کسی کو عالم غیب بتانا کفر ہے اور تعلیم الٰہی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت ہے۔

چوتھا حوالہ ملاحظہ فرمائیے؛

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تنویر الحوالک فی رؤیۃ النبی والملک میں قاضی خان اور بحر الرائق کی عبارت کا جواب ان لفظوں میں فرماتے ہیں؛

وما ذکر قاضی خان من کفر من قال لامرأته تزوجها بشهادة الرسول والملٰئكة وعلا بان الرسول لا یعلم الغیب حیا فکیف یعلمه میتاً قلنا واللہ قادر ان یحضره وهو یکلم کل من سلم علیه وسائر امته وانما اتی الکفر من انکاره الشهود فی النکاح وهو ثابت بالحدیث المتواتر فانکاره کفر والنکاح بلا ولی وشهود خاص نبینا صلی اللہ علیه وسلم کما فی الخصائص۔[1]

اور جو قاضی خان نے ذکر کیا ہے کہ وہ شخص کافر ہے جس نے اپنی عورت کے نکاح کے وقت رسول اور فرشتے کی گواہی کے ساتھ نکاح کیا اور اس سے بڑی بات کہی اُس نے کہ رسول زندہ غیب کو نہیں جانتا مردہ کیسے جان سکتا ہے ہم کہتے ہیں کہ اللہ قادر ہے اس بات پر کہ آپ کو حاضر کردے اور شخص آپ پر سلام بھیجتا ہے اور تمام اُمت کے ساتھ آپ کلام کرتے ہیں اور جو اس نے کفر کا فتویٰ دیا ہے وہ نکاح میں گواہوں کے انکار سے ہے جن کا ثبوت حدیث متواتر سے ہے تو اس کا انکار کفر ہے اور نکاح بلا ولی کے اور بلا گواہوں کے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے جیسا کہ خصائص کبریٰ میں موجود ہے۔

---

[1] تنویر الحوالک فی رؤیۃ النبی والملک ص ۳۵

اس حوالہ اور فقہاء کرام کی عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ بھی باعلام خداوندی علم غیب کے قائل ہیں۔ لہذا اگر فقہ میں کوئی ایسی عبارت ہے تو وہاں نفی ذاتی کی ہے کہ خود بخود کوئی غیب نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ کی عطا سے علم غیب ثابت ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ مخالفین کے اس شبہ کا بھی ازالہ ہوگیا ہے۔

چیلنج ظاہراً حنفی اور درپردہ وہابیوں کو اعلان ہے کہ کسی معتبر کتاب فقہ حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معتقد عطائی علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کفر کا فتویٰ دکھادیں۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ۔

کفار کا ذوالقرنین اور روح اور اصحاب کہف کے متعلق سوال اور اس جواب میں

حکمت خدا اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ: منکرین کا کہنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار نے چند سوالات کیے۔ روح اور ذوالقرنین اور اصحاب کہف کے متعلق تو آپ نے فرمایا میں کل جواب دوں گا ایسے ہی آپ کل پر ڈالتے رہے۔ وحی بند رہی آخر کئی روز بعد یہ وحی آئی کہ آپ انشاء اللہ کہہ دیا کریں۔ لہذا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوتا تو آپ پہلے ہی انشاء اللہ کہہ دیتے۔

جواب: ناظرین! آپ کو یہ تو معلوم ہو ہی چکا ہو گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے سوالات کرنے والے کافر لوگ ہی تھے کیونکہ وہ علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر تھے۔ اس لیے وہ ہر وقت اسی تلاش میں رہتے تھے کوئی نہ کوئی ایسا سوال کرتے رہیں جس سے مقام نبوت کے علم کی نفی ہو۔ لیکن یہ سب کوششیں بے سود ہیں۔ بھلا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میں کل جواب دوں گا تو اس میں علم کی نفی کب ثابت ہوتی ہے۔ یہ محض گمان ہے۔

اب دریافت طلب امر تو یہ ہے کہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو جواب اللہ تعالیٰ کے اشارے سے فرمانا ہوتا تھا اس پر انشاءاللہ استعمال فرماتے تھے یا امور امتحانیہ یا امور شرعیہ پر کبھی آپ نے انشاءاللہ فرمایا ہو، نہیں باقی امور میں تو آپ کا ہاں کرنا سوائے اشارے الٰہیہ کے ہو سکتا ہی نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ کی معیت خاصہ اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہوتی ہے۔ ایسے ہی تمام انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر معیت الٰہیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ کیا باقی انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ اپنے مخالفین پر بوقت مقابلہ اپنی معیت کا اظہار کرتے ہوئے غالب کریں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوقت مقابلہ کفار معاذ اللہ عاجز کریں جن کی نبوّت اور غلبہ قیامت تک رہنا ہے۔ یہ قانونِ خداوندی کے خلاف ہے۔ جو بات مخالفین سمجھیں کہ اگر غیب ہوتا تو پہلے ہی انشاءاللہ فرما دیتے۔

آنکھیں کھول کر غور کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو کفار نابکار سے فرمایا کہ اخبرکم غداً میں تمہیں کل خبر دوں گا۔ کیا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی خواہش سے کلام کرنا تھا یا کہ رضائے الٰہی پر اگر یہ تسلیم کرو کہ آپ کا اخبرکم غداً فرمانا اللہ تعالیٰ کی رضا پر تھا تو پھر شبہ کی گنجائش نہیں۔ اور اگر یہ کہو کہ آپ نے (معاذ اللہ) اخبرکم غداً اپنی مرضی اور رضائے الٰہی کے بغیر فرمایا تھا تو خود ہی بتائیے کہ مقامِ نبوّت کے منکر ٹھہرے یا کہ نہیں۔ کیونکہ نبی اللہ کا تو ہر قول و فعل منشاءِ الٰہی پر ہی ہوتا ہے۔ اس لیے پھر تم خود ہی سوچو کہ ایسا شبہ کرنے والے کون لوگ تھے جنہوں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ (معاذ اللہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ کو اس کا جواب بھی خود ہی دینا پڑا کہ:

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ؕ وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ؕ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ؕ[1]	اے محبوب! آپ کو آپ کے رب نے نہیں چھوڑا آپ کی تو ہر گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔ آپ کو اتنا عطا فرمائیں گے کہ قریب ہے راضی کر کے چھوڑینگے۔

اللہ اکبر جواب خداوندی نے کفار کو خاک میں ملا کر رکھ دیا اور ان کی تمام شورشوں کو

---

[1] پ ۳۰ - ع ۱۸ - س الضحیٰ

پامال کر دیا اس لیے کہ کفّار کو یہ بتانا مقصود تھا کہ تم جو میرے نبی پر یہ اعتراض کرتے ہو اور کہتے ہو قالُوا انّما انت مفترٍ کہ یہ تو نبی اپنی طرف سے آیتیں بناتا ہے اور ہمیں کہتا ہے کہ یہ ارشادِ الٰہی ہے۔ اس کو کفّار اچھی طرح سمجھ لیں کہ میرے محبوب کا تمہارے سوالات کا جواب نہ دینے اور میرے اتنے روز وحی نازل نہ فرمانے میں یہی وجہ تھی کہ تمہیں یہ معلوم ہو جائے کہ میرے نبی کی نبوت ذاتی اختراع نہیں ہے۔ اور یہ غیبی خبر بھی آپ کی اختراعی نہیں ہے بلکہ نبوت بھی عطائے الٰہی سے ہے اور غیبی خبر بھی عطائے الٰہی سے متعلق ہے۔

اس لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان اشیاءِ مسئولہ کا علم تو ضرور تھا لیکن یاد رکھیے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ	یہ نبی کوئی بات اپنی خواہش سے
إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰىؕ	نہیں فرماتے مگر وہی جو ان کو وحی
	کی جاتی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ومایَنطق عن الھوٰی کے عامل تھے بغیر اشارہ الٰہیہ اپنے علم کو نطق سے ظاہر نہ فرما سکتے تھے۔ کفّار کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی عمل کا یقین دلانا مقصود تھا، نہ کہ کفّار کے سامنے عاجز کرنا مقصود تھا۔ جیسا کہ منکرین نے سمجھ رکھا ہے۔

باقی ہر مقام پر جب کوئی سوال کرے تو آپ کو اشارہ الٰہیہ فوراً اظہار کی اجازت بخشے۔ لیکن اس موقعہ پر اظہار کی اجازت نہیں تو اس کا مطلب یہی ہے کہ بات کو ذرا مہلت دے کہ جواب کی اجازت دینے کی ضرورت تھی تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ظہور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفار کے سامنے مضبوط ہو جائے کہ یہ تو وہ نبی ہیں جو کبھی اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے۔ اگر اپنی خواہش سے ہوتا تو کفار کو جلدی جواب دیتے۔ لیکن یہ حکمتِ الٰہی اور حکمتِ مصطفائی کون جان سکتا ہے جو کہ ابھی تک رسالتمآب کے مقامِ عالیہ سے ہی ناآشنا ہے۔

اب رہا یہ کہ:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ	اور ہرگز یہ نہ فرمائیے کہ میں اس کو کل

لے پ ۲۷، ع ۴، س نجم

ذٰلِكَ غَدًا اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۔ کروں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ یہ فرمارہا ہے کہ اے محبوب! آپ انشاء اللہ فرمادیا کریں، تو آئندہ کے لیے قانون مقرر فرمایا گیا ہے نہ کہ ماقبل کی وجہ بیان کی جارہی ہے۔

یہ تو مخالفین کا بہت بڑا اجتہاد باطل ہے کہ وہ اس آیت شریفہ کا یوں ترجمہ کرلیتے ہیں کہ (معاذ اللہ) اے نبی! تم نے انشاء اللہ کیوں نہ کہا۔ استغفر اللہ۔ یہ بھی ان لوگوں کی سب سے بڑی مکاری اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ پر حملہ ہے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ آئندہ کے لیے قانون مقرر فرمارہا ہے اور سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کفار کے مقابلے میں ایسے جوابات کا بوجھ ہی اٹھا دیا ہے۔

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۔[2] تاکہ اے محبوب آپ کی ذات پر کسی قسم کا بوجھ ہی نہ رہے۔

تو ان تمام دلائل قویہ سے یہ معلوم ہوا کہ اِس واقعہ میں نہ تو آپ کے عدم علم پر دال ہے اور نہ نسیان مراد ہے اور نہ ماقبل کی کوئی وجہ ہے۔ اور آپ کو اُن سوالات کا علم تھا لیکن اس کا اظہار اس وقت مقصود نہ تھا، نہ کہ لاعلمی مراد ہے جیسا کہ حاسدین نے علمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کی بنا پر اپنے قیاس باطل سے سمجھ لیا ہے۔

معلّم رب العالمین جلّ وعلا

اور متعلم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلّم

شبہ: منکرین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہلی وحی لے کر آئے تو اُنھوں نے کہا: اقراء، پڑھیے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو آپ نے فرمایا: ما انا بقارئ میں پڑھا ہوا نہیں۔ ایسا تین مرتبہ ہُوا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے کہا: اقراء باسم ربك الذی خلق۔ تو آپ نے پڑھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوتا تو آپ کو ما انا بقارئ کہنے کی کیا ضرورت تھی۔

جواب: مخالفین کا یہ اعتراض بھی ان کی صریح مکاری اور جہالت کی بنا پر ہے۔ بھلا بتائیے تو

---

[1] پ ۱۵، ع ۱۵، س الکھف [2] پ ۳۰۔ ع ۱۹۔ س الم نشرح

سہی کہ ما انا بقارئ کا ترجمہ یہ کہاں ہے کہ میں پڑھا ہوا نہیں اس کے معنی تو یہ ہیں کہ میں نہیں پڑھنے والا۔ یا میں نہیں پڑھتا۔ کیونکہ قاری اسم فاعل کا صیغہ ہے کہ میں نہیں پڑھتا۔ تو اس میں آپ کے عدم علم ہونے کی دلیل کیسے ہو سکتی ہے۔ آپ کا یہ جواب اپنے مخاطب کو بالکل صحیح اور آپ کے علمِ عظیم کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اگر آپ اپنے مخاطب حضرت جبرائیل علیہ السلام کو یہ جواب نہ فرماتے تو قانونِ خداوندی ہی غلط ہو جاتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے عظیم خاصہ یہی ہے کہ آپ نے کسی مخلوق سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ اور آپ کسی مخلوق سے علم نہ حاصل کرنے کی وجہ سے ہی لقبِ 'اُمّی' سے یاد کیے جاتے ہیں۔

اور آپ کا یہی لقب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و اُمم سابقہ کی زبان پر جاری ہوا ہے اُمّی کی طرف منسوب ہے اس لحاظ سے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے علوم و فنون کا اکتساب نہیں کیا۔ آپ کو اُمّی کہتے ہیں۔ ملک عرب کی یہی حالت تھی کہ وہ لکھنے پڑھنے سے عاری ہوتے تھے۔ وہ اپنی تمام عمر اسی حالت میں گزار دیا کرتے تھے جو ایک ایسے بچہ کی ہوتی ہے جو نہ مکتب گیا، نہ درس لیا، نہ قلم ہاتھ میں پکڑا اور نہ سبق زبان پر جاری ہوا۔ چنانچہ یہود نے اہلِ عرب کا نام امیون رکھا۔

قرآن کریم خود اس کی وضاحت فرماتا ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ [1]	یہودی کہتے ہیں کہ ہم ان امی لوگوں کے ساتھ خواہ کچھ ہی برتاؤ کریں ہم پر کچھ مواخذہ نہ ہوگا۔

چنانچہ یہ نام عرب کے لیے معرفہ بن گیا اور قرآن کریم نے اسی لفظ کے ساتھ اہلِ عرب کو خطاب کیا:

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا [2]	خدا کی وہی ذات ہے جس نے اُمّیوں میں ایک خاص رسول مبعوث فرمایا۔

تیسری آیت قرآن حکیم نے ناخواندہ (ان پڑھ) اشخاص کے لیے لفظ اُمّی کو استعمال کیا ہے:

---

[1] پ ۳، ع ۱۵، س آل عمران [2] پ ۲۸، ع ۱۰، س الجمعہ

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ [1]

یہود میں ایسے ناخواندہ بھی ہیں جو کتاب کا کچھ علم نہیں رکھتے۔

ان آیات سے ثابت ہُوا کہ لفظ اُمّی کے معنے اَن پڑھ اور ناخواندہ کے ہیں۔

اب قرآن کریم نے جو حضور اکرم رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اعلان کیا ہے کہ آپ اُمّی ہیں اور پھر آپ کا خود زبانِ ترجمان سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے جواب میں ما انا بقاری فرمانا۔ اس کا حاصل یہی ہے کہ آپ نہ مخلوق میں کسی کے شاگرد اور نہ مخلوق میں آپ کا کوئی استاد ہے آپ کو جو بھی علوم ماکان وما یکون حاصل ہیں وہبی ہیں۔ اسی لیے اُمّی ہونا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جلیل القدر معجزہ قرار پایا ہے۔ اور قرآن نے لاکھوں مخالفوں کی بھیڑ میں آپ کے وصفِ اُمّیت کو بطور تحدی پیش کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وما كنت تتلوا من قبلهٖ من كتابٍ وّلا تخطه بيمينك اذاً لّارتاب المبطلون [2]

اے محبوب! آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے۔ یُوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے۔

آیت بالا میں اس امر کا اظہار ہے کہ تم میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ کتاب کو جھٹلاتے ہو اور کہتے ہو یہ کتاب من جانب اللہ نہیں ہے حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ میرے رسول اُمّی ہیں۔ نہ کسی مکتب میں داخل ہُوئے نہ کہیں تعلیم حاصل کی نہ کوئی کتاب پڑھی نہ اپنے ہاتھ مبارک سے کچھ لکھا پھر تم کتاب اللہ سے کیوں منکر ہوتے ہو، تمہیں قرآن کے منجانب اللہ ہونے میں شبہ اس وقت ہوسکتا تھا جبکہ یہ رسول کسی مخلوق سے تعلیم حاصل کرتے اور کسی یونیورسٹی کی سند حاصل کرتے۔ اگر ایسا ہوتا تو تم کہہ سکتے تھے کہ یہ کتاب انھوں نے خود مرتب کرلی ہے۔

---

[1] پ ۱، ع ۸، س البقرۃ

[2] پ ۲۱، ع ۱، س العنکبوت

ے

حضرت کا علم علمِ لدنّی تھا اے امیرؔ!
حضرت وہیں سے آئے تھے لکھے پڑھے ہوئے

اے منکرو! غور کرو تاریخ شاہد ہے اور قرآن کریم ناطق ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے اکتسابِ علم نہیں کیا اور سوائے ربانی انوار و برکات کے آپ کے لوح قلب پر کسی کی تحریر و تقریر کا ایک حرف بھی ثبت نہیں ہوا۔ اور قرآن نے آپ کے اس وصف امیّت کا بار بار اظہار فرمایا۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ ۔۔ لہ — وہ جو لوگ جنہوں نے غلامی اختیار کرلی اس رسول اُمّی کی جو غیب کی خبریں دینے والے ہیں۔

تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ محبوب رسول وہ ہیں جن کی تعلیم حظیرہ قدس میں ہوئی ہے جن کو اگر شاگردی کا شرفِ عظیم حاصل ہے تو صرف رب العالمین سے ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس نبی اُمّی کے دربار مقدسہ میں جہان کے فصحاء، بلغاء، علماء اور فلاسفروں کی جماعتیں حاضر ہوتیں اور عرض کرتیں کہ سرکار ہمارا علم اور آپ کا عرفان قطرہ و قلزم کی مثال بھی نہیں رکھتا اور فصحاءِ عدنان اور بلغاءِ قحطان کا تو یہ حال تھا کہ ے

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں

سبحان اللہ! یہ تو وہ علیم ہیں جنہوں نے کسی سے تعلیم حاصل نہیں کی اور ایک اَن پڑھ اور جاہل قوم میں مبعوث ہوئے جن کے لیے تعلیم و تعلّم کے تمام دنیاوی اسباب مفقود تھے۔ وہ ساری کائنات کے استاد اور دونوں عالم کے دقیقہ داں ہیں اور دماغ روشن ضمیر کو ہموار، قلب کو متجلّی، روح کو منور کر دینے والی تعلیم سے نواز رہے ہیں۔ تہذیب و اخلاق، تدبیر

لہ پ ۹، ع ۸، س الاعراف

منزل اقتصادیات وعمرانیات کے سبق پڑھا رہے ہیں۔

۵

امّی و دقیقہ دانِ عالم

بے سایہ و سائبانِ عالم

تو معلوم یہ ہُوا کہ ہمارے رسول علیہ التحیۃ والثناء کا نبی اُمّی ہونا بہت بڑا معجزہ ہے، اور کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں ہو سکتا کہ آپ کا مخلوق میں کوئی بھی ایک آن اور ایک لمحہ کے لیے بھی معلّم و استاد بنا ہو بلکہ جو اس محبوب کا معلّم ہے اس نے خود ہی یہ اعلان فرما دیا ہے:

الرحمٰن علم القراٰن. — رحمٰن نے سکھلایا قرآن۔

نیز فرمایا:

عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔[۱] — اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! جو کچھ نہ جانتے تھے آپ ہم نے آپ کو بتا دیا آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

چنانچہ امام المفسرین علامہ ابن جریر علیہ الرحمہ تفسیر ابن جریر جزء الخامس میں اسی آیت کریمہ کے ماتحت فرماتے ہیں:

علمك ما لم تكن تعلم من خبر الاوّلين والاٰخرين وما كان وما هو كائن قبل ذٰلك من فضل الله عليك يا محمد منخلقك۔[۲] — اے محبوب! سکھایا آپ کو جو کچھ نہ جانتے تھے تمام اوّلین و آخرین کی خبروں سے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب سے اللہ نے آپ کو پیدا فرمایا ہے اسی وقت سے جو کچھ ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے یعنی ماکان وما یکون کا علم عطا فرما دیا ہے یہی آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

---

[۱] پ ۵، ع ۱۴، س النساء

[۲] التفسیر ابن جریر جلد پنجم ص ۱۶۳

مذکورہ تمام دلائل اور آیۃ علّمك اور علامہ ابن جریر کے کلام سے واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم سکھا دیے ہیں۔

علّامہ ابن جریر علیہ الرحمۃ کا یہ کلام کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدائش سے ہی ما کان و ما یکون کا علم عطا فرما دیا ہے۔ یہ حدیث بھی اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

کنتُ نبیّاً و اٰدمُ بین الرُّوحِ والجسد[1]۔	میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام رُوح اور جسم کے درمیان تھے۔

اس حدیث کو امام احمد، بخاری، طبرانی، حاکم، ابو نعیم نے بھی نقل فرمایا اور یہ حدیث مختلف الفاظ میں آتی ہے۔

تو معلوم یہ ہوا کہ نبوّت ایک وصف ہے اور وصف کے لیے ذات کا پہلے ہونا ضروری ہے جس سے اِس امر کی قطعی وضاحت ہوتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھی۔

یہاں پر چلتے چلتے ذرا مخالفین کے حکیم الاُمّت مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب نشر الطیب صفحہ ۸ کا بھی ایک حوالہ ملاحظہ فرما لیجئے گا:

حضرت ابُو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے پُوچھا، یا رسول اللہ آپ کے لیے نبوّت کس وقت ثابت ہو چکی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ جس وقت کہ آدم علیہ السلام ہنوز رُوح اور جسد کے درمیان تھے روایت کیا اس کو ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

واضح رہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے اسی کتاب نشر الطیب میں مذکورہ حدیث کے علاوہ اور احادیث صحیحہ نقل کی ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جبکہ

---

[1] خصائص کبریٰ جزُ الاوّل ص ۴

کوئی شے پیدا نہیں کی گئی تھی۔ اسی کتاب کے صفحہ ۶ پر مولوی اشرف علی تھانوی احادیث صحیحہ دلائل قویہ سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور سے سب کچھ پیدا فرمایا گویا کہ آپ کو پیدا نہ کرتا تو نہ لوح وقلم ہوتے نہ زمین و آسمان ہوتے، نہ عرش وکرسی ہوتے، نہ جنت و دوزخ ہوتے نہ ملائکہ ہوتے۔ غرضیکہ عالمین کی کوئی شے پیدا نہ ہوتی۔

اب جب ہم اپنے مذہب حق کے تمام دلائل قرآن وحدیث سے پیش کرنے کے ساتھ انہی مخالفین کے معتبر مولوی سے مذکورہ مسئلہ پیش کرتے ہیں تو مخالفین یہاں پر یہ کہتے ہیں کہ مولوی اشرف علی تھانوی کی عبارات ہمارے لیے حجت تو نہیں ہیں۔

تو میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ اگر مخالفین کے نزدیک مولوی اشرف علی تھانوی کی عبارات نشر الطیب تمہارے لیے حجت نہیں ہیں تو پھر اس مذکورہ مسئلہ کے عقیدہ پر جب اہلِ سنت بریلوی مشرک وکافر ٹھہرتے ہیں تو مولوی اشرف علی تھانوی کو بھی انہی فتووں کا ہار کیوں نہیں پہناتے۔ مولوی اشرف علی تھانوی کو بھی وہی کہو جو بریلویوں کو کہتے ہو۔ پر مخالفین مجبور اور پریشان ہیں کہ کیا کریں۔ ایک طرف تو مولوی اشرف علی کے گیت گاتے پھرتے ہیں اور دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ان کی بات حجت نہیں۔

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

بہرکیف مجھے ایسی طویل بحث میں اس وقت جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تو بات در اصل یہ ثابت ہوئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت بھی نبی تھے جبکہ عالمین کی کوئی شے پیدا نہ ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو تمام علوم کی تعلیم فرما دی۔ اسی لیے فخرِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

ادبنی ربی فاحسن ادبی۔ مجھے میرے رب نے تعلیم دی اور بہترین تعلیم دی۔

اللہ اکبر! متعلم رحمۃ للعالمین ہیں اور معلّم رب العالمین ہے۔ تو معلوم یہ ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ما انا بقارٍی کا مطلب یہی تھا کہ میں کسی کا شاگرد تو ہُوں نہیں اور نہ مجھے کسی اور سے پڑھنے کی ضرورت ہے اب تو مجھے دُوسروں کو پڑھانے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں آتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے تین مرتبہ فرمایا: پڑھیے۔ تو آپ نے فرمایا میں نہیں پڑھتا۔ لیکن جب جبرائیل علیہ السلام نے یہ فرمایا:

اقراء باسم ربك الذی خلق۔ پڑھیے آپ اللہ رب کا نام لے کر جس نے آپ کو پیدا فرمایا ہے۔

تو آپ نے فوراً فرمایا اقراء باسم ربك الذی خلق۔ نیز پڑھو یا پڑھیے اسی سے کہا جاتا ہے جو پڑھا ہوا ہو جانتا ہو۔ جبرائیل علیہ السلام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمانا پڑھیے۔ اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ آپ پڑھے ہوئے ہیں۔

بہر حال لفظ نبی الاُمّی اور ما انا بقارٍی کا مطلب یہ حاصل ہوا کہ آپ نے اپنے رب العالمین ہی سے تعلیم حاصل کی ہے۔ اس لیے جو تلمیذ خاص اللہ تعالیٰ کے ہی ٹھہرے وہ کسی اور سے تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔ نہ کہ ما انا بقارٍی کا یہ مطلب ہے کہ آپ ان پڑھ تھے۔ معاذ اللہ جیسا کہ سفہاء زمانہ نے سمجھ رکھا ہے۔ یہاں تک تو تھا مخالفین کے دو شبہوں کا ازالہ۔ الحمد للہ

اب ایک بات قابل غور یہ بھی ہے کہ قرآن کریم و احادیث شریفہ سے آفتاب کی طرح روشن ہو چکا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے متعلّم خاص ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کا معلّم ہے۔ تو پھر دیکھنا یہ ہے کہ اگر شاگرد کے علم میں کچھ کمی رہے تو اس کی صرف چار ہی وجہیں ہو سکتی ہیں:

اوّل تو یہ کہ شاگرد نا اہل تھا استاد سے پُورا فیض نہ لے سکا۔

دوم یہ کہ استاد کامل نہ تھا کہ مکمل نہ سکھا سکا

سوم استاد یا تو بخیل تھا کہ پُورا پُورا مکمل علم اس شاگرد کو نہ دیا یا اس سے زیادہ کوئی اور پیارا شاگرد تھا کہ اس کو سکھانا چاہتا ہے۔

چہارم یہ کہ جو علوم پڑھائے وہ ناقص تھے۔ ان چار وجہوں کے علاوہ میرے خیال میں اور تو کوئی وجہ ہو سکتی نہیں۔

اور یہاں تعلیم دینے والا خود پروردگارِ عالم اور تعلیم لینے والے حضور سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ و السلام۔ اب جب کہ استاد بھی کامل اور شاگرد بھی کامل، اور سب سے پیارا اور تمام علوم بھی مکمل، جب یہ تمام کام مکمل ہے تو ذرا انصاف سے بتائیے کہ پھر ایسے رب العالمین کے تلمیذ خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف میں کسی قسم کی کمی ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

اس لیے ہم کہا کرتے ہیں اور حق کہتے ہیں کہ جو لوگ علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی قسم کی تنقیص کرتے ہیں یا آپ کو کسی امر میں (معاذ اللہ) بے علم سمجھتے ہیں وہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کے علم میں تنقیص کرتے ہیں۔

اب ذرا مخالفین حضرات کی حالت بھی ملاحظہ فرمائیے

وہابیہ دیوبندیہ کے شیخ الحدیث مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اپنی کتاب براہین قاطعہ کے صفحہ ۲۰ پر رقم طراز ہیں؛

بلفظہٖ، مدرسہ دیوبند کی عظمت حق تعالیٰ کی درگاہ پاک میں بہت ہے..... الخ
یہی سبب ہے کہ ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی آپ تو عربی ہیں۔ فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہے ہم کو یہ زبان آگئی ہے۔ سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ دیوبند کا معلوم ہوا۔

ناظرین غور فرمائیں کہ ان لوگوں کے نزدیک مدرسہ دیوبند کی عظمت تو اعلیٰ ہوئی، اور رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ شان و عظمت ہوئی کہ تمام علمائے دیوبند معاذ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استاد اور آپ معاذ اللہ ان کے شاگرد۔ استغفر اللہ۔

اب بتائیے اس سے بڑھ کر کھلی گستاخی اور ظلم عظیم کیا ہو سکتا ہے کہ جس ذاتِ مقدسہ کو خود خداوند کریم کی ذات کامل نے تعلیم دی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم حاصل کی اور آپ کو کل عالم کی تمام زبانوں کا علم ہے۔

ان نجدیہ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد اور قرآن کریم کی آیات اور رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ

والتسلیم کے تمام ارشادات کو پسِ پشت ڈال دیا ہے۔ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم۔

صاحبو! غور کرو، کیا یہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں صریح گستاخی کا کلمہ نہیں تو اور کیا ہے!

آیت علّمك کے بعد

نزولِ وحی کا بیان

شبہ: منکرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ آیت شریفہ علّمك ما لم تكن تعلم کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع اشیاء کا علم عطا فرما دیا ہے۔ تو اس آیت شریفہ کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی جب آپ کو تمام اشیاء کا علم عطا فرما دیا گیا تو اس کے بعد وحی کا نزول کیوں ہوا اور اس کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: اللہ اللہ کیا عجب بات ہے بھلا ان لوگوں کو ابھی تک یہ خبر نہیں کہ کلام اللہ شریف میں احکام مکرر نازل ہوئے ہیں، آیتیں مکرر آئیں۔ کئی سورتوں کا نزول علماء نے مکرر بتایا ہے۔ پھر کیا شبہ اور جو شبہ بیان کر کے علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا ہے وہی شبہ ان آیتوں میں کر کے ان کے کلام اللہ ہونے کا انکار کرنا ناممکن ہے۔ خدا تعالیٰ محفوظ رکھے ایسے تعصب سے کہ جو حق اور ناحق میں تمیز نہ ہونے دیں ایسی خرافات تو کب اس قابل تھیں جس کی طرف توجہ کی جاتی۔

مگر صرف اس نظر سے کہ لوگ دھوکا نہ کھائیں ایک عبارت لکھی جاتی ہے جس سے معلوم ہو جائے گا کہ آیات کے نزول میں بھی تکرار ہوتی ہے، کیوں اور کس لیے۔

مشکوٰۃ شریف کی حدیث معراج میں ہے:

فاعطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ الخمس و اعطی خواتیم سورۃ البقرۃ۔	پس معراج کی رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ نمازیں اور سورۂ بقر کی آخری آیات عطا ہوئیں۔

اب اس سے معلوم ہُوا کہ شبِ معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ نمازیں اور سورہ بقرہ کی آخری آیات عطا ہوئیں۔ اسی حدیث کے ماتحت حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ الباری مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں تحریر فرماتے ہیں:

یشکل ھذا یکون سورۃ البقرۃ مدنیۃ وقصۃ المعراج بالاتفاق مکیۃ۔

یعنی معراج شریف میں خواتیم سورۃ بقرہ دیے جانے پر یہ اشکال آتا ہے کہ سورۃ بقر مدنی ہے مدینہ میں نازل ہوئی اور قصۂ معراج بالاتفاق مکی ہے۔

یعنی سورۂ بقرہ مدنی ہے اور مدینہ میں نازل ہوئی اور اس پر سب کا اتفاق ہے اور قصۂ معراج بالاتفاق مکی ہے کہ معراج شریف مکہ مکرمہ سے ہُوئی۔ تو جب معراج شریف میں خواتیم ... عطا ہو چکی تھی تو پھر سورۂ بقر مدینہ میں کیوں نازل ہُوئی اور اس سے کیا فائدہ۔ یہ اعتراض بھی بعینہٖ مخالفین کی طرح کا ہے تو اس کے جواب میں خود ہی حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری ... تے ہیں:

حاصلہ انہ ماوقع تکرار الوحی فیہ تعظیماً لہٗ واھتماما لشانہ فاوحی اللہ الیہ تلک اللیلۃ بلا واسطۃ جبریل و ھذا یتم ان جمع القرآن نزل بواسطۃ جبریل۔

خلاصہ یہ ہوا کہ اس میں وحی مکرر ہُوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور آپ کی شان کے لائق۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس رات بغیر واسطہ جبریل وحی فرما دی۔ اور تحقیق یہ پُوری کی گئی قرآن میں جمع کرنے کے لیے بواسطہ جبرائیل علیہ السلام کے۔

دیکھا آپ نے کہ خواتیم سورۃ بقرہ دو بار عطا ہوئی پہلی بار بغیر واسطہ جبرائیل علیہ السلام کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت کی خاطر اور دوسری مرتبہ بواسطہ جبرائیل علیہ السلام کے نازل کی گئی۔

اب مخالفین سے پُوچھتا ہوں کہ جب ایک مرتبہ سورۂ بقر عطا ہو چکی ہے پھر دوبارہ اس کے

نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ قبل از نزول تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہو چکا تھا۔

صاحب تفسیر معالم التنزیل سورہ فاتحہ کے متعلق فرماتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے؛

(وفاتحۃ الکتاب) مکیہ وقیل مدنیۃ والاصح انہا مکیۃ ومدنیۃ نزلت بمکۃ حین فرضت الصلوٰۃ ثم نزلت بالمدینۃ۔

سورہ فاتحہ مکی ہے اور کہا گیا ہے کہ مدنی ہے۔ اور صحیح تو یہ ہے کہ یہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی۔ اوّلاً مکہ میں نازل ہوئی اور پھر مدینہ پاک میں اس کا نزول ہوا۔

معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ پہلے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور پھر مدینہ پاک میں اس کا نزول ہوا۔ اب بتائیے کہ پھر سورۃ فاتحہ دوسری بار نازل کرنے کا کیا فائدہ۔

ماہِ رمضان المبارک میں جبرائیل امین علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا قرآن سناتے تھے پھر اس کے نزول کا کیا فائدہ ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نزولِ قرآن سے قبل بھی سارے قرآن کا علم تھا بلکہ قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آسمانی کتابوں کا پورا علم تھا، آئیے ذرا ملاحظہ کیجئے؛

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ كَثِیْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ یَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ[1]

اے اہل کتاب یعنی یہودیو! تمہارے پاس ہمارے وہ رسول آگئے ہیں جو تمہاری بہت سی چھپائی ہوئی کتاب کو ظاہر فرماتے ہیں اور بہت سے درگزر فرماتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اوّل ہی سے قرآن کے عارف تھے اور آپ کو تمام کتب آسمانی کا بھی علم تھا۔ آپ تو ولادت سے قبل نبی صاحب قرآن ہیں۔ مگر قرآنی احکام نزول سے قبل جاری نہ فرمائے جیسا کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اٰتیناہ

---

[1] پ ۶، ع ۷، س المائدہ

الحکم صبیًّا و اٰتانی الکتٰب[1] بچپن ہی سے مالکِ علم و حکمت اور صاحبِ کتاب تھے۔ تو پھر بتائیے جبکہ آپ اوّل ہی سے قرآن کے عالم ہیں تو پھر نزول کا کیا فائدہ۔

اب وہابیہ دیوبندیہ سے استفسار ہے کہ سورۂ فاتحہ دوسری مرتبہ جب مدینہ میں نازل ہوئی تو اُن کے نزول سے کچھ فائدہ ہوا یا نہیں۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

معہذا قرآن عظیم وحی دائم مستمر الٰی یوم القیٰمۃ اس کا ایک ایک لفظ امت مرحومہ کے لیے قراۃً وسماعۃً وکتابۃً وحفظاً ونظراً وفکراً بے شمار برکات کا مثمر اور ائمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا استنباط احکام میں پہلا مرجع و مخرج اور جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم حاصل ہوئے۔ مجتہدین واولیاء وعلماء کو بھی اسی قدر کافی ہونا اور اپنی استعداد کے لائق قرآن عظیم اخذ علوم کے لیے زیادہ کی حاجت نہ پڑنا محض باطل وممنوع۔

علاوہ بدیں یہ اسی تقدیر پر ہے کہ علم تمامی تعلیم کو زمانۂ نزول آیہ سے پہلے منقضی ہو جانے پر دلالت کرے حالانکہ یہ ممنوع ہے۔ خود قرآن پاک میں ارشاد ہوا:

نزلنا علیك الکتٰب تبیاناً لکل شئٍ۔

کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ جس وقت یہ آیت اُتری تمام کتاب نازل ہو چکی تھی۔ اس کے بعد کچھ نہ اُترا۔

اُمید ہے کہ اب ایسے اعتراض جو تعصب وعناد کی بناء پر مخالفین کرتے ہیں۔ وہ آئندہ ایسی جرأت نہ کرسکیں گے۔ لیکن یہ حق ہے کہ ولکن النجدیہ قوم یجھلون۔

نہ رسم مہر سے واقف نہ آئین وفا جانے
بتا اے بے مروّت رہنے والا تُو کہاں کا ہے

جمیع اشیاء متناہی ہیں

غیر متناہی نہیں ہیں

شبہ: مخالفین کہا کرتے ہیں کہ جمیع اشیاء غیر متناہی ہیں۔ پھر حضرت کو غیر متناہی کا

[1] سورۂ مریم آیت ۳۰-۱۴

علم کیونکر ہو سکتا ہے۔

جواب: یہ اعتراض سخت جہالت سے ناشی ہے۔ اس لیے کہ جمیع اشیاء کو غیر متناہی نہ کہیں گے مگر سفہاء۔ اب جواب کی طرف توجہ فرمائیے۔ امام فخرالدین رازی رحمہ اللہ تفسیر کبیر میں آیت احاط[1] بما لدیھم واحصی کل شئ کے ماتحت فرماتے ہیں:

قلنا لا شك ان احصاء العدد	اس میں شک نہیں کہ عدد سے شمار
انما یکون فی المتناھی فاما	کرنا متناہی چیز میں ہو سکتا ہے لیکن
لفظ کل شئ فانھا لا تدل	لفظ شئی اس شے کے غیر متناہی ہونے پر دلالت
علی کونه غیر متناه لان الشئ	نہیں کرتا۔ کیونکہ ہمارے نزدیک شئے
عندنا ھو الموجودات والموجودات	موجودات ہی ہیں اور موجود چیزیں
متناھیة فی العدد۔	متناہی میں شمار ہیں۔

اس عبارت سے صاف واضح ہو گیا کہ موجودات متناہی ہیں پھر خواہ مخواہ اپنی طرف سے بے وجہ علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کے لیے موجودات کو غیر متناہی کہنا کونسی عقلمندی ہے، ہوش کیجئے۔

ساقی کا احترام بھی لازم ہے اے صبا!
ہر ہر قدم پہ لغزش بے جا نہ کیجئے

علم غیب حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ نے اپنے جلیل القدر نبی حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدسہ کو جو علوم عطا فرمائے ہیں ان کے متعلق قرآن حکیم شاہد ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ملاحظہ فرمائیے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا[2]	اور آدم (علیہ السلام) کو تمام اشیاء کے نام سکھا دیے۔

---

[1] سورۃ جن، آیت ۲۸

[2] پ ۱، ع ۳، س البقرۃ

اس آیہ شریفہ میں غور فرمائیے کہ الاسماء جمع معرف باللام ہے۔ جب اِس سے پہلے معہود کا ذکر موجود نہیں یعنی ان اشیاء کا ذکر موجود نہیں جن کی طرف الف لام سے اشارہ ہو تو قاعدہ علم نحو اور اصول و معانی کے مطابق یہ جمع استغراق پر دلالت کرے گی۔ اور لفظ کلّھا سے تاکید احتمال تخصیص کی نفی کر دے گی۔ یعنی لفظ اسماء میں تخصیص کا احتمال تھا کہ چند خاص اشیا کے نام بتلائے ہوں گے لیکن رب قدیر عزّ و جلّ نے کلّھا سے تاکید فرما دی کہ بعض خاص اشیا نہیں بلکہ سب اشیا کے نام بتلا دیے گئے۔ لہٰذا اس احتمال کی نفی ہو جانے کے بعد آیت شریف معنیٰ استغراق میں نص محکم ہو گی کہ اللہ تعالیٰ نے سب اشیا کے نام سکھلا دیے کوئی ایک چیز بھی باقی نہ رہی۔

دقیقہ اور اسماء کا استغراق مستلزم ہے۔ مسمیات کے استغراق کو، ورنہ خلف لازم آئے گا علیٰ ما تقرر فی علم البرہان۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جن چیزوں کے نام بتلائے تھے وہ سب چیزیں بھی بتلا دیں بلکہ دکھلا دیں۔ جیسا کہ عرضھم علی الملٰئکۃ سے واضح ہوا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے سامنے وہ چیزیں پیش فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ ان چیزوں کے نام بتلاؤ۔ یہ سب اختراعات نہیں ہیں بلکہ اس پر متقدمین کے نقول ملاحظہ فرمائیے۔

مفسرین کرام میں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما و عکرمہ و قتادہ و مجاہد و ابن جبیر فرماتے ہیں:

وَعَلَّمَهٗ اِسْمَ كُلِّ شَیْءٍ۔

یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو سب اشیاء کے نام تعلیم فرما دیے گئے۔

تفسیر جلالین میں اسی آیت کے ماتحت یوں درج ہے:

فاخبرھم باسمائھم فسمّی اٰدمُ کلّ شیءٍ وَذَکَرَ حکمۃ الّتی لاجلھا خلق۔	یعنی حضرت آدم علیہ السلام نے ہر چیز کا نام بھی بتلا دیا اور اس کی تخلیق اور پیدائش کی حکمت بھی بتلا دی کہ یہ چیز اس فائدہ کے لیے پیدا فرمائی گئی ہے۔

اس آیت کی تفسیر سے یہ بھی معلوم ہُوا کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام اور ان کی تخلیق اور پیدائش کی حکمت کا بھی علم ہے کہ یہ چیز کیوں اور کس فائدہ کے لیے پیدا فرمائی گئی ہے۔

صاحبِ تفسیر مدارک التنزیل اس آیت کے تحت یوں فرماتے ہیں:

ومعنیٰ تعلیمه اسمآء المسمیات انهٗ تعالیٰ اراہ الاجناس التی خلقها وعلمه ان هٰذا اسمه فرس وهذا اسمه بعیر وهذا اسمه کذا وعن ابن عباس علمه اسم کل شیٔ حتی القصعه والمعرفة۔[1]

حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام بتانے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ تمام جنسیں بتا دیں جن کو پیدا کیا ہے اور اُن کو بتا دیا کہ اس کا نام گھوڑا ہے، اس کا نام اونٹ اور اس کا نام فلاں ہے حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ان کو ہر چیز کے نام سکھا دیے یہاں تک کہ پیالی اور چُلّو کے بھی۔

امام فخر الدین رازیؒ صاحبِ تفسیر کبیر اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

قوله ای علمه صفات الاشیاء و نعوتها وهو المشهود ان المراد اسماء کل شیٔ من خلق من اجناس الحدثات من جمیع اللغات المختلفة التی یتکلم بها ولا اٰدم الیوم من العربیة والفارسیة والرومیة وغیرها۔[2]

حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیأ کے اوصاف اور حالات سکھا دیے اور یہ مشہور ہے کہ مراد مخلوق میں سے ہر حادث کی جنس کے سارے نام ہیں جو مختلف زبانوں میں ہوں گے۔ جن کو اولادِ آدم علیہ السلام آج تک بول رہی ہے عربی، فارسی اور رومی وغیرہا۔

---

[1] مدارک ذیل [2] تفسیر کبیر

امام نظام علیہ الرحمۃ تفسیر نیشاپوری میں فرماتے ہیں :

علمہ من جمیع اللغات التی یتکلم بہا ولدہ الیوم من العربیۃ والفارسیۃ والرومیۃ وغیرھا۔	سکھا دی گئیں آدم علیہ السلام کو وہ تمام زبانیں جو آج اولادِ آدم علیہ السلام دنیا میں بولتی ہے عربی ، فارسی اور رومی وغیرہ ۔

ان مذکورہ چند حوالوں کے علاوہ شیخ احمد مالکی جلد اوّل ص ۱۹ و تفسیر جمل ص ۳۹ و ابو سعود حنفی ص ۲۰۶ و تفسیر معالم التنزیل وغیرہا میں بھی یوں درج ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام اشیأ کے نام اور ساری مخلوق کے نام بتا دیے ۔ عقلی ، حسّی وخیالی ووہمی اشیأ بتا دیں اور ان چیزوں کے ذوات وصفات کی معرفت عطا فرما دی اور ان کے نام بتلائے ۔ ان کے بنانے کے اصول اور قوانین اور اُن اشیأ کے کمالات اور استعمال کے طریقے سب سمجھا دیے ۔ اور حضرت آدم علیہ السلام نے ملائکہ مقربین کو ان اشیأ کے مفصل طور پر نام بتلائے اور ہر ایک کے خواص اور احوال بیان فرمائے معاش اور معاد متعلقہ تمام احکام واضح کر دیے ۔ حضرت آدم علیہ السلام کو حیوانات و جمادات کے نام تمام شہروں اور گاؤں کے نام ، پرندوں اور درختوں کے نام ، کھانے پینے کی تمام اشیأ کے نام ، جنت کی تمام نعمتوں کے نام اور تمام مخلوق کے نام غرضیکہ ما کان و ما یکون کے اسمأ کل اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھا دیے ۔

ان مذکورہ دلائل قویہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو کائنات کی ہر شے کے اسمأ کا علم عطا فرمایا ہے ۔ کوئی ایسی شے نہیں جو حضرت آدم علیہ السلام سے مخفی رہی ہو ۔ اب تک عالم میں جتنی اشیأ پیدا ہوئی ہیں یا ایجاد کی گئی ہیں یا قیامت تک جو پیدا ہوں گی یا ایجاد ہوں گی ان سب کا علم حضرت آدم علیہ السلام کو روزِ اوّل سے ہی تھا ۔ اب کیسے کہ یہ غیب کا علم نہیں تو اور کیا ہے ۔

اور لطف یہ کہ یہ علم آدم علیہ السلام ہے نہ کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ۔ حضرت آدم علیہ السلام کے یہ تمام علوم جمع ہو کر بھی رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کے آگے

ایک قطرہ بلکہ جنگل کا ایک ذرہ ہے۔

نکتہ : یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کے اسماء کا علم بغیر فرشتہ کے عطا فرمایا ہے۔ اگر علوم کسی فرشتہ کے ذریعے عطا فرمائے جاتے تو لازم تھا کہ فرشتوں کو علم ہوتا۔ لیکن فرشتوں کو بھی ان علوم کا علم نہ تھا جبھی تو حضرت آدم علیہ السلام نے ملائکہ کو اُن ناموں سے مطلع کیا۔ بلکہ فرشتوں کو بھی حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعہ ان ناموں کا علم ہُوا۔

اب حاصل یہ ہوا کہ جب قادرِ مطلق رب قدیر و جلیل عز اسمہٗ حضرت آدم علیہ السلام کو اتنے وسیع علم بغیر ملک کے عطا فرما سکتا ہے تو کیا وہی قادر رب العزت اپنے حبیب لبیب سرکار سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر ملک کے علوم عطا نہیں فرما سکتا (حالاں کہ یہ ظاہر ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بغیر فرشتہ جبرائیل علیہ السلام کے تمام علوم عطا فرمائے ہیں)

مخالفین کی بے انصافی ہے کہ جب حضور آقا شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام آتا ہے تو جھٹ خدائے بزرگ و برتر کے بھی قادر ہونے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو (معاذ اللہ) مجبور و معذور مان لیتے ہیں اور فرشتہ جبرائیل علیہ السلام کی درمیان میں قید لگا دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بغیر وحی کے کسی امر کا علم ہی نہ تھا۔ استغفر اللہ۔

اب قابلِ غور بات یہ بھی ہے اوّل نائب کان لہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلیفۃ آدم علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ تو جب اوّل خلیفہ نائب کے علوم کی یہ شان ہے تو خود ہی غور فرمالیں کہ جو صرف آدم علیہ السلام ہی نہیں بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مرسلین علیہم السلام کے سردار ہیں اور ساری کائنات کے سردار ہیں ان کے علوم کی حد کون مقرر کر سکتا ہے۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات کی تمام اشیاء اور ساری مخلوق کے ہر ایک ایک کے نام اور عالمین کے ذرہ ذرہ کا بھی علم حاصل ہے۔

علمِ غیب حضرت سیدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبی حضرت سیدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بے شمار

علوم غیبیہ سے مطلع فرمایا ہے۔ جس کے متعلق آیات قرآنی شاہد ہیں جیسا کہ مندرجہ آیت مبارکہ سے ظاہر ہے کہ آپ نے کئی پشتوں اور نسلوں میں جیسے لوگ پیدا ہونے والے تھے ان کے متعلق پہلے ہی سے خبر دے دی۔ ملاحظہ فرمائیے :

وقال نوح رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیاراً انك ان تذرھم یضلوا عبادك ولا یلدوا الا فاجراً کفاراً [1]

اور نوح (علیہ السلام) نے عرض کی : اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔ بیشک اگر تو انھیں رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کے اولاد ہوگی تو وہ نہ ہوگی مگر بدکار بڑی ناشکری۔

آیت شریفہ سے صاف روشن ہے کہ حضرت سیدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ما فی الارحام اور کئی نسلوں اور پشتوں تک کے لوگوں کے حالات کا علم تھا جبھی آپ نے ایسے لوگوں کے متعلق قبل از وقت مطلع فرما دیا کہ لوگوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی اولادیں بدکار اور ناشکری پیدا ہوں گی۔ مقام غور ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو تو ما فی الارحام اور پھر ان پیدا ہونیوالے لوگوں کے اعمال کا علم ہو تو کیا حضور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لوگوں کے حالات کا علم نہیں ہو سکتا۔ ضرور ہے۔ جیسا کہ احادیث شریفہ سے ظاہر ہو چکا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آئندہ پیدا ہونے والے کئی لوگوں کی خبر دی اور تمام حالات سے آپ نے پہلے ہی خبردار فرما دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور فتنۂ نجدیت

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف و مسلم و مشکوٰۃ شریف میں باب المعجزات میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین کا مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ آپ کی خدمت میں قبیلۂ بنو تمیم کا ایک شخص جس کا نام ذو الخویصرہ تھا حاضر ہوا اور عرض کیا :

---

[1] پ ۲۹، ع ۹، س النوح

یارسول اللہ! عدل و انصاف سے کام لیجیے، تو حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس گستاخ کو ان لفظوں میں جواب فرمایا:

فقال ویلك فمن یعدل اذا لم اعدل قد خبت وخسرت ان لم اکن اعدل فقال عمر ائذن لی اضرب عنقه فقال دعه فان له اصحاباً یحقر احدکم صلوٰته مع صلوٰتهم وصیامه مع صیامهم یقرءون القرآن لا یجاوز تراقیهم یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیه[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر میں انصاف نہ کروں گا تو کون کرے گا بے شک تو نا امید اور ٹوٹے میں رہا اگر میں انصاف نہ کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے اس لیے کہ اس شخص کے کچھ لوگ تابعدار ہوں گے اور تم اُن کی نمازوں سے اپنی نمازوں کو، ان کے روزوں سے اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے اور وہ قرآن پڑھیں گے۔ لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے نہ جائے گا اور یہ دین سے اس طرح نکلے ہوں گے جس طرح تیر شکاری کے ہاتھ سے چھوٹ کر شکار میں سے گزر جاتا ہے۔

اس حدیث شریف میں حضور نبی غیب دان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو فرقہ آئندہ پیدا ہونے والا تھا اس کے متعلق پہلے ہی یہ فرما دیا ہے کہ ذوالخویصرہ کے تابعدار وہ لوگ ہوں گے

---

[1] بخاری و مسلم و مشکوٰۃ

جو کہ صوم وصلوٰۃ کے بڑے ہی پابند ہوں گے اور قرآن بہت پڑھیں گے۔ لیکن اُن کا باوجود ان تمام نیک اعمال ہونے کے حالت یہ ہو گی کہ وہ اسلام سے اس طرح خارج ہونگے جیسے شکاری کے ہاتھ سے تیر نکل جاتا ہے۔ چنانچہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر غور فرمائیے اور ادھر مخالفین کی حالت ملاحظہ فرمائیے۔ جن لوگوں کی ظاہری حالت یہ ہے کہ صوم و صلوٰۃ اور قرآن کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں اور وہ بڑی مغروری کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نیک اعمال ہی کی وجہ سے پار ہوں گے ہمیں کسی نبی وولی کے سہارا و وسیلہ کی ضرورت نہیں۔ اور یہ نجدی اصل میں خارجی فرقہ کی ایک شاخ ہیں اور ان لوگوں کا ذوالخویصرہ کی تابعداری کی یہ بھی دلیل ہے کہ جب بھی کسی دیوبندی وہابی کو دیکھو گے تو وہ جتنے اعتراضات و تنقید کریں گے صرف حضور آقاء دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی کریں گے۔ اس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔ اب ان لوگوں کا حلیہ بھی حدیث شریفہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔

علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
اور نجدیوں کی علامات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشکوٰۃ شریف کتاب القصاص باب قتل اہل الردہ میں روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نجدیوں کی علامات یہاں تک بیان فرمادی ہیں:

ثم قال یخرج فی اخر الزمان قوم کان هذا منهم یقرؤن القراٰن لا یجاوز تراقیهم یمرقون من الاسلام کما یمرق السهم من الرمیة سیماهم التحلیق لا یزالون یخرجون حتی یخرج اٰخرهم مع المسیح

پھر آپ نے فرمایا آخری زمانے میں ایک قوم پیدا ہو گی گویا کہ یہ شخص اُس قوم میں سے ہے وہ قرآن پڑھے گی لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ جائے گا۔ وہ اسلام سے اس طرح نکل جائے گی جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ اُن کی علامت سر منڈانا ہو گی۔ یہ قوم ہمیشہ

الدّجال فاذا لقیتموھم شرّ الخلق والخلیقۃ ۔[1] نکلتی رہے گی یہاں تک کہ ان کا آخری شخص مسیح الدجال کے ساتھ خروج کرے گا اگر تم ان کو ملو تو جان لو کہ وہ تمام خلقت سے بدتر ہیں ۔

اس حدیث شریفہ میں بھی غور فرمائیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی قوم کے پیدا ہونے کے متعلق اُن کی ظاہری حالت اور علامت بھی بیان فرما دی ۔ یعنی ذوالخویصرہ کی نسل سے جو لوگ پیدا ہوں گے وہ قرآن بھی بہت پڑھیں گے اور سر بھی منڈائیں گے اور یہ قوم ہمیشہ ہمیشہ نکلتی رہے گی ۔

ادھر فرمانِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھیے اور اس طرف مخالفین کی طرف بھی توجہ فرمائیے کہ وہ نمازوں اور روزوں پر عمل پیرا ہیں اور قرآن کو ماننے کے دعویدار ہیں اور سر منڈانے میں کمال غلو ۔ لیکن حالت یہ کہ وہ خلقت سے بدترین ہیں ۔ یہ اسی لیے کہ وہ نیک اعمال کرنے پر غرور و گھمنڈ کرتے ہیں اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم و انبیاء کرام علیھم السلام کی بے ادبی و گستاخی کرنا عین ایمان سمجھتے ہیں ۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے فتنہ کے ساتھ ہی نجدی گروہ کے فتنہ کو خطرناک قرار دیا ہے ۔ حدیث شریفہ میں یہ بھی آتا ہے کہ جس خارجی نے آپ کی شانِ اقدس میں یہ گستاخی کی تھی (انصاف کیجئے) اُس کا حلیہ یہ تھا :

رجل کث اللحیۃ مشرف الوجنتین غائر العینین ناتی الجبین محلوق الرأس مشمر الازار ۔[1] کہ اس شخص کی داڑھی گھنی تھی ۔ اونچے اونچے رخسار ، گھسی ہوئی آنکھیں ، ابھری ہوئی پیشانی ، منڈا ہوا سر اور اونچا تہبند ۔

یہ نجدیوں کا صحیح نقشہ ہے جو آئینہ کی طرح صاف نظر آ رہا ہے ۔ یہ جتنی باتیں علامات نجدیہ حدیث سے ثابت ہیں ۔ میرے خیال میں کوئی نجدی اس سے خالی نہیں ہے ۔ وہ علیحدہ

---

[1] مسلم شریف و مشکوٰۃ شریف

بات ہے کہ اپنی حقیقت چھپانے کے لیے یہ خود حلیہ تبدیل کر لیں۔ آج کل کے نجدیوں کو دیکھ کر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ وہ سب کے سب سر نہیں منڈاتے حالانکہ حدیث شریف میں یہ علامت بتائی گئی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عبدالوہاب نجدی جب اپنے گروہ میں کسی کو داخل کرتا تھا تو اسے سر منڈائے بغیر اپنے باطل گروہ میں شامل نہیں کرتا تھا۔ یہی خاص علامت حدیث میں ہے۔ گو اب ان لوگوں نے اپنے آپ کو چھپانے کے لیے یہ کام ترک کر دیا ہے لیکن یہ اس کو اپنا امام مانتے ہیں اس لیے وہی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث بخاری شریف جزُ الرابع میں مروی ہے اور مشکوٰۃ شریف باب ذکر یمن والشام میں یوں درج ہے:

قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھمّ بارِك لَنَا فِی شَامِنَا اللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِی یَمَنِنَا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فِی نَجْدِنَا قَالَ اللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِی شَامِنَا اللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِی یَمَنِنَا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَفِی نَجْدِنَا فَاظُنُّہٗ قَالَ فِی الثَّالِثَۃِ ھُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِھَا یَطْلَعُ قَرْنُ الشَّیْطٰنِ [1]	نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام میں برکت عطا فرما، اور یمن میں برکت دے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے نجد میں؟ آپ نے فرمایا اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے ملک شام اور یمن میں برکت دے۔ صحابہ نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! اور ہمارے نجد میں۔ راوی کا بیان ہے کہ تیسری مرتبہ صحابہ کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

اس حدیث شریفہ اور احادیث میں غور فرمائیے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] رواہ البخاری والمشکوٰۃ ص ۵۸۲ سطر ۱۰

ملک شام اور ملک یمن کے لیے برکت کی دُعا فرما رہے ہیں۔ مگر نجد کے ازلی محروم خطّہ کے لیے دُعا نہیں فرماتے تو اس کی وجہ حضور آقاءِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان نے خود ہی فرمادی کہ نجد میں تو فتنے اور زلزلے ہوں گے اور شیطان کا سینگ نکلے گا۔

پہلی بات تو یہ ثابت ہوئی کہ جو لوگ آئندہ پیدا ہونے والے تھے ان سب کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم تھا جبھی آپ نے پہلے ہی سے اس گروہ کے پیدا ہونے کی خبر فرمادی ہے چنانچہ اسی فرمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق بارھویں صدی میں نجد سے محمد بن عبدالوہاب پیدا ہوا جس کے متعلق حضرت علامہ محمد بن عابدین شامی علیہ الرحمۃ "شامی" میں فرماتے ہیں:

كَمَا وَقَعَ فِي زَمَانِنَا فِي اِتْبَاعِ عبدالوهاب الذين خرجوا من نجدٍ وتغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتى كسر الله شوكتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عساكر المسلمين عام ثلث وثلثين ومأتين الف [1]

جیسا ہمارے زمانے میں عبدالوہاب کے ماننے والوں کا واقعہ ہوا۔ یہ لوگ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر قابض ہوئے اور اپنے آپ کو حنبلی مذہب ظاہر کرتے تھے۔ لیکن دراصل اُن کا یہ اعتقاد تھا کہ مسلمان صرف وہی ہیں باقی سب مشرک ہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے اہل سنّت اور ان علماء کا قتل مباح سمجھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑی اور ان کے شہر ویران کیے اور اسلامی لشکروں کو ان پر فتح دی۔ یہ واقعہ ۱۲۳۳ھ کا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شامی علیہ الرحمۃ کی عبارت مذکورہ اور کتب تاریخ اور خود مخالفین کے مستند مورخ مسعود عالم ندوی کی کتاب محمد بن عبدالوہاب نجدی سے یہ بات صاف روشن ہے۔

---

[1] شامی جزء الثالث ص ۳۱۹

کہ عبدالوہاب نجدی نے اور اس کے معتقدین نے تمام مسلمانانِ اہل سنّت کو مشرک و کافر ہی جانا اور مسلمانانِ اہلسنّت شمعِ رسالت کے پروانوں کو قتل بھی کیا (یہ بات حدیث سے بھی ثابت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں؛

لیقتلون اھل الاسلام ویدعون اھل الاوثان[1] — یعنی وہ (نجدی) لوگ مسلمانوں کو قتل بھی کریں گے اور بُت پرستوں کو کچھ نہ کہیں گے۔)

اور حرمین شریفین پر بڑے بڑے ظلم وستم کیے۔ صحابۂ کبار رضوان اللہ تعالیٰ و اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کے مزاراتِ مقدسہ کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا اور مسجد نبوی شریف و مزارات پاکیزہ میں جو فانوس، قالین، چادریں اور متبرک اشیاء تھیں ان سب کو اتار کر نجد میں لے گئے۔ یہاں تک کہ وہ گنبدِ خضریٰ جہاں آقائے دوجہاں حبیبِ خدا احمدِ مجتبیٰ جناب سیدنا محمد رسول اللہ صلوٰۃ اللہ وسلامہٗ آرام فرما ہیں اور یہ وہ گنبدِ خضریٰ ہے جہاں پر ہر روز صبح وشام ستر ہزار ملائکہ مقربین حاضر ہو کر ہدیۂ درود وسلام پیش کرتے ہیں۔ ان نجدیوں نے یہاں پر بھی گنبد شریف کو ڈھانے کی کوشش باقی نہ چھوڑی (معاذ اللہ) یہ بات مخالفین کے مورخ مسعود عالم ندوی کی کتاب محمد بن عبدالوہاب سے بھی ثابت ہے۔

جو خارجی نجدی گستاخ رسول اِس بُری نیّت کے ساتھ گنبدِ خضریٰ کے قریب آنے لگا قدرتِ خداوندی نے ایک اژدہا بھیج کر اس کو وہیں ہلاک کر دیا۔ غرضیکہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم وانبیاء کرام علیہم السلام و اہل بیت اطہار کی شان وعظمت میں گستاخیاں کرنا ان نجدی، دیوبندی خارجیوں کا عین ایمان ہے۔

۵

قیامت خیز ہے افسانۂ پُر دردِ غم میرا
نہ کھلواؤ زبان میری نہ اٹھواؤ قلم میرا

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۵

قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ مجھے اس وقت اس طویل بحث میں جانے کے لیے کتاب کے طویل ہونے کا خوف ہے اس لیے آپ حضرات ہمارے علمائے اہلسنت بریلوی کی کتابوں مثلاً سیف الجبار، بوارق محمدیہ، الدرر السنیہ، دیوبندی مذہب اور تاریخی حقائق وغیرہا کا مطالعہ کریں!

لیکن یہاں صرف اتنا لکھ دینا ضروری ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے جو عقائد تھے، وہی اس کے معتقدین کے ہیں۔ عبدالوہاب نجدی کی پہلی کتاب جس کا نام کتاب التوحید ہے اس کا اردو ترجمہ دہلی کے ایک مولوی اسمٰعیل نے کیا اور اس کا نام تقویۃ الایمان رکھا اور ہندوستان میں اس کی اشاعت کی۔ اس شخص کو اس کفریہ کتاب کے لکھنے کی وجہ سے سرحدی مسلمان پٹھانوں نے قتل کر دیا تھا۔ (یہ بات بھی مخالفین کی کتاب حیاتِ طیبہ سے ثابت ہے) اب عبدالوہاب نجدی اور پیرزادہ اسمٰعیل دہلوی ان کے معتقدین کے دو گروہ بن گئے ہیں اوّل وہ جنہوں نے اماموں کی تقلید کا انکار کیا جو غیر مقلد یا وہابی کہلاتے ہیں۔ دوسرے وہ جنھوں نے دیکھا اس طرح اپنے کو ظاہر کرنے سے مسلمان ہم سے نفرت کریں گے انہوں نے ظاہراً اپنے آپ کو حنفی کہا۔ ان کے عقاید وہابیوں سے بھی زیادہ بدترین ہیں اور سخت خطرناک لوگ وہ ہیں جو اس وقت دیوبندی فرقہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان منافق قسم کے وہابیوں کا دعویٰ حنفیت ایسا ہے جیسا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا دعویٰ حنبلیت۔ تو بہر کیف دیوبندی وہابی فرقہ کے قائد عظیم عبدالوہاب نجدی باغی اور اسمٰعیل دہلوی مرشد عظیم ہے۔ جو عقاید ان کے وہی ان لوگوں کے ہیں صرف اعمال میں معمولی سا ظاہری اختلاف ہے لیکن عقائد میں مکمل اتفاق ہے۔

اب ذرا چلتے چلتے دیوبندیوں کے مفتیِ اعظم مولوی رشید احمد گنگوہی کی کتاب فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۲۳۵ سطر ۱۱ کا ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیے تاکہ مخالفین کی مزید تسلی ہو جائے کہ یہ بات کسی بریلوی کے گھر کی تو ہے نہیں یہ تو ان کے اپنے ہی گھر کی ہے۔

"محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقاید عُمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی......"[1]

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۳۵ سطر ۱۱

دُوسرا حوالہ فتاویٰ رشیدیہ کا ملاحظہ فرمائیے:

"محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا۔ سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا بدعت و شرک سے روکتا تھا مگر تشدید اس کے مزاج میں تھی۔"[1]

یہ ہے دیوبندیوں کا عقیدہ کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقاید عمدہ تھے وُہ اچھا آدمی تھا، عامل بالحدیث تھا، بدعت و شرک سے روکتا تھا اور اس کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ جو عقاید قائدِ نجدیہ عبدالوہاب کے تھے وہی دیوبندیوں کے ہیں اور یہی لوگ وہابی ہیں۔

مزید وضاحت کے لیے دیوبندیوں کے حکیم الاُمت مولوی اشرف علی تھانوی کا حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔ دیوبندیوں کے مولوی خواجہ عزیز الحسن جو مولوی اشرف علی تھانوی کے خلیفہ اوّل ہیں وہ اپنی کتاب اشرف السوانح حصہ اوّل صفحہ ۸۰ سطر ۱۵ پر یہ بات لکھتے ہیں:

"پھر حضرت والا (یعنی اشرف علی تھانوی) نے ان لوگوں کو سمجھا دیا کہ بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لیے مت لایا کرو۔"[2]

دیکھا آپ نے مولوی اشرف علی تھانوی ڈنکے کی چوٹ یہ کہہ رہے ہیں کہ بھائی ہم وہابی ہیں یہاں پہ فاتحہ نیاز مت لایا کرو۔

اب میں دیوبندیوں سے پُوچھتا ہوں کیا تم لوگ وہابی اور عبدالوہاب نجدی کے پیروکار ہونے کے قائل ہو یا کہ نہیں۔ اگر نہیں تو گنگوہی اور تھانوی پر تمہارا کیا فتویٰ ہے۔ کیونکہ حسین احمد ٹانڈوی نے الشہاب الثاقب اور المہند میں علمائے دیوبند نے اپنی حقیقت چھپانے کے لیے عبدالوہاب نجدی کو خونخوار باغی تک لکھا ہے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک طرف تو گنگوہی صاحب عبدالوہاب نجدی کو عامل بالحدیث مانیں اور دُوسری طرف ٹانڈوی صاحب اس کو باغی اور خونخوار مانیں۔

اور ایک طرف تھانوی صاحب اپنے اور تمام معتقدین کو وہابی مانیں اور دوسری

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۳۷ سطر ۱۱
[2] اشرف السوانح ص ۸۰ سطر ۱

طرف دیوبندی وہابی کے لفظ سے چڑیں۔

بہرکیف ہم دلائلِ قویہ سے یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ جو عقائد ان دیوبندیوں اور نجدیوں کے ہیں وہی عقاید عبدالوہاب نجدی کے تھے اور یہی اصل میں خارجی ہیں۔ تو بہرکیف ثابت یہ ہوا کہ جو قومیں آئندہ پیدا ہونے والی تھیں اُن کے اعمال و کردار کا حضور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے۔ جبھی آپ نے ایسے لوگوں کی پہلے سے خبریں دے دیں۔ آئیے ذرا اور احادیث ملاحظہ فرمائیے۔

علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور فتنہ پرور اشخاص

حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث ابوداؤد شریف میں روایت ہے:

واللہ ما ترک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من قائد فتنۃ الیٰ ان تنقضی الدّنیا یبلغ من معہٗ ثلٰثۃ مائۃ فصاعداً الّا قد سمّاہ لنا باسمہٖ واسم قبیلتہٖ[1]

خدا کی قسم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایسے شخص کا ذکر نہیں چھوڑا جو آج سے قیامت کے دن تک فتنہ کا باعث ہو گا یعنی اس فتنہ برپا کرنے والے شخص کا جس کے ساتھیوں کی تعداد تین سو یا تین سو سے زیادہ ہو یہاں تک کہ ہم کو اس کے باپ اور قبیلہ تک کا نام بتا دیا۔

اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ حضور نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک جو لوگ فتنہ برپا کرنے والے ہیں اُن کے اسماء اور باپ دادا کے اسماء اور خاندان تک کو بھی جانتے ہیں اور آپ کو ما فی الارحام اور لوگوں کے اعمال تک کا بھی علم ہے۔

---

[1] ابوداؤد شریف

علمِ غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور حالات مدینہ منوّرہ

حضرت ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے کہ ایک روز حمار پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ جب ہم مدینہ کے گھروں سے آگے نکل گئے تو آپ نے مجھ سے یُوں فرمایا:

اذا کان بالمدینۃ جوع تقوم
عن فراشك ولا تبلغ مسجدك
حتّٰی بجهدك الجوع قالت
قلت اللّٰہ ورسولہ اعلم قال
تعفّف یا اباذر قال کیف یا اباذرٍ
اذا کان بالمدینۃ موت
یبلغ البیت العبد حتّٰی انّہٗ
یباع القبر بالعبد قال قلت
اللّٰہ ورسولہٗ اعلم قال تصبر
یا ابا ذر قال کیف بك یا
اباذر اذا کان بالمدینۃ
قتل تغمر الدِّماء احجار
الزَّیت قال قلت اللّٰہ ورسولہٗ
اعلم [1]

ابا ذر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا تیرا کیا حال ہوگا جبکہ مدینہ میں
بھوک یعنی قحط ہوگا تو اس وقت لبستر
سے نہ اُٹھ سکے گا اور اپنی مسجد تک
ضُعف کے سبب مشکل سے پہنچ سکے گا
میں نے عرض کیا اللہ و رسول جانتے ہیں
آپ نے فرمایا اس وقت پرہیزگاری
اختیار کر۔ پھر آپ نے فرمایا: اے
ابا ذر! تیرا کیا حال ہوگا جبکہ مدینہ میں
موت کا بازار گرم ہوگا اور قبر کی
قیمت غلام کی قیمت کے برابر ہو جائیگی
میں نے عرض کیا اللہ و رسول جانتے ہیں
آپ نے فرمایا اس وقت صبر کرنا
پھر آپ نے فرمایا اس وقت تیرا کیا
حال ہوگا۔ جب مدینہ میں قتل کا بازار
گرم ہوگا جس کا خون مقام احجار الزیت

---

[1] مشکوٰۃ شریف

کو ڈھانپ لے گا یعنی خون سے مقام
مذکور بھر جائے گا۔ میں نے عرض کیا:
اللہ و رسول جانتے ہیں۔

حدیث بالا سے یہ صاف واضح ہے کہ حضور سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ پاک میں قحط کے برپا ہونے اور موت کا بازار گرم ہو جانے اور قتل وغارت کے عام ہونے اور کثرت اموات کی وجہ سے قبروں کی قیمت غلام سے بڑھ جانے کا علم تھا جبھی آپ نے ان سب حالات کے متعلق پہلے ہی سے خبر فرمادی جو کہ آئندہ پیش آنے والے تھے۔ نیز صحابی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ اللہ و رسولہ اعلم (اللہ اور اس کا رسول جانتے ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا حضور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب پر ایمان تھا۔ مزید تسلی کے لیے اور احادیث شریفہ ملاحظہ فرمائیے۔

علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
اور حالاتِ عرب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ابنِ ماجہ شریف میں مروی ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستکون فتنۃ تستنظف العرب قتلھا فی النار اللسان فیھا اشد من وقع السیف وحدیث الثانی قال ویلٌ للعرب من شرٍ قد اقترب افلح من کف یدہٗ۔	فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قریب ہے ایک بڑا فتنہ سارے عرب کو گھیر لے گا کہ مقتول دوزخ میں جائیں گے۔ اس فتنہ میں زبان درازی کا فتنہ تلوار مارنے سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔ دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا: بدنصیبی عرب کی کہ فتنہ قریب ہے پس فتنہ میں وہ شخص کامیاب ہوگا جس نے اپنا ہاتھ روک لیا۔

دوسری حدیث شریف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں مروی ہے:

لا تقوم الساعة حتی یکثر المال ویفیض حتی یخرج الرجل زکوٰة ماله فلا یجد واحداً یقبلها منه حتی تعود ارض العرب مروجاً وانهاراً وفی روایةٍ یبلغ المساکنُ اهاب او یهاب۔

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک مال و دولت اتنا زیادہ نہ بڑھ جائے یہاں تک کہ لوگ اپنے مال کی زکوٰۃ نکالیں گے اور کوئی اس کو قبول نہ کریگا اور جب تک عرب کی سرزمین سبز و شاداب باغ و بہار اور نہر والی نہ بن جائے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب تک عمارتیں اور آبادی اہاب یا یہاب تک نہ پہنچ جائے۔ (یہ مدینہ کے قریب ایک بستی کا نام ہے)

مذکورہ دونوں احادیث میں غور فرمائیے کہ عرب کا ایک فتنہ عظیم میں مبتلا ہونے اور مقتول کے دوزخی ہونے اور زبان درازی کے عام ہونے اور مال و دولت کی زیادتی ہو جانے اور عرب میں سبز و شاداب، باغ و بہار اور عمارتوں کے وسیع ہو جانے ان تمام امور کا حضور رحمت دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ہے۔ جس کے متعلق آپ نے پہلے ہی سے پیشنگوئیاں فرما دی ہیں نیز یہ بات بھی معلوم ہوئی اس فتنہ میں مقتولین کے دوزخی ہونے کے متعلق بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے۔ آئیے ذرا اس سلسلہ میں ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

علمِ غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک دوزخی شخص

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں ایک حدیث یُوں درج ہے:

قال شهدنا مع رسول الله صلی

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ہم غزوۂ حنین

الله علیه وسلم حنیناً فقال
رسول الله صلی الله علیه
وسلم لرجل ممن معه یدعی
الاسلام هذا من اهل النار
فلما حضر القتال قاتل الرجل
من اشد القتال وکثرت
به الجراح فجاء رجل فقال
یا رسول الله ارأیت الذی
تحدث انّه من اهل النار
قد قاتل فی سبیل الله من اشد
القتال فکثرت به الجراح فقال
اما انه من اهل النار۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
شریک ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص کی
نسبت جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا۔ یہ
فرمایا کہ وہ شخص دوزخی ہے۔ پھر جب
لڑائی کا وقت آیا تو یہ شخص خوب لڑا۔
اور بہت سے زخم اس کے جسم پر آئے
ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر
ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ کہ آپ نے
جس شخص کی نسبت فرمایا تھا کہ وہ تو
دوزخی ہے۔ وہ تو خدا کی راہ میں خوب
لڑا اور بہت سے زخم اس نے کھائے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یاد
رکھو وہ دوزخیوں میں سے ہے۔

مذکورہ حدیث شریفہ سے پہلے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا اور مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو کر جنگ میں شامل ہونے کے لیے جا رہا تھا آپ نے اس کے دوزخی ہونے کے متعلق پہلے ہی فرما دیا تھا۔ اب جب وہ شخص فی سبیل اللہ خوب لڑا اور زخم کھائے تو ایک صحابی نے عرض کی، اے آقا! جس کے متعلق آپ نے دوزخی ہونے کی بشارت دی وہ راہِ خدا میں خوب جہاد کر رہا ہے اور زخم کھا رہا ہے کیا ایسا شخص بھی دوزخی ہوگا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ من اہل النار۔ وہ دوزخیوں میں سے ہے۔

چنانچہ مخبر صادق عالم ماکان و مایکون صلی اللہ علیہ وسلم کی لسان پاک سے نکلا ہوا جملہ چند لمحوں بعد حقیقت بن کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سامنے آ جاتا ہے۔ الفاظِ حدیث

ملاحظہ فرمائیے:

وجد الرجل الم الجراح فاھوٰی بیدہٖ الی کنانتہ فانتزع سہماً فانتحر بہا فاشتد رجال من المسلمین الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقالوا یا رسول اللہ صدق اللہ حدیثک قد انتحر فلان و قتل نفسہ [1]

پس پایا اسی شخص کو اس نے زخموں کی تکلیف سے بے چین ہو کر اپنے ہاتھ کو اپنے ترکش کی طرف بڑھایا اور ایک تیر نکال کر اس کو سینہ میں پیوست کر لیا۔ یعنی خودکشی کر لی۔ یہ دیکھ کر بہت سے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑ پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ! خدا تعالیٰ نے آپ کی بات کو سچا کر دیا فلاں شخص نے خودکشی کر لی اور اپنے آپ کو مار ڈالا۔

دیکھا آپ نے کہ جس شخص کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخی ہونا فرمایا تھا اس کے دوزخی ہونے کا ثبوت منظرِ عام پر آگیا کہ وہ شخص مسلمان ہو کر زخموں کی تاب نہ لا سکنے کے بعد آخر خود ہی خودکشی کا مرتکب ہو گیا۔

اِس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس کے خودکشی کر لینے کا علم تھا اور دُوسری بات یہ ثابت ہُوئی کہ جو باتیں عالموں سے مخفی ہوں وہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی نہیں۔

اسی طریق کی ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

علم غیبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
ایک مرتد کاتبِ وحی کو زمین کا قبول نہ کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں حدیث روایت ہے:

---

[1] بخاری و مشکوٰۃ

قال ان رجلا کان یکتب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فارتد عن الاسلام ولحق بالمشرکین فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الارض لا تقبلہ فاخبرنی ابوطلحۃ انہ اتی الارض التی مات فیھا فوجد منبوذًا فقال ما شانُ ھذا فقالوا دفناہ مرارًا فلم تقبلہ الارض[1]

حضرت انس کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھا کرتا تھا (جو ایک نصرانی تھا مسلمان ہو گیا تھا) پھر وہ مُرتد ہو گیا اور مشرکوں سے جا ملا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی نسبت فرمایا کہ زمین اس کو قبول نہ کرے گی۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ مجھ کو حضرت طلحہؓ نے کہا کہ میں اس زمین پر پہنچا جہاں وہ شخص مرا تھا میں نے دیکھا کہ وُہ قبر سے باہر پڑا ہوا ہے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا اس کی یہ کیا حالت ہے قبر سے کیوں باہر پڑا ہے۔ لوگوں نے بیان کیا ہم نے اس کو کئی دفعہ زمین میں دفن کیا لیکن زمین نے اس کو قبول نہ کیا

اِس حدیث شریفہ سے یہ معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے مُرتد شخص کا یہ علم تھا کہ اس کو زمین کبھی قبول نہ کرے گی جس کے متعلق آپ نے پہلے ہی خبر فرما دی۔

علمِ غیب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت محمد بن مسلمہؓ کا فتنہ سے محفوظ رہنا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ابو داؤد و ترمذی شریف میں یہ حدیث یوں درج ہے:

قال ما احد من الناس تدرکہ

حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ جب لوگوں کو فتنہ

---

[1] بخاری شریف

الفتنة الا انا اخافها الا محمد
بن مسلمة فانی سمعت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یقول لا تضرك الفتنة [1]

گھیرے گا تو کوئی شخص اس کے اثر سے محفوظ نہ رہے گا مگر محمد بن مسلمہ کو ان کی نسبت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تجھ کو فتنہ ضرر نہ پہنچائے گا۔

اس حدیث شریفہ سے یہ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علم ہے کہ فتنہ کے وقت کوئی اس کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکے گا۔ مگر صحابی حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس فتنہ کے ضرر سے محفوظ رہیں گے اس لیے آپ نے پہلے ہی اس کی خبر فرما دی۔

علمِ غیبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور حالاتِ اُمّت

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ و ترمذی شریف میں روایت ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اذا وضع السیف فی امتی
لم ترفع عنہا الی یوم القیمۃ
ولا تقوم الساعۃ حتی تلحق
قبائل من اُمتی بالمشرکین
حتی تعبد قبائل من اُمتی
الاوثان وانہ سیکون فی اُمتی
کذابون ثلثون کلہم یزعم
انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین
لا نبی بعدی ولا تزال طائفۃ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری اُمّت میں جب تلوار چل جائے گی تو قیامت تک اس کا سلسلہ جاری رہے گا اور اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک میری اُمّت کے بعض قبائل مشرکین سے نہ جا ملیں اور میری اُمت کے بعض قبائل بُتوں کی پرستش نہ کرنے لگ جائیں اور میری اُمت میں تیس ۳۰ جھوٹے نبی ظاہر ہوں گے۔ ان میں ہر شخص یہ خیال کرتا ہوگا کہ یہ اللہ کا نبی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ

[1] ابوداؤد شریف

من اُمتی علی الحق ظاہرین من خالفہم حتی یاتی امر اللہ۔[1]	میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا اور میری امت میں سے ہمیشہ ایک جماعت حق پر رہے گی اور دشمنوں پر غالب ہو گی جو لوگ اس جماعت کی مخالفت کریں گے وہ اس کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ خدا کا حکم نہ آجائے کہ اسلام سب پر غالب آجائے۔

اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ اُمت میں ایک بار تلوار کا چل جانا اور قیامت تک ختم نہ ہونا اور اُمت میں بعض قبائل کا مشرکوں سے ملنا اور بتوں کی پرستش کرنا۔ اور تیس جھوٹے لوگوں کا جھوٹا دعویٰ نبوت کرنا اور امت میں ایک جماعت کا ہمیشہ حق پر رہنا اور دشمنوں پر غالب آنا اور لوگوں کا اس جماعت حق کی مخالفت کرنا اور پھر اس جماعت حق کا اُن سے کچھ نقصان نہ ہونا۔ ان سب باتوں کا حضور نبی غیب داں صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے جس کے متعلق آپ نے پہلے ہی خبریں دے دیں۔ جس جماعت کے حق پر ہونے کے متعلق آپ نے فرمایا ہے یہ جماعت اہلسنت ہی ہے۔ آئیے ذرا یہ بھی بزبانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمائیے۔

علمِ غیبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

باطل فرقوں کی پیداوار اور سوادِ اعظم کی صداقت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ترمذی شریف اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ شریف میں مروی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفس محمدٍ بیدہٖ لتفترقن اُمتی علیٰ ثلٰثٍ وسبعین	اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میری اُمت تہتر ۷۳ فرقوں میں

---

[1] ترمذی شریف

فرقة فواحدةً فی الجنة و	منقسم ہوگی ایک جنتی اور بہتر دوزخی -
ثنتان وسبعون فی النار قیل	عرض کیا گیا: یارسول اللہ! جنتی کون ہیں -
یارسول اللہ من هم قال	فرمایا: اکثریت -
الجماعة لے	

اس حدیث بالا سے یہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم ہے کہ میری اُمت تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی جن میں سے صرف ایک جماعت جنتی اور باقی بہتر کے بہتر جہنمی ہیں یعنی کہ آپ کو ہر ایک کے جنتی و دوزخی ہونے کا علم ہے - اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اکثریت والی جماعت جنتی ہے -

اب میں ناظرین کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ بالانصاف ہو کر مسلمانوں میں یہ دیکھ لیں کہ ساری دنیا میں کون سا فرقہ اقلیت میں ہے اور کون سی جماعت اکثریت میں ہے -

بحمداللہ تعالیٰ آپ کو ساری دنیا میں صرف ایک ہی فرقہ میں اکثریت نظر آئے گی وہ ہم ہی اہلسنّت وجماعت ہیں - جب ہماری اکثریت ثابت ہے تو فرمانِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اہلسنّت احناف بریلوی جنتی ہوئے یہ ہمارا دعویٰ بلا دلیل نہیں - بلکہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے - پس معلوم ہوا کہ ہمارے مذہب کی حقانیت وصداقت آفتاب کی طرح دنیائے عالم میں روشن ہے - دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ پہلی اُمتوں میں قلیل من عبادی الشکور کا اصول تھا لیکن اُمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کرنے والے کئی اقسام ہیں جن کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر یا تہتر فرقوں میں محدود فرمایا اور آپ نے ان فرقوں میں ایک مذہب حقہ کا چناؤ فرمایا کہ میری اُمت کے مدعیوں سے جو اقلیت جماعت ہوگی وہ باطل پر ہوگی، جو اکثریت پر مشتمل ہوگی وہ حق پر ہوگی -

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ دنیائے عالم کے کسی فرقہ میں کوئی خدا کا ولی نہیں اور نہ ہو سکتا ہے اگر اولیاء اللہ کاملین ہیں تو وہ صرف ایک جماعت اہلسنّت ہی میں سے ہیں جو تمام لوگوں کی نظروں

کے سامنے ہیں۔ بہرکیف اگر اکثریت ہے تو صرف اہلسنت والجماعت کی ہے۔ اور اگر اقلیت ہے تو دوسرے فرقوں میں۔ جب ہماری اکثریت ثابت تو ہمارا سچا مذہب ثابت۔

دُوسری حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث ترمذی و مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اتبعوا السواد الاعظم فانہٗ من شَذَّ شُذَّ فی النار۔ (وفی حدیث الثانی) اِنَّ اللہَ لا یجمع اُمّتی او قال اُمَّۃَ محمّدٍ علیٰ ضلالۃ ویَدُ اللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار۔[1]

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جماعت کثیر کا اتباع کرو۔ پس جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوا اس کو آگ میں ڈالا جائے گا (اور دوسری حدیث میں ہے) آپ نے فرمایا: میری اُمت کو (یا آپ نے فرمایا کہ) اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ کا ہاتھ کثیر جماعت پر ہے۔ جو شخص کثیر جماعت سے علیحدہ ہوا اس کو دوزخ میں ڈالا جائیگا۔

مذکورہ دونوں احادیث سے یہ واضح ہوگیا کہ جو جماعت سوادِ اعظم ہے یعنی کثیر ہے وہ جنّتی ہے مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ جس پر میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور اصحاب (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔ وہ گمراہ نہیں ہو سکتے اُن میں گمراہی پیدا نہیں ہو سکتی اور جو اس جماعت سے علیحدہ ہُوا وہ ناری ہوا۔ اور اس جماعت پر دستِ خداوندی ہے۔

ثابت ہوا کہ دنیائے عالم میں ما انا علیہ و اصحابی پر عمل پیرا جماعت کثیرہ ایک ہی جماعت ہے اور وہ ہے اہل سنّت والجماعت۔ اور یہی اصل صراطِ مستقیم یعنی سیدھا اور صحیح راستہ ہے۔ جس نے اس جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی اور دُوسرے باطل فرقہ

---

[1] ترمذی و مشکوٰۃ شریف

میں شامل ہوگیا۔ وُہ گمراہی اور جہنّم کی طرف چلاگیا۔

یہ مضمون تو بہت طویل ہے۔ لیکن یہاں صرف یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر چاہتے ہو کہ ہم جنّت میں جائیں اور جہنّم سے بچ جائیں تو ارشادِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اِسی مذہب مسلک حق اہلِ سنّت وجماعت (بریلوی) کی پیروی کو اپنالو کیونکہ یہ وہی سچّا مذہب ہے جس کا عقیدہ قرآن وحدیث اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مطابق صحیح ہے۔ جن کے دِلوں میں اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب واحترام اور سچی محبت وعقیدت ایک ایک بال میں رچی ہوئی ہے۔

آج مخالفین (وہابی و دیوبندی) اہلِ سنّت وجماعت بریلوی کا تقریر وتحریر میں تمسخر اڑاتے ہیں کہ بریلوی بڑے محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دعویدار بنے پھرتے ہیں۔ تو یہ بھی ہم نے مانا کہ واقعی اس بات کو تم تسلیم کرتے ہو کہ اگر عشقِ رسول دیکھنا ہو اور اگر محبتِ رسول دیکھنی ہو، اور اگر ادبِ رسول دیکھنا ہو تو واقعی بریلویوں میں موجود ہے۔

الحمدللہ اس مذہب حق اہلسنّت بریلوی کا ایک ایک لمحہ ادبِ مصطفٰے ومحبتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی گزر گیا اور گزر رہا ہے اور یُونہی روزِ آخر تک گزرتا چلا جائے گا۔ یہ وہی مذہب ہے جن کی ہر تقریر وتحریر کا مطمحِ نظر عظمتِ رسالت اور وقارِ نبوّت کی پرچم کشائی ہے۔ اور جو پُوری اعتدال پسندی سے ملّتِ اسلامیہ کو توحید ورسالت کا درس دے رہے ہیں اور جن کی ہر تقریر وتحریر افراط وتفریط سے یکسر خالی ہے۔ محبت میں تو اس قدر غالی ہیں کہ رسالت کا ڈانڈا توحید سے ملا دیں اور بارگاہِ نبوت کے اتنے بے ادب وگستاخ وباغی بھی نہیں کہ اس مقامِ عظیم میں کسی قسم کا عیب تلاش کریں۔ اب مناسب سمجھتا ہُوں کہ ہمارے دلوں میں جو حضور آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی سچّی محبت ہے۔ اس کا ثبوت حدیث شریفہ سے ہی پیش کیے دُوں۔

اہلِ سنّت (بریلویوں) کی محبتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم

اور علمِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلّم

حضرت سیدنا ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مُسلم شریف ومشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث

یُوں درج ہے:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من اُمّتی اشد حُبّاً ناسٌ یکونون بعدی یود احدھم لو رانی باھلہ [۱]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری اُمّت میں مجھ سے زیادہ محبّت رکھنے والے وُہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد پیدا ہوں گے اور اس امر کی آرزو کریں گے کہ اگر مجھ کو دیکھ لیں تو اپنے اہل وعیال کو مجھ پر فدا کر دیں۔

مذکورہ حدیث شریف میں غور فرمائیے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم کتنے صاف اور پیارے لفظوں میں ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ محبّت رکھنے والے میرے بعد بھی پیدا ہوں گے۔ آپ ذرا غور فرمائیں کہ وُہ کون لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی زیارت (معاذاللہ) شرک، بدعت [۲] اور غیر ضروری چیز ہے۔ اور وہ کون سی خوش قسمت جماعت ہے جو زیارت کو کائنات کی سب سے بڑی نعمت شمار کرتے ہیں اور خاص اسی لیے سفر کرتے ہیں۔

بحمدہٖ تعالیٰ دنیائے اسلام میں کوئی ایسا فرقہ نہیں ہے جس کو خدا کے پیارے حبیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی محبّت وادب واحترام نصیب ہو۔ یہ صرف اہلسنّت وجماعت ہی ایک مذہب حق ہے کہ جن کے دلوں میں سچی محبّت وعشقِ رسول کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اور ایسا ایمان نصیب ہے اور یہ ہمارے مذہب کے سچّا ہونے کا بھی واضح ثبوت موجود ہے اور ہم ہی اصل امتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقدار ہیں۔ پھر ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ

---

[۱] مسلم شریف ومشکوٰۃ شریف ص ۵۸۳ سطر ۱۸

[۲] اس کے لیے ملاحظہ فرمائیے تقویۃ الایمان اور کتاب التوحید وغیرہا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا علم نہیں ۔ آپ کے ساتھ محبت کرنے والوں کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں اور ان کو بھی جانتے ہیں جن کو آپ کے ساتھ کچھ محبت نہیں ۔

ے

اُمتی جو کرے فریاد حالِ زار کی
چھٹ جائے دولتِ کونین تو کچھ غم نہیں
ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو
چھوٹے نہ مگر ہم سے دامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

ہماری محبتِ رسول وعشقِ رسول و دردِ دل کا مذاق اڑانے والے مذکورہ حدیث کو آنکھیں کھول کر دیکھ لیں اور انصاف کے ساتھ یہ بتائیں کہ آج اس خاکدان گیتی میں وہ کون سے لوگ ہیں جن کے دلوں میں عشقِ رسول تڑپ رہا ہے اور تمہارا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت اور طعن و تشنیع کرنا کون سی ایمان دار ہونے کی نشانی ہے ۔

مناسب سمجھتا ہوں کہ اہل سنت بریلویوں میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے متعلق مخالفین کا ایک حوالہ پیش کیے دوں ۔

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کا ایک بیان اشرف السوانح جلد اول میں یوں درج ہے : (بلفظہٖ)

اعلیٰ حضرت اور عشقِ مصطفےٰ تھانوی صاحب کی زبانی

حضرت والا (یعنی مولوی اشرف علی تھانوی) کا مذاق باوجود احتیاط فی المسلک کے اس قدر وسیع اور حُسنِ ظن لیے ہوئے ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی ؒ کے بُرا بھلا کہنے والوں کے جواب میں دیر دیر تک حمایت فرمایا کرتے ہیں اور شد و مد کے ساتھ رد فرمایا کرتے ہیں کہ ممکن ہے اُن کی مخالفت کا سبب واقعی حُبِّ رسول ہی ہو اور وہ غلط فہمی سے ہم لوگوں کو نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخ سمجھتے ہوں ۔[1]

---

[1] اشرف السوانح ج ۱ ص ۲۱۴ سطر ۱۰

لیجئے جناب! یہ ہیں دیوبندیوں کے حضرت والا پیر طریقت مولوی اشرف علی تھانوی۔ کس طرح صاف الفاظ میں ہمارے اعلیٰحضرت امام اہلسنّت، مجدد دین وملت حاجی الحرمین الشریفین، بحر العلوم، عاشقِ رسول حضرت مولانا علامہ شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کے متعلق کس قدر عقیدت کا اظہار کر رہے ہیں کہ ممکن ہے ان کی مخالفت کا سبب واقعی حُبِ رسول ہی ہو۔ اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ گو تھانوی صاحب کا عقیدہ تو نجدیوں جیسا ہی تھا لیکن آخر تھانوی صاحب کو امام اہل سنّت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی صداقت، حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کرنا پڑا۔ ہمیشہ باطل گروہ کو آخر حق کو ماننا ہی پڑتا ہے خواہ وہ منکر ہی رہے۔

تھانوی صاحب کی تمنّائے اقتدا

دوسرا حوالہ دیوبندیوں کے مولوی بہاء الحق قاسمی اسوۂ اکابر صفحہ ۱۵ میں اپنے اکابرین میں سے مولوی اشرف علی تھانوی کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

حضرت (اشرف علی تھانوی) فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھ کو مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلویؒ کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو میں پڑھ لیتا۔

اس مذکورہ حوالہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ دیوبندیوں کے پیشوا حکیم الامت، وسیع القلب مولوی اشرف علی تھانوی ہمارے اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی محبت و عشقِ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ اور پھر فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی حمایت بھی کرتے ہیں اور بُرا بھلا کہنے والوں کا رد بھی دیر دیر تک کرتے رہتے تھے اور لطف یہ کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا مقتدی بننے کو بھی تیار ہیں۔

اب میں تمام دیوبندی عاشقانِ تھانوی سے پوچھتا ہوں کہ تمہارے وسیع الالقاب حکیم الامت اشرف علی تھانوی تو اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق اس قدر عقیدت اور حمایت کا اظہار کریں اور بُرا بھلا کہنے والوں کا رد کر دیں اور انھیں عاشقِ رسول قرار دیں اور تم انہی تھانوی صاحب کے معتقد ہو کر حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا کن الفاظ میں ذکر کرتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ دیوبندیوں اور وہابیوں کو کیا معلوم کہ اعلیٰ حضرت

فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہٗ کیسی عظیم شخصیت ہیں ان کے بیان کے لیے تو دفتر درکار ہیں۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم!
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

بہرکیف معلوم ہوا کہ مخالفین حضرات بھی اہلسنت بریلویوں کی حُبِ رسول کے قائل ہیں لیکن جاننے کے باوجود وہ حق کا انکار کرتے ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ ہماری حُبِ رسول و ادب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے۔ الحمد للہ ہمارے مذہب و مسلک وعقائد کی تصدیق بارگاہِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہو رہی ہے۔ جب بارگاہِ نبوی سے تو پھر بارگاہِ ربّی سے بھی ہمارے عقاید کی تصدیق۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلّم

قیصر و کسریٰ کی ہلاکت اور حضرت سراقہؓ کو کسریٰ کے کنگن

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

هلك كسرٰى فلا يكون كسرٰى بعده وقيصر ليهلكن ثم لا يكون قيصر بعده ولتقسمن كنوزهما فى سبيل الله وسمى حرب خرعة۔[1]	عنقریب کسریٰ (شاہِ فارس) ہلاک ہوگا اور اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ اور البتہ قیصر (شاہِ روم) ہلاک ہوگا اور پھر کوئی قیصر نہ ہوگا۔ ان دونوں بادشاہوں کے خزانے فی سبیل اللہ تقسیم کر دیئے جائیں گے اور آپ نے اس لڑائی کا نام دھوکا رکھا ہے۔

---

[1] بخاری شریف

اس حدیث شریف میں ذرا غور فرمائیے کہ قیصر و کسریٰ بڑے جاہ و جلال کے ساتھ خطۂ زمین پر حکمران تھے اور بظاہر ان کی بربادی کا کوئی سامان بھی نہ تھا۔ مگر حضور انور عالم ماکان و ما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے نکلے ہوئے الفاظ آج بھی سرورِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب دان ہونے پر دلیل قاہر ہیں۔ دیکھ لیجئے کسریٰ کی ہلاکت کے بعد پھر ایران میں کوئی دُوسرا کسریٰ نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیصر و کسریٰ کی ہلاکت اور اس کے بعد دُوسرا قیصر و کسریٰ نہیں ہوگا۔ اس کا علم تھا۔

دُوسری حدیث ملاحظہ فرمائیے کہ ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

کیف بك اذا لبست سواری کسریٰ [1] (سراقہ!) تیری کیا شان ہوگی جب تجھے کسریٰ شہنشاہِ ایران کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

اللہ اکبر! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے نکلے ہوئے یہ جملے خلافتِ فاروقی میں پورے ہوئے ایران فتح ہوا تو کسریٰ کے کنگن مالِ غنیمت میں آئے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وہ کنگن حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو پہنا کر فرمایا: پاکی ہے اسے جس نے کسریٰ بن ہرمز سے کنگن چھین لیے اور حضرت سراقہ بن مالک کو پہنا دیئے [2]

حدیث بالا سے چار باتیں معلوم ہوئیں:

- اوّل خلافتِ فاروقی کی صداقت، کہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو کنگن پہنا کر ارشادِ آقاءِ دو عالم کو پُورا فرمایا۔
- دوم فتح ایران کہ ایران مسلمان ضرور فتح کریں گے۔
- سوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی علم تھا کہ فتح ایران تک حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ زندہ بھی رہیں گے۔

---

[1] خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۱۳ [2] بیہقی

○ چہارم یہ کنگن سونے کے تھے اور سونا مرد کو حرام ہے۔ مگر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ مالکِ شریعت ہیں اس لیے آپ کو اختیار ہے کہ کسی حرام چیز کو کسی کے لیے حلال فرما دیں۔ اور یہ بات آپ کی خصوصیات سے ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں یہ سونے کے کنگن حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو پہنا دیے تھے ورنہ وہ بھی جانتے تھے کہ سونا مرد پر حرام ہے۔ ایسے واقعات اختیارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی آتے ہیں۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح ایران اور حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو کنگن پہنے جانے اور حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کے زندہ رہنے کا علم تھا۔

علمِ غیبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قاتل و مقتول جنتی

ابن عساکر اور حجۃ اللہ علی العالمین میں یہ حدیث مروی ہے کہ عکرمہ بن ابوجہل (یعنی ابوجہل کے بیٹے) نے اسلام لانے سے پہلے ایک انصاری کو قتل کر دیا۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ مسکرانے لگے۔ انصار نے عرض کی: اے پیارے آقا! ہماری جماعت کا ایک فرد مارا گیا اور حضور مسکرا رہے ہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنستے ہوئے فرمایا:

ما ذا اضحکنی و لکنہ قتلہ، وھو معہ فی درجۃ[1]

مجھے یہ بات ہنسا رہی ہے کہ قاتل (یعنی عکرمہ) و مقتول (یعنی انصاری) دونوں جنت میں ایک ہی درجہ میں ہوں گے۔

مذکورہ حدیث میں غور فرمائیے کہ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے بحالتِ کفر ایک مسلمان انصاری

---

[1] حجۃ اللہ علی العٰلمین ص ۸۰۴

کو قتل کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں اس لیے ہنس رہا ہوں کہ قاتل عکرمہ جنتی ہیں اور مقتول ایک مسلمان انصاری بھی جنتی ہیں۔ غور فرمایئے کہ یہ بات بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب دان ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو ایسا کیوں فرمایا۔ وہ اس لیے کہ عکرمہ نے تو بحالتِ کفر انصاری مسلمان کو قتل کیا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عکرمہ کو جنتی فرمانے سے یہ ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علم تھا کہ عکرمہ عنقریب ایمان لے آئیں گے اور یہ بھی علم تھا کہ انصاری کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے۔ اور وہ شہید ہوئے۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل و مقتول دونوں کو جنتی فرمایا ہے۔ چنانچہ احادیث شاہد ہیں کہ واقعی عکرمہ ایمان لے آئے اور وہ بھی صفِ صحابہ میں شامل ہو کر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے مرتبہ حاصل کر لیا اور بحالتِ ایمان ہی خاتمہ ہوا۔

علمِ غیبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان

طبرانی شریف و خصائص کبریٰ میں ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر جاؤ اور وہ تمہیں اپنے گھر پر ملیں گے اُن کو جنت کی بشارت دے دینا۔ پھر تم کو مقام ثنیہ پر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حمار پر سوار ملیں گے۔ اُن کی پیشانی چمک رہی ہوگی ان کو بھی جنت کی بشارت دینا۔

ثم انطلق حتی تاتی عثمان فتجدہ فی السوق یبیع ویشتری فبشرہ الجنۃ بعد بلاء فانطلقت فوجدتہم کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[1]

پھر تم چلو گے حتی کہ تم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بازار میں خرید و فروخت کرتے ہوئے ملیں گے۔ ان کو بھی جنت کی خوشخبری دینا۔ بعد مصیبت اٹھانے کے۔ حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں جب میں ان حضرات کرام کے پاس پہنچا تو جیسا حضور صلی اللہ

[1] خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۱

علیہ وسلم نے فرمایا تھا اسی حالت میں ان

سب کو پایا۔

اس حدیث میں ہر لفظ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب دان ہونا ثابت ہو رہا ہے آپ نے حضرت زید بن ارقم رضی صحابی سے جس صحابی کی جس حالت کو بیان فرمایا حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اسی حالت میں اس صحابی کو پایا۔ اس حدیث سے اس امر پر بھی واضح روشنی پڑتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس نورانی آنکھوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ اور آپ پر ساری دنیا کف دست کی طرح ظاہر اور روشن ہے اور آپ کو ہر ایک کے جنتی و دوزخی ہونے کا علم ہے۔

علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری ومسلم شریف میں ایک حدیث مروی ہے کہ جس کا مختصر مضمون یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو صدقہ فطر کی نگہبانی پر مامور فرمایا۔ میں اس طعام صدقہ کی نگہبانی کرتا تھا کہ ایک شخص آکر اس کھانے میں سے چلّو بھر کر لے جانے لگا۔ میں نے اس کو پکڑ لیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ میں محتاج اور عیالدار سخت حاجت مند ہوں۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

فاصبحت فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اباھریرہ ما فعل اسیرك البارحة قلت یارسول اللہ حشکی حاجة شدیدةً و عیالا فرحمته مخلیت سبیلهٗ قال اما انهٗ قد کذبك وسیعود فعرفت انهٗ سعود لقول رسول

پس صبح ہوئی تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! رات تمہارے قیدی نے کیا کیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اس نے کثرتِ عیال اور شدتِ احتیاج کی شکایت کی۔ مجھے رحم آیا میں نے اسے

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ چھوڑ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے تم سے جھوٹ بولا اور وہ پھر آئے گا۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ آپ کے فرمانے سے مجھے یقین ہو گیا۔ اور میں اس کی تاک میں رہا۔

اس حدیث میں غور فرمائیے کہ یہ واقعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رات کو ہو رہا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو ابو ہریرہؓ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! رات والے قیدی (چور) کا سناؤ۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور اکرمؐ کا یہ فرمانا کہ وہ پھر آئیگا علمِ غیب میں شامل ہے۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ آئے گا۔ چنانچہ جب رات ہوئی تو فجاء یحثوا من الطعام فاخذتہ (وہ پھر آیا اور غلہ بھرنے لگا پس میں نے اسے پکڑ لیا) اور اس کو کہا کہ تجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا اور تجھے ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ تو مجھے اس پر ترس آیا اور چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا:

مَا فَعَلَ اَسِیْرُکَ۔ (رات والے قیدی کے ساتھ کیا کیا؟)

تو میں نے عرض کیا کہ اس نے اپنی تنگ دستی کا اظہار کیا اور مجھے رحم آیا تو چھوڑ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قال اما انہ قد کذبك وسیعود۔ (اس نے تجھ سے جھوٹ بولا وہ پھر آئے گا)

ابوہریرہؓ کہتے ہیں مجھے یقین ہو گیا۔ چنانچہ رات ہوئی فجاءَ یحثوا من الطعام (پس آیا اور غلہ بھرنا شروع کر دیا) پس میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا کہ تیسری مرتبہ تم نے ایسا کیا ہے اب نہ چھوڑوں گا اور تجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا۔ تو اس قیدی یا چور نے کہا:

دعنی اعلمك کلمات ینفعك اللہ بھا — مجھ کو چھوڑ دے میں تجھے چند کلمے ایسے

اذا اویت الی فراشك فاقرأ — بتاؤں گا جن سے خدا تم کو نفع پہنچائیگا

اٰیة الکرسی اللہ لا الٰہ الا — جب تم سونے کے بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی

هوالحی القیوم حتی تختم الآیۃ فانك لن یزال علیك من اللہ حافظٌ ولا یقربك الشیطان۔

اللہُ لا الٰہ الاّ ھوالحی القیوم کو آخری آیت تک پڑھ لیا کرو تو خدا کی طرف سے تم پر ایک نگہبان رہے گا یعنی فرشتہ اور تمہارے قریب شیطان نہ آئیگا۔

پس میں (ابوہریرہ) نے اسے چھوڑ دیا۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ صبح ہُوئی اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا:

مافعل اسیرك۔ (رات والے قیدی کے ساتھ کیا کیا)

تو میں نے عرض کی کہ اس چور نے مجھے کہا کہ میں تجھے چند کلمے سکھاؤں گا جو تمہیں نفع دیں گے۔ اس لیے میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

قال اما انہٗ صدقك وھو کذوبٌ یعلم من تخاطب منہ ثلث لیال قلت لا قال ذاك شیطانٌ۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس نے سچ کہا اگرچہ وُہ جھوٹا ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا تم کو معلوم ہے۔ تین راتوں سے تم کس سے مخاطب تھے میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھ کو معلوم نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شیطان تھا۔

اس حدیث سے پہلی بات تو یہ معلوم ہُوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی رات کا جو واقعہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہُوا اُس کا علم تھا دُوسری یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آئندہ رات میں بھی اُس کے آنے کا علم تھا اور پھر اس کے تیسری رات آنے کا بھی آپ کو علم تھا۔ سوم یہ کہ تیسری رات جو وہ کلمات بتا کر گیا تھا اس کا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا، چہارم

---

[1] بخاری شریف

تینوں رات آنے والا شیطان تھا جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔

اس سے ہمیں ایک سبق حاصل ہوا۔ وہ یہ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو توحید کا درس اللّٰہُ لا الٰہ الا ھو الحیّ القیّوم کا بہترین سبق دینے والا شیطان ہی تھا انّہٗ صدقك وھو کذوبٌ بات تو شیطان نے بڑی اچھی کہی درس تو بہترین دیا لیکن سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ ہے تو جھوٹا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجدیوں کے متعلق بھی ایک بات فرمائی ہے:

سیخرج قوم فی اٰخر الزمان	عنقریب آخری زمانہ میں ایک قوم
حداث الاسنان سفہاء الاحلام	پیدا ہوگی جو نوعمر اور کم عقل ہونے کے
یقولون من خیر قول البریۃ[1]	باوجود بہترین لوگوں کی سی باتیں کریں گی
	لا یجاوز ایمانھم حناجرھم اُن کا
	ایمان ان کے حلق سے نیچے نہ جائیگا۔

حاصل یہ ہوا کہ کبھی کبھی بعض اوقات شیطان بھی بہترین توحید اور قرآن کا درس اور وعظ کی تلقین کر دیتا ہے لیکن ہوتا وہ شیطان اور کاذب۔ اولٰئك حزب الشیطان۔ الا ان حزب الشیطان ھم الخاسرون۔

علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور سونے کی اینٹ

سیّد المفسرین حضرت علامہ علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی علیہ الرحمۃ تفسیر خازن جُز ثالث میں آیت یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْٓ اَیْدِیْکُمْ مِّنَ الْاَسْرٰی کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ یہ کفارِ قریش کے اُن دس سرداروں میں سے تھے جنہوں نے جنگ بدر

---

[1] مشکوٰۃ شریف

میں لشکر کفار کے کھانے کی ذمہ داری لی تھی اور یہ اس خرچ کے لیے بیس اوقیہ سونا ساتھ لے کر چلے تھے۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ لیکن ان کے ذمے جس دن کھلانا تجویز ہوا تھا خاص اسی روز جنگ کا واقعہ پیش آیا اور قتال میں کھانے کھلانے کی فرصت و مہلت نہ ملی تو یہ بیس اوقیہ سونا اُن کے پاس بچ رہا۔ جب یہ گرفتار ہوئے تو یہ سونا اُن سے لے لیا گیا۔ انہوں نے درخواست کی کہ یہ سونا ان کے فدیہ میں محسوب کر لیا جائے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا اور ارشاد فرمایا جو چیز ہماری مخالفت میں صرف کرنے کے لیے لائے تھے وہ نہ چھوڑی جائے گی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر ان کے دونوں بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کے فدیہ کا بھی بھار ڈالا گیا تو حضرت عباسؓ نے عرض کیا:

یا محمد ترکتنی اتکفف قریشاً ما بقیت فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاین الذھب الذی دفعتہ الی ام الفضل وقت خروجك من مکۃ وقلت لھا انی لا ادری ما یصیبنی فی وجھی ھذا فان حدث بی حدث فھذا لك والعبد اللہ والعبید اللہ وللفضل وقثم یعنی بنیہ فقال العباس وما یدریك یا ابن اخی قال اخبرنی بہ ربی قال العباس اشھد انك لصادق واشھد ان لا الہ الا اللہ وانك عبدہ ورسولہ ولم یطلع علیہ

یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مجھے اس حال میں چھوڑو گے کہ میں باقی عمر قریش سے مانگ مانگ کر بسر کیا کروں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر وہ سونا کہاں ہے جو مکہ مکرمہ سے چلتے وقت تم نے اپنی بی بی ام الفضل کو دیا تھا اور تم ان سے کہہ کر آئے ہو کہ خبر نہیں مجھے کیا حادثہ پیش آئے۔ اگر میں جنگ میں کام آجاؤں تو یہ تیرا ہے اور عبداللہ اور عبیداللہ کا اور فضل کا قثم کا (یہ سب ان کے بیٹے تھے) حضرت عباس نے عرض کیا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا آپ نے فرمایا مجھے میرے رب نے خبردار کیا ہے اس پر حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ میں گواہی دیتا ہوں بیشک آپ سچے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ

احد الاّ اللہ و امر بنی اخیہ عقیل ونوفل بن الحارث فاسلما۔[1]

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اس کے بندے اور رسول ہیں میرے اس راز پر اللہ کے سوا کوئی مطلع نہ تھا اور حضرت عباس نے اپنے بھتیجوں عقیل و نوفل کو حکم دیا کہ وہ بھی اسلام لائیں۔

مذکورہ قرآن کی آیت وتفسیر سے معلوم ہوا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بحالتِ کفر جو اپنی بی بی ام الفضل کو سونے کی اینٹ بالکل خفیہ طور پر دے کر گئے تھے اور جو وصیت بھی اس کے خرچ کرنے کی کر گئے تھے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا۔ چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اُس سونے کی اینٹ کے متعلق خبر دی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ اُسی وقت آپ کا کلمہ پڑھ کر آپ کی نبوت ورسالت پر ایمان لے آئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ یہ جان چکے تھے کہ ایسی غیب مخفی باتوں کی خبر صرف اللہ تعالیٰ کا سچّا نبی ہی دے سکتا ہے۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمام ستاروں و نیکیوں کا علم

اُمّ المومنین حضرت سیدہ طاہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے:

قَالَتْ بَیْنَا رَاْسُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجْرِیْ فِیْ لَیْلَۃٍ ضَاحِیَۃٍ اِذْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ ھَلْ یَکُوْنُ

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک چاندنی رات میں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ!

---

[1] تفسیر خازن جزء ثالث ص ۳۳ مطبوعہ مصر وکذا فی تفسیر معالم التنزیل

لِاَحَدٍ مِّنَ الْحَسَنَاتِ عَدَدَ نُجُوْمِ السَّمَآءِ قَالَ نَعَمْ عُمَرُ قُلْتُ وَاَیْنَ حَسَنَاتُ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ اِنَّمَا جَمِیْعُ حَسَنَاتِ عُمَرَ کَحَسَنَةٍ وَّاحِدَةٍ مِّنْ حَسَنَاتِ اَبِیْ بَکْرٍ [1]

کیا کسی کی اتنی نیکیاں بھی ہیں جتنے آسمان پر ستارے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ حضرت عمر کی نیکیاں اتنی ہیں۔ پھر میں نے پوچھا اور ابوبکر کی نیکیوں کا کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا: حضرت عمرؓ کی نیکیاں ساری عمر کی ابوبکرؓ کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔

اِس حدیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام ستاروں کی تعداد کا بھی علم ہے اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تمام نیکیوں کا بھی علم ہے۔ جبھی آپ نے دونوں چیزوں کو ملاحظہ فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں تاروں کے برابر ہیں۔ دو چیزوں کی برابری و کمی بیشی وہی بتا سکتا ہے جسے دونوں چیزوں کا علم بھی ہو اور مقدار بھی معلوم ہو۔ تو ثابت یہ ہُوا کہ حضور آقاءِ دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت تک کے لوگوں کے تمام ظاہری اور پوشیدہ اعمال کا علم ہے اور آسمانوں کے بھی تمام ظاہر و پوشیدہ تاروں کا بھی تفصیلی علم ہے۔ جیسا کہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں ہے:

عُرِضَتْ عَلَیَّ اَعْمَالُ اُمَّتِیْ حَسَنُهَا وَسَیِّئُهَا فَوَجَدْتُ فِیْ مَحَاسِنِ اَعْمَالِهَا الاذٰی یُمَاطُ عَنِ الطَّرِیْقِ [1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہم پر ہماری اُمت کے اعمال پیش کیے گئے اچھے بھی اور بُرے بھی۔ ہم نے ان کے اعمال میں وہ تکلیف دہ چیز بھی پائی جو راستے سے ہٹا دی جائے۔

یہ حدیث بھی اس بات پر ظاہر و روشن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کے نیک و بد اعمال کو جانتے ہیں۔ آپ سے کسی کا عمل خواہ اچھا ہو یا بُرا، وہ مخفی نہیں ہے اور نہ ہی آسمانوں کے

---

[1] مشکوٰۃ باب المساجد

تمام تارے آپ سے مخفی ہیں۔

علمِ غیبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
اور مسلمانوں کی قوم نعال الشّعر وترکوں سے جنگ اور فتح اسلام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف ومسلم شریف میں روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُھُمُ الشَّعْرُ وَحَتّٰی تُقَاتِلُوا التُّرْکَ صِغَارَ الْاَعْیُنِ حُمْرَ الْوُجُوْہِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ کَاَنَّ وُجُوْھَھُمُ الْمِجَانُّ الْمُطْرَقَۃُ [۱]

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک تم اس قوم سے جنگ نہ کرو گے جن کی جوتیاں بالدار چمڑے کی ہوں گی اور جب تک تم ان ترکوں سے نہ لڑو گے جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی، سرخ چہرے اور ناک بیٹھی ہوئی ہوگی گویا ان کے منہ تہ بہ تہ ڈھالیں ہوں گے۔

اس حدیث شریفہ میں غور فرمائیے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی جنگ جس قوم سے ہونی تھی آپ نے اس قوم کی نشانیاں تک بھی بیان فرما دی ہیں۔ اُس قوم کی جوتیاں بالدار چمڑے کی ہوں گی اور وہ تُرکی لوگ ہوں گے جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی اور سرخ چہرے اور ناک بیٹھی ہوئی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کو اسی جنگ کے اور بھی تمام حالات کا علم ہے۔

علمِ غیبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
اور مسلمانوں کی یہودیوں سے جنگ اور فتح اسلام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسلم شریف کی حدیث میں روایت ہے:

---

[۱] بخاری ومسلم شریف

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یُقَاتِلَ الْمُسْلِمُوْنَ الْیَھُوْدَ فَیَقْتُلُھُمُ الْمُسْلِمُوْنَ حَتّٰی یَخْتَبِیَٔ الْیَھُوْدِیُّ مِنْ وَّرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ فَیَقُوْلُ الْحَجَرُ وَالشَّجَرُ یَا مُسْلِمُ یَا عَبْدَ اللّٰہِ ھٰذَا یَھُوْدِیٌّ خَلْفِیْ فَتَعَالَ فَاقْتُلْہُ اِلَّا الْغَرْقَدَ فَاِنَّہٗ مِنْ شَجَرِ الْیَھُوْدِ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک مسلمان یہودیوں سے نہ لڑیں گے پس ماریں گے مسلمان یہودیوں کو۔ یہاں تک کہ یہودی پتھر کے پیچھے چھپتا پھرے گا یا درخت کے پیچھے۔ اور پتھر یا درخت یہ کہے گا اے مسلمان! اے خدا کے بندے! ادھر آ میرے پیچھے یہودی چھپا بیٹھا ہے۔ اس کو مار ڈال۔ مگر غرقد کا درخت ایسا نہ کہے گا اس لیے کہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔

اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں اور یہودیوں یعنی اسرائیلیوں سے جنگ ہونے کے متعلق بھی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے اور اس جنگ میں ایک ایسا منظر ہوگا کہ یہودی (یعنی اسرائیلی) جس درخت یا پتھر کے پیچھے چھپا ہوگا وہ درخت یا پتھر پکار کر کہے گا: اے مسلمان، اے خدا کے بندے! ادھر آ، میرے پیچھے یہودی چھپا بیٹھا ہے اسے قتل کر دے۔ مگر غرقد کا درخت ایسا نہ کہے گا اس لیے کہ یہ یہودیوں کا درخت ہے۔ آخر یہودی (اسرائیلی) لوگ بڑی ذلت کے ساتھ تباہ و برباد ہوں گے اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور مسلمانوں کی جزیرۂ عرب و فارس و روم سے جنگ اور فتح اسلام

حضرت نافع بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

ؔ مسلم شریف

تَغْزُوْنَ جَزِيْرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحَهَا اللّٰهُ ثُمَّ فَارِسَ فَيَفْتَحَهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الرُّوْمَ فَيَفْتَحَهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الدَّجَّالَ فَيَفْتَحُهُ ۔[1]

میرے بعد تم جزیرہ عرب سے لڑو گے ۔ اللہ تمہیں اس پر فتح دے گا۔ پھر تم فارس سے لڑو گے اللہ تعالیٰ اس پر بھی فتح دے گا۔ پھر تم دجال سے بھی لڑو گے اللہ تعالیٰ اس پر بھی تمہیں فتح دے گا۔

غور فرمایئے کہ جو جنگیں آئندہ ہونے والی تھیں اور مسلمانوں کو اُن کا سامنا کرنا تھا ۔حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے ہی خبریں فرمادی ہیں کہ مسلمان جزیرۂ عرب والوں سے لڑیں گے اس لڑائی میں بھی مسلمانوں کو فتح ہوگی اور پھر مسلمان ملک فارس والوں سے لڑیں گے اس پر بھی اسلام کو فتح ہوگی اور پھر مسلمان رومیوں سے لڑیں گے اس پر بھی مسلمانوں کو فتح حاصل ہوگی ۔

علمِ غیبِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اور حالاتِ بصرہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد شریف میں مروی ہے :

قَالَ يَا اَنَسُ اِنَّ النَّاسَ يُبَصِّرُوْنَ اَمْصَارًا وَاِنَّ مِصْرًا مِنْهَا يُقَالُ لَهُ الْبَصْرَةَ فَاِنْ اَنْتَ مَرَرْتَ بِهَا اَوْ دَخَلْتَهَا فَاِيَّاكَ وَ سِبَاخَهَا وَ كِلَاءَهَا وَ نَخِيْلَهَا وَ سُوْقَهَا وَ بَابَ اُمَرَائِهَا وَعَلَيْكَ بِضَوَاحِيْهَا فَاِنَّهُ يَكُوْنُ بِهَا خَسْفٌ وَ قَذْفٌ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! لوگ شہروں کو آباد کریں گے اُن میں ایک شہر ہوگا جس کو بصرہ کہا جائے گا۔ اگر تُو اس شہر سے گزرے یا داخل ہوئے تو ان مقامات پر نہ جا جہاں کی زمین شور ہے ۔ اور نہ مقام کلاء میں جا اور نہ وہاں کی کھجوروں کو استعمال کر اس کے بازار سے

---

[1] مشکوٰۃ شریف

وَرَجْفٌ وَقَوْمٌ يَبِيْتُوْنَ وَ يُصْبِحُوْنَ قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ ۔[۱]

اپنے آپ کو دُور رکھ ۔ وہاں کے بادشاہ و امیروں کے دروازوں پر نہ جا ۔ شہر کے کنارے پر پڑاؤ یا مقام ضواحی جو بصرہ کے قریب ہے وہاں قیام کر ۔ اس لیے کہ جن مقامات پر جانے سے تجھے منع کیا گیا ہے ان کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا ۔ اُن پر پتھر برسیں گے اور سخت زلزلے آئیں گے اور ایک قوم ہو گی جو شام کو اچھی ہو گی اور صبح کو بندر اور سؤر بن جائے گی ۔

دیکھا آپ نے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بصرہ میں جو آبادی کلاء خطرناک بھی اس کے متعلق بھی تمام حالات بتا دیے یہ مقامات زمین میں دھنس جائیں گے اور ان پر پتھر برسیں گے اور سخت زلزلے آئیں گے اور ایک قوم ایسی ہو گی جو شام کو اچھی ہو گی اور صبح کو بندر اور سؤر بن جائے گی ۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں جانے کی ممانعت فرما دی ۔ یہ حدیث بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی بہت بڑی دلیل ہے ۔

اس طرح دوسری حدیث میں آپ نے بصرہ کی آبادی ابلہ کے متعلق وہاں سے اچھے لوگوں کے نکلنے کی خبر دی ہے :

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْعَثُ مَسْجِدَ الْعَشَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُهَدَاءَ لَا يَقُوْمُ مَعَ شُهَدَاءِ بَدْرٍ غَيْرُهُمْ ۔[۲]

کہ اللہ تعالیٰ مسجد عشّار سے قیامت کے دن شہداء کو اٹھائے گا اور بدر کے شہداء کے ساتھ ان شہیدوں کے سوا کوئی نہ ہو گا ۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابلہ کی مسجد عشّار سے شہداء بدر کے قیامت کے دن

---

[۱] و [۲] ابوداؤد شریف

اُٹھنے کا علم ہے۔ یاد رہے کہ یہ وہی مسجد عشّار ہے جس میں حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے چند حاجیوں کو جو اسی جگہ کے رہنے والے تھے اُن کو فرمایا کہ میری طرف سے ابلہ کی مسجد عشّار میں دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھے اور اس کا ثواب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کرے۔ الفاظِ حدیث یہ ہیں:

قَالَ مَنْ يَّضْمِنَ فِيْ مِنْكُمْ اَنْ يُّصَلِّيَ لِيْ فِي الْمَسْجِدِ الْعَشَّارِ رَكْعَتَيْنِ اَوْ اَرْبَعًا وَيَقُوْلُ هٰذِهٖ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ۔[1]

فرمایا کہ میری مسجد سے ابلہ کی مسجد عشّار میں دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھے اور اس کا ثواب حضرت ابوہریرہ کو کرے۔

اس حدیث سے ایصالِ ثواب کے متعلق بھی روشنی پڑتی ہے۔

علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خزانہ کعبہ و نہر فرات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مسلم شریف میں مروی ہے:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَحْسُرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ يَقْتَتِلُ النَّاسُ عَلَيْهِ فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ وَيَقُوْلُ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ لَعَلِّيْ اَكُوْنُ الَّذِيْ اَنْجُوْ۔[2]

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک نہر فرات نہ کُھل جائے (یعنی خشک ہو جائے) اور اس کے اندر سے سونے کا پہاڑ نکلے گا۔ لوگ اس خزانہ کو حاصل کرنے کے لیے لڑیں گے اور اُن لڑنے والوں میں ننانوے فیصد مارے جائیں گے اور ان میں ہر شخص کہے گا شاید زندہ بچ جاؤں اور اس خزانہ پر قبضہ کر لوں۔

---

[1] ابوداؤد [2] مسلم شریف

حدیث بالا سے یہ معلوم ہُوا کہ جو خزانہ یعنی سونے کا پہاڑ نہر فرات میں ہے اس کی کسی کو خبر تک نہیں ہے۔ لیکن حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مخفی شے کا علم ہے جس کے نکلنے کی آپ نے خبر دی اور یہ بھی معلوم تھا کہ اِس خزانہ پر لوگوں کی آپس میں لڑائی ہوگی کہ شاید مجھے یہ خزانہ حاصل ہو جاوے۔

دوسری حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

قَالَ اُتْرُکُوا الْحَبْشَةَ مَا تَرَکُوْکُمْ فَاِنَّهٗ لَا یَسْتَخْرِجُ کَنْزَ الْکَعْبَةِ اِلَّا ذُو السُّوَیْقَتَیْنِ مِنَ الْحَبْشَةِ۔[1]

آپ نے فرمایا حبشیوں کو چھوڑ دو۔ اور اُن سے کسی قسم کا تعرض نہ کرو جب تک کہ وہ تم سے کچھ نہ کہیں اس لیے کہ آئندہ زمانہ میں کعبہ کا خزانہ ایک حبشی ہی نکالے گا جس کی پنڈلیاں چھوٹی چھوٹی ہوں گی۔

دیکھیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ شریف میں خزانہ ہونے کے متعلق بھی علم ہے اور آپ کو اس حبشی کا بھی علم ہے جو اس خزانہ کو نکالے گا معلوم ہوا کہ حضور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عالمین کی کوئی شے مخفی نہیں ہے اور آپ ہر ایک کے حُلیہ تک کو بھی جانتے ہیں۔

علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حجاز سے آگ کا ظہور

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَخْرُجُ نَارٌ مِّنْ اَرْضِ الْحِجَازِ

قیامت اس وقت تک نہ آئے گی یہاں تک کہ زمین حجاز سے ایک آگ

---

[1] ابو داؤد شریف

تُضِیْئُ اَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبَصْرٰی [2] — نکلے گی جو بصریٰ[1] کے اونٹوں کی گردنوں کو روشن کر دے گی۔

حدیث بالا اِس امر پر شاہد ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجاز سے آگ کے نکلنے کا علم تھا جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی خبر فرما دی ہے۔

علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

اور زمانہ آخر میں لوگوں کی حالت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسلم شریف میں مروی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَذْھَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَی الْقَبْرِ فَیَتَمَرَّغُ عَلَیْہِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ مَکَانَ صَاحِبِ ھٰذَا الْقَبْرِ وَلَیْسَ بِہِ الدِّیْنُ اِلَّا الْبَلَاءُ [3]

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ دنیا کے ختم ہونے سے پہلے ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی قبر کے پاس سے گزرے گا اور قبر پر لوٹ کر حسرت سے کہے گا کہ کاش میں اس شخص کی جگہ ہوتا جو قبر میں ہے اور اس کا دین نہ ہوگا بلکہ بلاء ہوگی۔

دیکھا جو لوگوں کی حالت زمانہ آخر میں ہونی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے قسم اٹھا کر بیان فرما دی ہے۔ اس سے معلوم ہُوا کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو زمانہ آخر کے لوگوں کی اِس حسرت پر تمنّا کا علم ہے جس کی آپ نے پہلے ہی خبر دے دی ہے اور جیسا آپ نے فرمایا ہے ویسی ہی لوگوں کی حالت ہوگی۔

---

[1] بصریٰ شام میں ایک شہر ہے۔ [2] مشکوٰۃ شریف [3] مسلم شریف

علمِ غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور زمانہ آخر میں اشیاء کا کلام کرنا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترمذی شریف میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یُکَلِّمَ السِّبَاعُ الْاِنْسَ وَحَتّٰی تُکَلِّمَ الرَّجُلَ عَذَبَةُ سَوْطِہٖ وَشِرَاکُ نَعْلِہٖ یُخْبِرُہٗ فَخِذُہٗ بِمَا اَحْدَثَ اَھْلُہٗ۔[1]

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت نہ آئے گی جب تک درندے آدمیوں سے باتیں نہ کرلیں گے اور جب تک کہ آدمی کے چابک کی رسّی کا پھندنا اور جُوتی کا تسمہ اُس سے کلام نہ کرے گا یہاں تک کہ آدمی کی ران اس کو یہ بتلائے گی کہ اس کے اہل وعیال نے اس کی عدم موجودگی میں کیا کیا۔

اس حدیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانۂ آخر کی تین باتیں پہلے فرما دی ہیں:

اوّل یہ کہ آخر زمانہ میں درندے بھی آدمیوں سے باتیں کریں گے۔

دوم آدمی کے چابک کی رسّی کا پھندنا اور جُوتی کا تسمہ بھی اس سے کلام کرے گا۔

سوم آدمی کی ران اس کو یہ بتلائے گی کہ اس کے اہل وعیال نے اس کی عدم موجودگی میں کیا کیا ہے۔

منکرینِ علمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوش سے اس حدیث پر غور کریں بڑے افسوس کی بات ہے کہ آدمی کی ران کو تو یہ علم ہو جائے کہ اس کی عدم موجودگی میں اس کے اہل وعیال نے

---

[1] ترمذی شریف

کیا کچھ کیا۔ اپنی حالت آپ خود ہی سمجھ لیجئے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

اور علاماتِ قیامت و فتح قسطنطنیہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث ابوداؤد میں مروی ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُرُوْجُ الْمَلْحَمَۃِ فَتْحُ قُسْطُنْطِنِیَّۃِ وَفَتْحُ قُسْطُنْطِنِیَّۃِ خُرُوْجُ الدَّجَّالِ[1]

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ عظیم کا وقوع قسطنطنیہ کی فتح کا سبب ہوگا۔ اور قسطنطنیہ کی فتح دجال کے خروج کا سبب ہوگا۔

حدیثِ بالا سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالمی جنگ کا بھی علم ہے اور یہ بھی علم ہے کہ مسلمان قسطنطنیہ کو فتح کرلیں گے اور اس کے بعد فتنۂ دجال کا ظہور ہونا شروع ہو جائے گا اس لیے ایسے واقعات کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از وقت اطلاع فرمادی ہے۔

یاد رہے کہ حضور نبی غیب داں عالم ماکان و مایکون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت کی بہت سی علامتیں بیان فرمائی ہیں جس کا اِس کتاب میں ذکر کرنا خوفِ طوالت کی وجہ سے بہت دشوار ہے اس لیے مختصر طور پر یاد رکھیے کہ علاماتِ قیامت دو قسم پر منقسم ہیں:

اوّل علاماتِ صغریٰ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف سے حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور تک وجود میں آئیں گی جن کا کچھ ذکر اسی کتاب کے پچھلے مضمون زمانۂ حاضرہ میں بیان ہوچکا ہے اُس میں سے کچھ یہ بھی ہیں اغلام بازی کا عام ہو جانا، گالی گلوچ بکنا، جھوٹ کو ہنر سمجھنا، کم تولنا، کم ماپنا، دھوکہ و بددیانتی کا عام ہونا، بے غیرتی و بے حیائی کا عام ہو جانا، بے پردگی و فاحشہ چیزوں کا عام ہونا، زبان درازی کا عام ہونا، بے ادبی و گستاخی کا عام ہو جانا۔ آپس میں ہمدردی و سلوک کا اُٹھ جانا، آپس میں السلام علیکم کا سلسلہ ختم ہو جانا، لڑائی جھگڑا فساد و فتنے کا

---

[1] ابوداؤد شریف

زور ہو جانا، اچھی بات کی کوئی قدر و منزلت نہ رہنا، علماء حق کی عزت کا احساس لوگوں کے دلوں سے اُٹھ جانا، دینِ اسلام سے بہت دُور ہو جانا، احکام شرعیہ کا خاتمہ ہو جانا، عورت کا خاوند کی ناشکری کرنا، عورتوں کی بدزبانی، زبان درازی کا فتنہ عام ہو جانا، باطل فرقوں کا عام ہو جانا، کفار ممالک اسلامیہ پر قابض ہونے کے لیے اس طرح کوشش کریں گے جیسے دسترخوان پر کھانے کے لیے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ و بخاری و ترمذی و مسلم و ابن ماجہ و بیہقی وغیرہا) یہ سب چیزیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب داں ہونے کی دلیل قاہرہ ہیں اور آپ لوگوں کے سامنے ہیں۔

جب یہ تمام علامات و آثار اس کے علاوہ نشانیاں نمایاں ہو جائیں تو عیسائی بہت سے ملکوں پر غلبہ پاکر قبضہ کرلیں گے۔ پھر ایک مدت کے بعد عرب اور شام کے ملک میں ابوسفیان کی اولاد سے ایک شخص پیدا ہو گا جو سادات کو قتل کرے گا۔ اُس کا حکم ملک شام و مصر کے اطراف میں جاری ہو جائے گا۔ اس اثنا میں بادشاہِ روم کی عیسائیوں کے ایک فرقہ کے ساتھ جنگ اور دُوسرے فرقہ سے صلح ہو گی۔ ٹریبوالا فرقہ قسطنطنیہ پر قبضہ کرلے گا۔ بادشاہِ روم دارالخلافہ کو چھوڑ کر ملک شام میں آجائے گا اور عیسائیوں کے مذکورہ فرقہ دوم کی اعانت سے اسلامی فوج ایک خونریز جنگ کے بعد فرقہ مخالف پر فتح مند ہو گی۔ دشمن کی شکست کے بعد فرقہ موافق میں سے ایک شخص بول اٹھے گا کہ صلیب غالب ہوئی اور اسی کی برکت سے فتح کی شکل دکھائی دی۔ یہ سُن کر اسلامی لشکر میں سے ایک شخص اس سے مارپیٹ کرے گا اور کہے گا کہ نہیں دین اسلام غالب ہوا۔ اور اسی کی برکت سے فتح ہوئی۔ یہ دونوں اپنی اپنی قوم کو مدد کے لیے پکاریں گے جس کی وجہ سے فوج میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ بادشاہِ اسلام شہید ہو جائے گا۔ عیسائی ملک شام پر قبضہ کرلیں گے اور آپس میں دونوں عیسائی قوموں کی صلح ہو جائے گی۔ بقیۃ السیف مسلمان مدینہ منورہ چلے جائیں گے۔ عیسائیوں کی حکومت خیبر تک پھیل جائے گی۔ اُس وقت مسلمان اس تجسس میں ہوں گے کہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کو تلاش کرنا چاہیے تاکہ ان کے مصائب کے دفعیہ کے موجب ہوں اور دشمن کے پنجہ سے نجات دلائیں۔ (احادیث ترمذی و ابوداؤد)

اب علامات کبریٰ کے متعلق مختصر طور پر ملاحظہ فرمائیے۔

علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور

دوم علاماتِ کبریٰ، جو حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور سے نفخ صور تک وجود میں آتی رہیں گی اور آغازِ قیامت یہیں سے ہوگا۔ یہی بات سمجھنے کے لیے کافی ہوگی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا کہ میرا بیٹا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سردار ہے اور فرمایا:

سَيَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهٖ رَجُلٌ يُسَمّٰى بِاسْمِ نَبِيِّكُمْ[1]

عنقریب اس کی پشت سے ایک شخص پیدا ہوگا (یعنی امام مہدیؓ) جس کا نام تمہارے نبی کے نام پر ہوگا۔

دوسری حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ابوداؤد شریف میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْهِ رَجُلًا مِّنِّيْ اَوْ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اسْمُهٗ اِسْمِيْ وَاِسْمُ اَبِيْهِ اسْمَ اَبِيْ يَمْلَاُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا۔[2]

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے خاندان میں سے ایک شخص (امام مہدیؓ) کو بھیجے گا جس کا نام میرے نام پر ہوگا اور جس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے معمور کردے گا جس طرح کہ وہ اس وقت سے پہلے ظلم وستم سے معمور تھی۔

تیسری حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے:

---

[1] ابوداؤد [2] ابوداؤد

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَھْدِیُّ مِنِّیْ اَجلی الْجَبْھَۃِ اَقْنَی الْاَنْفِ۔[1]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدیؓ میری اولاد میں سے ہیں ان کی پیشانی روشن کشادہ اور بلند ناک ہو گی۔

مذکورہ تین احادیثِ شریفہ میں غور کیجئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے پیدا ہونے کی خبر دی اور آپ کے ماں باپ کے نام کی بھی خبر دی اور آپ کے حُلیہ کی بھی خبر فرما دی

معلوم یہ ہوا کہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے خاندان اور ان کے اسماء والدین اور اُن کے حلیہ تک کا آپ کو علم ہے۔

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ رکن و مقام ابراہیم (علیہ السلام) کے درمیان خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوں گے کہ آدمیوں کی ایک جماعت آپ کو پہچان کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرے گی اس واقعہ کی علامت یہ ہے کہ اس سے قبل گزشتہ ماہ رمضان میں چاند و سورج کو گرہن لگ چکے گا اور بیعت کے وقت آسمان سے یہ ندا آئے گی:

هٰذَا خَلِیْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِیُّ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَطِیْعُوْا۔

بیعت کے وقت آپ کی عمر چالیس سال ہو گی۔ خلافت کے مشہور ہونے پر مدینہ کی پاک فوجیں آپ کے پاس مکہ معظمہ چلی آئیں گی۔ شام و عراق و یمن کے اولیائے کرام و ابدال عظام اور ملک عرب کے لوگ آپ کی افواج میں داخل ہو جائیں گے اور کعبہ شریف میں جو خزانہ مدفون ہے جس کو تاج الکعبۃ کہتے ہیں۔ آپ اُس کو نکال کر مسلمانوں پر تقسیم فرمائیں گے۔ اسی اثنا میں خراسان سے مسلمان منصور نامی ایک بہت بڑی مسلمان فوج لے کر آپ کی مدد کے لیے آئے گا۔ جو راستہ میں بہت سے عیسائی بے دینوں کا صفایا کر دے گا اور ادھر سفیانی شخص مسلمانوں کا دشمن بہت بڑی فوج حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے مقابلے کے لیے بھیجے گا۔ یہ فوج جب مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے درمیان ایک میدان میں آ کر پہاڑ کے دامن میں مقیم ہو گی تو اُسی جگہ قدرتِ خداوندی سے سب فوج زمین میں ہی دھنس جائے گی۔ مگر صرف دو آدمی بچ جائیں گے۔ ایک

---

[1] ابوداؤد شریف

حضرت امام مہدی کو اور سفیانی دشمن کو مطلع کرنے کے لیے افواج مسلمانوں کی خبر سن کر عیسائی چاروں طرف سے اور روم کے ممالک سے فوج کثیر لے کر حضرت امام مہدیؓ کے مقابلے کے لیے شام میں مجتمع ہو جائیں گے ان کی فوج کے اس وقت ستّر جھنڈے ہوں گے ہر جھنڈے کے نیچے بارہ بارہ ہزار آدمی (۸۴۰۰۰۰) ہوں گے۔ (مسلم)

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ مکہ شریف سے کوچ فرما کر مدینہ منورہ پہنچیں گے اور رسولِ خدا احمد مجتبیٰ جناب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے گنبدِ خضریٰ روضہ انور پر حاضری وزیارت سے مشرف ہو کر شام کی جانب روانہ ہو جائیں گے اور دمشق کے قرب وجوار عیسائیوں کی فوج کا آمنا سامنا ہو جائے گا تو حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی فوج کے تین گروہ ہو جائیں گے؛

ایک تو نصاریٰ کے ڈر سے بھاگ جائے گا جن کی توبہ کبھی قبول نہ ہوگی۔

دوم وہ گروہ جو شہید ہو کر بدر و اُحد کے شہداء کے مراتب کو پہنچیں گے۔

سوم وہ جو فتحیابی حاصل کرنے یا انجام بد سے بچنے کے لیے چھٹکارا پالیں گے۔ آپ کے ساتھ زندہ ہی ہوں گے۔

دوسرے روز بھی جنگ ہوگی جس میں آپ کے ساتھیوں نے موت یا فتح کا عہد کر لیا ہوا تھا وہ سب شہید ہو جائیں گے۔ حضرت امام مہدیؓ باقیماندہ قلیل کے ساتھ تیسرے روز لڑیں گے۔ وہ بھی شہادت کا جام نوش کریں گے۔ پھر چوتھے روز حضرت امام مہدیؓ رضی اللہ عنہ محافظ جماعت کو لے کر جو بہت کم ہوں گے دشمن سے لڑیں گے۔ اسی دن خدا تعالیٰ ان کو فتح مبین عطا فرمائے گا۔ عیسائی تباہ و برباد ہو جائیں گے جو تھوڑے بہت رہ جائیں گے وہ ذلت و رسوائی کے ساتھ بھاگیں گے۔ مسلمان ان کا تعاقب کر کے بہتوں کو جہنم رسید کر دیں گے۔ اس کے بعد حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ بے انتہاء اس فوج کو انعام و اکرام تقسیم فرمائیں گے۔ اور حضرت امام مہدی بلاد اسلام کے نظم و نسق اور فرائض اور حقوق العباد کی انجام دہی میں مصروف ہوں گے۔ ہر طرف اپنی فوجیں پھیلا دیں گے۔ ان مہمات سے فارغ ہو کر فتح قسطنطنیہ کے لیے کوچ فرمائیں گے۔ بحیرۂ روم کے ساحل پر پہنچ کر قبیلۂ بنو اسحاق کے ستّر ہزار بہادروں کو کشتیوں

پر سوار کر کے اُس شہر کی خلاصی کے لیے جس کو استنبول بھی کہتے ہیں معین فرمائیں گے۔ جب یہ فصیل شہر کے قریب پہنچ کر نعرہ اللہ اکبر بلند کریں گے تو ان کی فصیل نام خدا کی برکت سے منہدم ہو جائیگی مسلمان ہلّہ کر کے شہر میں داخل ہو جائیں گے۔ سرکشوں کو قتل کر کے ملک کا نظام نہایت عدل و انصاف کے ساتھ کریں گے۔ ابتدائی بیعت سے اُس وقت تک چھ سات سال کا عرصہ گزرے گا آپ ملک شام کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ (از احادیث)

یہ جو کچھ بیان ہوا بہت قلیل۔ اب فتنۂ دجّال کا ظہور ملاحظہ فرمائیے۔

علم غیب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اور دجّال کا ظہور

دجّال قوم یہود میں سے ہوگا۔ عوام میں اس وقت اس کا لقب مسیح ہوگا۔ ترمذی شریف میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

قَالَ الدَّجَّالُ يَخْرُجُ مِنْ أَرْضٍ بِالْمَشْرِقِ يُقَالُ لَهَا خُرَاسَانُ [1]	فرمایا کہ دجّال مشرق کی ایک زمین سے نکلے گا جس کا نام خراسان ہوگا۔

دُوسری حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیہقی میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

يَخْرُجُ الدَّجَّالُ عَلٰى حِمَارٍ أَقْمَرَ مَا بَيْنَ أُذُنَيْهِ سَبْعُوْنَ بَاعًا [2]	دجّال ایک سفید گدھے پر سوار ہو کر نکلے گا جس کے دونوں کانوں کے درمیان کا حصہ ستر باع چوڑا ہوگا۔

تیسری حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسلم شریف میں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

---

[1] ترمذی [2] بیہقی

اَلدَّجَّالُ اَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُسْرٰی جُفَالُ الشَّعْرِ مَعَهٗ جَنَّةٌ وَّنَارٌ فَنَارُهٗ جَنَّةٌ وَّجَنَّتُهٗ نَارٌ[1]

دجال کی بائیں آنکھ کانی ہوگی۔ بہت کثرت سے بال ہوں گے۔ اس کے ساتھ جنت و دوزخ ہوگی۔ اس کی آگ حقیقت میں جنت ہوگی اور اسکی جنت حقیقت میں آگ ہوگی۔

آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوْحُ الْعَيْنِ عَلَيْهَا ظَفَرَةٌ غَلِيْظَةٌ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ (ک، ف، ر) يَقْرَءُهٗ كُلُّ مُؤْمِنٍ كَاتِبٍ وَّغَيْرُ كَاتِبٍ[2]

بے شک دجال کی آنکھ بیٹھی ہوئی ہوگی اور دوسری آنکھ پر موٹا سا ناخونہ ہوگا اس کی آنکھوں کے درمیان کافر (ک۔ف۔ر) لکھا ہوا ہوگا۔ جس کو ہر مومن خواہ وہ پڑھا لکھا ہو یا نہ پڑھ لے گا۔

مذکورہ احادیث شریفہ سے یہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی معلوم ہے کہ دجال کون ہے اور کہاں سے خروج کرے گا۔ اور یہ بھی علم ہے کہ گدھے پر سوار ہو کر نکلے گا۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اُس کے ساتھ جنّت و دوزخ ہوگی (لیکن حقیقت میں نہیں) اور یہ بھی معلوم ہے کہ دجّال کانا ہوگا۔ اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا جسے ہر مومن خواہ اَن پڑھ ہو پڑھ لے گا۔ ثابت ہُوا کہ آپ کو تمام حالات کا علم ہے جس کی آپ نے پہلے ہی خبر فرما دی ہے۔

دجال خدائی اور نبوت کا جھوٹا دعویٰ بھی کرے گا اور ستّر ہزار یہودی لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کے پاس خزانہ بہت بڑا ذخیرہ ہوگا۔ جو لوگ اس کی الوہیت کا اقرار کرلیں گے ان کے لیے اُس کے حکم سے بارش ہوگی اناج پیدا ہوگا درخت پھل دار اور مویشی موٹے تازے ہوں گے جو اس کی مخالفت کریں گے اُن کے لیے اپنے حکم سے اشیاء خوردہ بند کر دے گا۔

---

[1] مسلم [2] مسلم

مگر خدا داد بندوں کی غذا تسبیح وتہلیل ہو جائے گی۔ زمین کے خزانوں کو حکم دے گا وہ اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ بعض آدمیوں سے کہے گا میں تمہارے مردوں ماں باپ کو زندہ کرتا ہوں تاکہ تم اس قدرت کو دیکھ کر میری خدائی کا یقین کر لو۔ پھر یہ یمن میں جائے گا۔ بددین لوگ اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ پھر لوٹ کر مکہ معظمہ کے قریب سن ہو جائے گا اور پھر یہ مدینہ منورہ کی طرف قصد کرے گا تو خدا کے ملائکہ اس کو اس میں داخل نہ ہونے دیں گے اور دجال کی فوج بھی مدینہ اقدس میں داخل نہ ہو سکے گی۔ پھر ایک بزرگ آ کر دجال سے کہیں گے خدا کی قسم تُو وہی دجال ہے جس کے متعلق رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دجال غصہ میں آ کر کہے گا اس کو آرا سے چیر دو۔ پس وہ ٹکڑے کر کے دائیں بائیں جانب پھینک دے گا اور لوگوں سے کہے گا کہ اگر میں دونوں ٹکڑوں کو جوڑ کر پھر اس شخص کو زندہ کر دوں۔ تو میری الوہیت کا اقرار کریں گے۔ اس کے ساتھی کہیں گے ہم پہلے ہی سے مان رہے ہیں۔ ہاں اگر ایسا ہو جائے تو مزید یقین ہوگا۔ پس دجال دونوں ٹکڑوں کو حکم دے گا کہ جمع ہو کر زندہ ہو جائے۔ وہ شخص زندہ ہو جائے گا دجال کہے گا بتاؤ اب بھی میری خدائی میں شک کرتے ہو تو وہی شخص پھر کہے گا واقعی خدا کی قسم تُو ہی مردود دجال ہے پھر دجال غصہ میں آ کر کہے گا اس کی گردن پر چھری چلا دو۔ تو بحکم رب تعالیٰ اس کی گردن پر چھری نہ چلے گی تو دجال شرمندہ ہو کر کہے گا: اس کو آگ میں پھینک دو۔ تو اس شخص پر آگ نہیں بلکہ بہار ہو جائے گی۔ اس کے بعد دجال کی طاقت زندہ مردہ ختم ہو جائے گی۔ (ابو داؤد) اور ملک شام کی طرف روانہ ہو جائے گا اور قبل اس کے حضرت امام مہدیؓ دمشق آ چکے ہوں گے اور جنگ کی پوری تیاری وترتیبِ فوج کر چکے ہوں گے اسبابِ حرب تقسیم کرتے ہوں گے۔ ہٰکذا المختصر از احادیث اب آگے ملاحظہ فرمائیے۔

علم غیب مصطفوی صلوٰۃ اللہ وسلامہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مشکوٰۃ شریف باب الملاحم میں مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب دجال خروج کرے گا تو اس وقت جو مجاہدین دجال کا مقابلہ کرنے کے لیے تیاری کریں گے میں ان کے نام اور ان کے باپ دادوں کے نام اور

اُن کے گھوڑوں کے رنگ کو پہچانتا ہوں وہ روئے زمین پر بہترین سوار ہیں۔

حدیث شریف ملاحظہ ہو:

انی لاعرف اسمائھم و اسماء اٰبائھم و الوان خیولھم خیر فوارس او من خیر فوارس علی اظھر الارض[1]

غور فرمایئے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اُن مجاہدینِ اسلام کے اسماء اور ان کے آباء کے اسماء اور ان کے گھوڑوں کے رنگ تک کو جانتے ہیں۔ جب آپ قربِ قیامت کے لوگوں کو جانتے ہیں تو جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تو کیا ہم کو نہیں جانتے۔ ضرور جانتے اور پہچانتے ہیں۔

علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور نزول حضرت سیدنا عیسٰی علیہ السلام

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں (مؤذن عصر کی نماز کی اذان دے گا لوگ نماز کی تیاری میں ہوں گے)

اِذْ بَعَثَ اللہُ الْمَسِیْحُ ابْنَ مَرْیَمَ فَیَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَۃِ الْبَیْضَاءِ شَرْقِیَّ دِمَشْقَ بین مہدو تین واضعًا کفیہ علی اَجْنِحَتَیْنِ مَلَکَیْنِ اِذَا طَاطَارَاْسَہٗ وَ اِذْ دَفَعَہٗ تَحَدَّرَ مِنْہُ مِنْہُ مِثْلُ جُمَّانٍ کَاللُّؤْلُؤا فلا یحل لِکَافِرٍ یجد من رِیْحِ نَفْسِہٖ اِلَّا مَاتَ[2]

اچانک اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا جو دمشق کے مشرقی سفید منارہ پر نازل ہوں گے۔ اُس وقت حضرت عیسٰی علیہ السلام زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوں گے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے آسمان سے نازل ہوں گے وہ اپنا سر جھکائیں گے تو پسینہ ٹپکے گا۔ اور سر اٹھائیں گے

---

[1] مشکوٰۃ شریف [2] ترمذی

توان کے سر سے چاندی کے دانوں کی
مانند جو موتیوں جیسے ہوں گے قطرے
گریں گے جو کافر آپ کے سانس کی ہوا
پائے گا مر جائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ صلوٰۃ والسلام کے نازل ہونے کے تمام حالات کا بھی علم ہے۔ جبھی آپ نے ان کے نزول کے متعلق پہلے ہی سے خبر فرما دی ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عالمین میں جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کا آپ کو علم ہے۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارہ پر جلوہ افروز ہو کر آواز دیں گے: سُلَّم۔ یعنی سیڑھی لے آؤ۔ پس سیڑھی حاضر کر دی جائے گی۔ آپ اس کے ذریعہ سے فروکش ہو کر حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ سے ملاقات فرمائیں گے۔ پھر آپ نماز میں شامل ہوں گے۔ آپ رات امن و امان کے ساتھ بسر کریں گے۔ دُوسرے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میرے لیے ایک گھوڑا و نیزہ لاؤ تاکہ اس دجال ملعون کے شر سے زمین کو پاک کر دوں۔ پس دجال پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اسلامی فوج اس کے لشکر پر حملہ آور ہو گی جہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس کی ہوا جائے گی وہ وہیں نیست و نابود ہو جائیں گے۔[1]
دجال آپ کے مقابلے سے بھاگے گا اور مقامِ لُد (ملک شام میں ایک پہاڑ ہے) پر جا کر چھپے گا۔ تو آپ اس کا تعاقب کر کے وہاں پہنچیں گے اور دجال کو قتل کر دیں گے۔ اگر آپ جلدی نہ کریں گے تو دجال آپ کے سانس سے ہی پگھل جائے (جیسے پانی میں نمک) اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام، جو لوگ دجال کے فتنہ سے تکالیف اٹھاتے رہے اور اسکی پیروی نہ کی اُن کو جنت و اجرِ عظیم کی بشارت دیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل خنزیر اور شکست صلیب اور کفار سے جزیہ نہ قبول کرنے کے احکام صادر فرما کر تمام کفار کو اسلام کی

---

[1] مسلم شریف

طرف مدعو فرمائیں گے۔ خدا کے فضل سے کوئی کافر بلادِ اسلام میں نہ رہے گا۔ بعد ازاں حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی آپ کی نماز جنازہ پڑھا کر دفن فرمائیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف)

ھذا بیانٌ قلیلٌ۔ اب فتنہ یاجوج و ماجوج کے متعلق ملاحظہ فرمائیے۔

علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور فتنۂ قوم یاجُوج و ماجُوج

حدیث ترمذی شریف میں مروی ہے کہ حضور نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے:

اِذْ اُوْحِیَ اللّٰہُ اِلٰی عِیْسٰی اَنِّیْ قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا اِلَیَّ لَا یَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِھِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِیْ اِلَی الطُّوْرِ وَیَبْعَثُ اللّٰہُ یَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ فَیَمُدُّ اَوَائِلُھُمْ عَلَی الْبُحَیْرَۃِ طَبْرِیَّۃِ فَیَشْرَبُوْنَ مَا فِیْھَا۔[1]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی بھیجے گا کہ میں نے اپنے بہت سے بندے پیدا کیے ہیں جن میں لڑنے کی طاقت نہیں تم میرے بندوں کو کوہِ طور کی طرف لے جاؤ (جہاں مضبوط قلعہ ہے) پھر خدا تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کو بھیجے گا جو ہر بلند زمین سے اُتریں گے اور دوڑیں گے اور ان کی جماعت طبریہ (یعنی واقع شام) کے تالاب پر پہنچے گی اور اس کا سارا پانی پی جائے گی۔

غور فرمائیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم یاجوج اور ماجوج کے بھی تمام حالات بیان

---

[1] ترمذی

فرمادیے ہیں ۔ بتائیے پھر اس آقائے سیدِ دوجہاں سے کوئی شے مخفی ہو سکتی ہے ! ہرگز نہیں ۔
جنہوں نے ہر آئندہ چیز کے متعلق کئی سو سال پہلے خبر فرمادی ہے ۔

یاجوج وماجوج ایسی خطرناک قوم ہو گی کہ لوگوں کے قتل کرنے میں ذرا دریغ نہ کرے گی ۔
وہی لوگ محفوظ رہیں گے جو کوہ طور کے ایک قلعہ میں ہوں گے ۔ یہ قلعہ آجکل بھی موجود ہے ۔ یہ
یاجوج وماجوج بحیرۂ طبریہ میں پہنچے گی جو اس کا تمام پانی پی کر خشک کر دے گی ۔ بحیرۂ
طبریہ طبرستان میں ایک مربع چشمہ ہے ۔ یہ قوم چلتی چلتی جبل خمر پر پہنچے گی جو بیت المقدس کا ایک
پہاڑ ہے تو یہاں آ کر یہ قوم کہے گی کہ زمین کے تمام لوگ تو ہم نے مار ڈالے اب آسمان والوں کو
قتل کریں وہ آسمان پر تیر پھینکیں گے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ان تیروں کو ویسے ہی خون آلودہ
کر کے لوٹا دے گا ۔ قوم یاجوج وماجوج بڑی خوش ہو گی کہ ہم نے تو آسمان والوں کو بھی
مار دیا ہے ۔ اس فتنہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہمراہیوں پر غلہ کی زبردست تنگی ہو گی ۔
(ابو داؤد و مشکوٰۃ) آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرمائیں گے اور ہمراہی
آمین کہیں گے ۔ تو اللہ تعالیٰ قوم یاجوج وماجوج پر ایک بیماری (مثل طاعون کے) نازل فرمائیگا
جس سے تمام قوم یاجوج وماجوج رات ہی میں تباہ ہو جائے گی ۔ پھر ایک جانور پرندوں کی ٹولی
اللہ تعالیٰ بھیجے گا جو ان لاشوں کو جزیروں اور دریاؤں میں پھینک دے گی اور بارش بھی ہو گی
پھر لوگ بڑی اچھی زندگی بسر کریں گے ۔ یہ سب واقعات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ہونگے
دنیا میں آپ کا قیام چالیس برس رہے گا ۔ (ترمذی و ابو داؤد) ھذا بیان قلیل ۔

یاد رہے کہ قصہ یاجوج وماجوج کے متعلق قرآن کریم نے بھی سورۂ کہف میں بیان فرمایا ہے
جس کے ساتھ حضرت ذوالقرنین کی دیوار بنانے کا ذکر ہے اور اس دیوار سے ہی اپنے وقت
کے مطابق یہ قوم خروج کرے گی ۔

علمِ غیبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلّم

اور حضرت سیدنا علیٰ علیہ السلام و ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے ؛

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ وَیَمْکُثُ خَمْسًا وَّ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ثُمَّ یَمُوْتُ فَیُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ فَاَقُوْمُ اَنَا وَعِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ فِیْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَیْنَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ۔[1]

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام زمین پر نازل ہوں گے نکاح کریں گے اور ان کے اولاد ہو گی وہ پینتالیس برس تک دنیا میں رہیں گے پھر وہ وصال فرمائیں گے اور میری قبر میں دفن کیے جائیں گے (قیامت کے دن) میں اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک قبر سے ابی بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے درمیان اُٹھیں گے۔

حدیث بالا سے چار باتیں روشن ہوئیں :

اول یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد نکاح کرنا اور اُن کے ہاں اولاد بھی پیدا ہونے کا علم ہے۔

دوم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی علم ہے کہ قیامت کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام میرے روضۂ اطہر میں میرے ساتھ مدفون ہوں گے۔

سوم یہ کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو یہ بھی علم تھا کہ میرے ساتھ روضۂ اطہر میں حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مدفون ہوں گے۔ جیسا کہ آج بھی یہ بات روشن ہے۔

چہارم آپ کو یہ بھی علم ہے کہ قیامت کے دن ہم چاروں اکٹھے ہی اُٹھیں گے۔

اب اس کے بعد ایک شخص کے پیدا ہونے کے اور دیگر حالات کے متعلق ملاحظہ فرمائیے۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف

علمِ غیبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفہ جہجا و دُھواں و طلوع الشمس من مغربہا و دابۃ الارض اور سرد ہوا کا ظہور

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصالِ شریف کے بعد ازاں ایک شخص خلیفہ ہونگے جن کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ رَجُلٌ مِنْ قَحْطَانَ يُقَالُ لَهُ الْجَهْجَاہُ[۱]

قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ ایک شخص قحطان سے نکلے گا جس کو جہجا کہا جائے گا۔

معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے شخص کے خاندان اور اس کے نام تک کا علم ہے جو قیامت کے بالکل قریب پیدا ہونے والا ہے۔ یہ شخص مسمّٰی جہجا خلیفہ ہوں گے اور نہایت ہی عدل و انصاف کے ساتھ امورِ خلافت کو سرانجام دیں گے۔ اسی اثنا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک مقام مشرق میں دھنس جائے گا اور دُوسرا مغرب میں، جس سے منکرین لوگ ہلاک ہو جائیں گے (ابو داؤد)۔

اس کے بعد ایک دُھواں نمودار ہو کر زمین پر چھا جائے گا جس سے لوگ تنگ ہوں گے تو مسلمان صرف ضعفِ دماغ و کدورتِ حواس و زکام میں مبتلا ہو جائیں گے۔ مگر منافقین و کفار بیہوش ہو جائیں گے۔ یہ دُھواں چالیس دن تک رہے گا۔

بعدہٗ تین چار راتیں بہت لمبی گزریں گی اس کے بعد سورج مغرب سے ایک قلیل روشنی کے ساتھ طلوع ہوگا تو لوگ توبہ و استغفار کریں گے مگر توبہ کا دروازہ اس وقت بند ہو جائیگا۔

اس کے بعد اپنی معمولی روشنی کے ساتھ مشرق سے طلوع ہوتا رہے گا۔ دُوسرے روز کوہِ صفا جو کعبہ کے مشرقی جانب واقع ہے زلزلہ سے پھٹ جائے گا۔ (مسلم شریف)

دابۃ الارض، یہ ایک نادر شکل کا جانور سات جانوروں سے مشابہت رکھتا ہوگا۔

---

[۱] مسلم شریف

چہرہ میں آدمی سے، پاؤں میں اُونٹ سے، گردن میں گھوڑے سے؛ دُم میں بیل سے، سر میں ہرن سے، سینگوں میں بارہ سنگوں میں سے، ہاتھوں میں بندر سے اور نہایت فصیح اللسان ہوگا اس کے ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور دُوسرے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری یہ جانور بہت تیزی سے شہروں میں دورہ کرے گا۔ جو آدمی صاحبِ ایمان ہوگا اس کی پیشانی پر ایک نورانی خط کھینچے گا جس سے اس کا چہرہ چمکے گا اور انگشتری سے جو صاحبِ ایمان نہ ہوگا اس کی پیشانی پر مُہر کالے رنگ کی لگادے گا جس سے اس کا چہرہ سیاہ ہوجانے گا۔ اُس کے بعد ٹھنڈی ہوا جنوب سے چلے گی جس سے مومن خوش ہوں گے اور کافر مرنے شروع ہوجائیں گے اس کے بعد حبش کا غلبہ ہوگا اور وُہ خانہ کعبہ کو ڈھادیں گے۔ حج موقوف ہوجائے گا۔ قرآن شریف دلوں، زبانوں اور کاغذوں پر سے اُٹھالیا جائے گا۔ خدا ترسی، حق شناسی، خوفِ آخرت لوگوں کے دلوں سے معدوم ہوجائے گا۔ تمام برائیوں کا دورہ ہوجائے گا۔ پھر ایک آگ نمودار ہوگی لا تقوم السّاعة الّا فی یوم الجمعه۔ پھر روز جمعہ دسویں محرم شریف کو نفخ صور ہوگا۔ اُسی روز قیامت برپا ہوجائے گی۔ (ہکذا مشکوٰۃ، ابوداؤد و ترمذی)

گوشتہ مضمون میں یہ جو گزر چکا ہے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو یہ علم تھا کہ میرے روضۂ اطہر میں حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق و حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما مدفون ہوں گے اور قیامت کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مدفون ہوں گے۔ اب مناسب سمجھتا ہُوں کہ یہ بھی بیان کیے دُوں کہ حضور انور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو اپنے وصال شریف اور مقام کا بھی علم تھا تاکہ اس شُبہ کا ازالہ بھی ہوتا جائے۔

مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وصال اور مقام کا علم

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے:

عَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ قَالَ بَعَثَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف

وَسَلَّمَ اِلَی الْیَمَنِ خَرَجَ مَعَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْصِیْہِ وَمُعَاذٌ رَاکِبٌ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْشِیْ تَحْتَ رَاحِلَتِہٖ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا مُعَاذُ اِنَّکَ عَسٰی اَنْ لَّا تَلْقَانِیْ بَعْدَ عَامِیْ ھٰذَا اَوْ لَعَلَّکَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِیْ ھٰذَا اَوْ قَبْرِیْ فَبَکٰی مُعَاذٌ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔[1]

بھیجتے وقت حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کے ساتھ وصیت فرماتے ہوئے تشریف لائے اور جب وصیت فرما چکے تو فرمایا اے معاذ قریب ہے کہ اس سال کے بعد ہماری تمہاری ملاقات نہ ہو اور شاید کہ تم میری اس مسجد اور قبر پر سے گزرو۔ یہ کلمہ جانگزیں سن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فراقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال سے بے قرار ہو کر رونے لگے۔

اس حدیث شریفہ سے یہ معلوم ہوا کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وصال فرمانے اور اپنی آخری آرامگاہ کا بھی علم تھا۔ جب حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ فرمایا کہ قریب ہے اس سال کے بعد ہماری تمہاری ملاقات نہ ہو۔ اور ان تمر بمسجدی ھذا و قبری (ہوسکتا ہے تم میری مسجد و قبر پر سے گزرو) یہ کلمہ جانگزیں سُن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیقرار ہو کر فراق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رونے لگے۔ آپ یقین کیجئے کہ آج بھی اس حدیث مبارکہ کو پڑھتے اور لکھتے دیکھتے بے اختیار آنسو بھر آتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ بھی علوم خمسہ میں سے ہے کہ کوئی کب مرے گا اور کہاں مرے گا۔

ایک اور حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَی الْحَوْضِ مِنْ مَقَامِیْ ھٰذَا ثُمَّ قَالَ اِنَّ عَبْدًا عُرِضَتْ

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اس مقام سے حوض کوثر کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ پھر

---

[1] مشکوٰۃ شریف

عَلَيْهِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا فَاخْتَارَ الْآخِرَةَ [1]

آپ نے فرمایا خدا کا ایک بندہ جس کے سامنے دنیا کی زینت پیش کی گئی۔ لیکن اس بندہ نے آخرت کو پسند کیا۔

اس حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وصال کے وقت کا علم تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ فرش پر کھڑے ہو کر حوضِ کوثر کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ بتائیے جو حوضِ کوثر کو زمین پر رہ کر ملاحظہ فرما رہے ہیں اُن سے دنیا کی کوئی شے مخفی رہ سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

اس حدیث کے آگے آتا ہے کہ جب آپ نے یہ الفاظ دُہرائے کہ بندہ کو اختیار دیا گیا ہے کہ وُہ دنیا کو پسند کرے یا آخرت کو۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ الفاظ سن کر رونے لگے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہُوا کہ نبی اللہ کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وُہ جب چاہیں اپنا وصال ہونا پسند فرمائیں۔ یہ صرف آپ ہی کے لیے نہیں بلکہ کُل انبیاء علیہم السلام کو اختیار ہوتا ہے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے:

أَنَّهُ لَنْ يُقْبَضَ نَبِيٌّ حَتّٰى يَرٰى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرُهُ [2]

تحقیق کسی نبی کی رُوح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی جب تک وہ اپنا ٹھکانا جنّت دنیا ہی میں نہ دیکھ لیں اور پھر انھیں اختیار دیا جاتا ہے چاہے دنیا میں رہنا پسند کرلیں یا آخرت کا۔

اس حدیث مبارکہ سے دو ۲ باتیں واضح ہوگئیں:

ایک یہ کہ نبی اللہ کو اپنے مقامِ جنّت کا بھی علم ہوتا ہے۔

دوسری یہ کہ خدا کے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو یہ اختیار ہوتا ہے جب اُن کی مرضی ہو وہ وصال فرمائیں۔ یہ ہر نبی کا خاصہ ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے انبیاءِ علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر قیاس کرنے والوں کے لیے

---

[1] مشکوٰۃ شریف [2] بخاری و مسلم شریف

اور یہ کہنے والوں کہ نبی کو (معاذ اللہ) اپنے خاتمہ کا بھی پتہ نہیں۔ ایک زبردست دلیل ہے۔ اس کے علاوہ اور بے شمار احادیث ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمانے کے متعلق پہلے ہی خبریں دے دیں۔ یاد رہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے انتقال کے بعد اُسی طرح زندہ رہتے ہیں جس طرح وُہ اپنی ظاہری حیات میں ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی وفات کے متعلق پہلے ہی خبریں دی ہیں اور بہت سے اولیاء کرام علیہم الرحمۃ کو بھی اس جناب کے واسطہ سے اپنے انتقال کا علم ہوتا ہے۔ جیسا کہ صاحب تفسیر عرائس البیان آیہ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ کے ماتحت فرماتے ہیں،

وربما قالوا انی امرت بموضع کذا ومنهم ابو غریب الاصفهانی قدس اللہ روحه مرض فی شیراز فی زمان الشیخ ابی عبد اللہ بن حنیف قدس روحه وقال ان امت فی شیراز فلا دفنونی الا فی مقابر الیهود فانی سالت اللہ ان اموت فی طرطوس فبرأ ومضی الی طرطوس ومات بها رحمة اللہ علیه [1]	حاصل یہ ہے کہ اولیاء اللہ نے اکثر کہا ہے کہ میں فلاں جگہ مروں گا اور انہی میں سے ابو غریب اصفہانی رحمہ اللہ بھی ہیں کہ وہ بھی شیراز میں ابو عبد اللہ بن حنیف رحمہ اللہ کے زمانہ میں مریض ہو کر کہنے لگے کہ اگر میں شیراز میں مروں تو مجھ کو مقابر یہود میں دفن کرنا میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ میں طرطوس میں مروں۔ پس وہ اچھے ہو گئے اور طرطوس میں جا کر وفات پائی۔

اس آیت کی تفسیر سے یہ معلوم ہو گیا کہ حضرت ابو غریب اصفہانی رحمہ اللہ کو یہ یقین تھا کہ ہمیں طرطوس جا کر موت آئے گی جبھی تو دعوے سے فرما دیا کہ اگر شیراز میں وفات ہو تو مجھے یہودیوں کے گورستان میں دفن کرنا یعنی مجھے شیراز میں ہرگز موت نہ آئے گی۔ کیا اب بھی

---

[1] تفسیر عرائس البیان

کسی کو شبہ کی گنجائش رہ سکتی ہے کہ جس آیت شریفہ کو مخالفین جگہ جگہ اپنے باطل عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے پھرتے ہیں کہ کسی کو معلوم نہیں کہ کوئی کب اور کہاں مرے گا۔ ہم نے اسی آیت کے ماتحت تفسیر کا حوالہ دے کر ثابت کر دیا کہ اُس حضرت جناب کی بدولت اس کا علم اولیاءِ کرام علیہم الرحمۃ کو بھی ہوتا ہے چہ جائیکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ جیسا کہ یہ بھی لکھا جا چکا کہ آیت بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ سے ذاتی علم مراد ہے نہ یہ کہ کسی کو یہ علم عطا نہیں ہوتا۔

اس کے علاوہ شیخ ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی فی اسماء الرجال میں[1] حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا حال لکھتے ہیں:

قال المزنی دخلت علی الشافعی فی علته التی مات فیها فقلت کیف اصبحت قال اصبحت من الدنیا راحلاً وللاخوانی مفارقاً وللکاس المنیة شارباً ولسوء اعمالی ملاقیاً وعلی اللہ وارداً۔

یعنی مزنی نے کہا کہ جس مرض میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی اس میں ان کے پاس گیا اور میں نے کہا کہ آپ نے کس حال میں صبح کی۔ فرمایا اس حال میں کہ میں دنیا سے سفر کرنے والا ہوں۔ اپنے بھائیوں سے جدا ہونے والا ہوں۔ موت کا جام پینے والا ہوں اپنے ایسے ہونے اعمال سے ملنے والا ہوں۔ اللہ پر وارد ہونے والا ہوں۔

لیجئے جناب! یہاں تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات کی پہلے ہی خبر دی اور مخالفین کو ابھی جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں بھی شبہ ہے۔

مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے انتقال کا علم

اُمّ المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بخاری شریف میں مروی ہے

[1] اسماء الرجال

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لختِ جگر حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بحالتِ علالت بلایا اور ان کے کان میں کوئی بات کہی (یعنی میں اس مرض میں وصال کر جانے والا ہوں) تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ پھر آپ نے ان کے کان میں کچھ فرمایا تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں۔ حضرت ام المومنینؓ فرماتی ہیں کہ مَیں نے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی سے رونے اور ہنسنے کی وجہ دریافت کی تو حضرت زہرا خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پہلی بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میرا اس مرض میں وصال ہوگا۔ جس کی وجہ سے میں رونے لگی۔

پھر دوبارہ آپ نے یہ فرمایا:

ثُمَّ سَارَنِیْ فَاَخْبَرَنِیْ اَنِّیْ اَوَّلُ اَھْلِ بَیْتِہٖ اَتْبَعُہٗ فَضَحِکْتُ [1]

پھر میری اہلِ بیت میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے ملوگی تو میں ہنسنے لگی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیٹی سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کا علم تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کے وصال کے چھ ماہ بعد حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا۔

مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت سیدہ زینبؓ کے انتقال کا علم

ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے عرض کی: یا حبیب اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم)، بتائیے آپ کے وصال کے بعد ہم میں سب سے پہلے کون انتقال کرے گی؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اطولکن یداً [2]

جو تم میں سب سے زیادہ خیرات کرنے والی ہے۔
(یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا)

---

[1] بخاری شریف [2] بیہقی شریف

ازواج مطہرات فرماتی ہیں کہ آپ کے وصال کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو ہم نے سمجھ لیا کہ آپ نے انہیں کے متعلق فرمایا تھا اس لیے کہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بہت سخی اور خیرات کرنے والی تھیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زوجہ کے انتقال کا علم تھا۔ کہیں ایسا نہ سمجھ لیجیے کہ اسی زوجہ کے انتقال کا ہی علم تھا بلکہ ساری دنیا کے لوگوں کے زندہ رہنے اور مرنے کا آپ کو علم ہے۔

مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کا علم

حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں بیمار ہوگئیں۔ ان کے عزیز و اقارب گھبرائے تو آپ نے فرمایا:

اَخْرِجُوْنِیْ مِنْ مَّکَّۃَ فَاِنِّیْ لَا تَمُوْتُ بِہَا اِنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَنِیْ اِنِّیْ لَا اَموت بمکۃ[1]	مجھے مکہ شریف سے لے چلو کیونکہ میں مکہ میں وفات نہیں پاؤں گی اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا ہے۔

چنانچہ ان کے عزیز و اقارب ان کو مکہ سے لے کر مدینہ منورہ آ گئے تو مدینہ پاک میں ہی ان کا انتقال ہوا۔

ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے انتقال اور مقام کا بھی علم تھا۔ اور سبحان اللہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان اور صحابیات اور ازواجِ مطہرات اور اہل بیت رضوان اللہ کا سرورِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ غیب پر کتنا پختہ ایمان تھا۔

---

[1] بیہقی

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم

اسد اللہ الغالب حیدر کرار سیدنا حضرت علی المرتضےٰ مشکل کشا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

"تمہیں ایک ضرب یہاں اور ایک یہاں لگے گی۔"

اور آپ نے کنپٹی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

فَيَسِيلُ وَمَاحَتّٰى يَخْضِبَ لحيتك [۱] — پس تمہارے خون نکلے گا اور تمہاری واڑھی خون میں تر ہو جائے گی۔

اس حدیث مبارکہ میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام المشارق والمغارب حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کا نقشہ قبل از وقت کھینچ کر رکھ دیا ہے اور اس کی کیفیت بھی بیان فرمادی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم تھا۔

حاکم کی روایت میں ہے کہ ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔ لوگوں نے آپ کی حالت دیکھ کر کہا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی مرض میں انتقال فرما جائیں گے جس پر حضور نبی غیب داں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لن یموت الا مقتولا۔ [۲] — ہرگز نہیں۔ علی تو شہید ہوں گے۔ (یعنی اس مرض میں ان کا انتقال نہیں ہوگا)

تو حاصل یہ ہوا کہ حضرت امام المشارق والمغارب سیدنا علی المرتضیٰ مشکل کشا رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا جس کی آپ نے قبل از وقت خبر فرمادی۔

---

[۱] خصائص کبریٰ جز الاول ص ۳۷ [۲] خصائص کبریٰ

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو
حضرت عُروہؓ کی شہادت کا علم

بیہقی و حجۃ اللہ علی العالمین میں ہے کہ حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ بن مسعود ثقفی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دوں۔ اس پر حضور عالم ماکان و مایکون صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انھم قاتلوک [1] (اے عروہ!) تمہاری قوم تمہیں قتل کر دے گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہُوا کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی طرف لوٹے اور ان کو تبلیغ کی۔ مگر قوم اسلام نہ لائی۔ آپ فجر کی نماز ادا فرما رہے تھے کہ ایک ثقفی نے آپ کو نیزہ مار کر شہید کر دیا۔

ثابت ہُوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم تھا۔ اور یہ بھی معلوم تھا کہ انہی کی قوم کا ایک آدمی ان پر قاتلانہ حملہ کرے گا۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید بن ارقم
کی بینائی چلے جانے کے متعلق علم

حضرت اُنیسہ رضی اللہ عنہا بنت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے حدیث مشکوٰۃ شریف و بیہقی میں مروی ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیمار تھے کہ:

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کو تشریف
دَخَلَ عَلٰی زَیْدٍ یَعُوْدُہٗ مِنْ مَرَضٍ	لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
کَانَ بِہٖ قَالَ لَیْسَ عَلَیْكَ مِنْ	اے زید! تیری بیماری خوفناک نہیں ہے
مَرَضِكَ بَاْسٌ وَلٰکِنْ کَیْفَ لَكَ	لیکن اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جبکہ

---

[1] بیہقی و حجۃ اللہ علی العالمین

إِذَا عُمِّرْتَ بَعْدِیْ فَعَمِیْتَ قَالَ أَحْتَسِبُ وَاصْبِرُ قَالَ إِذًا تَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالَ فَعَمِیَ بَعْدَ مَاتَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَعْدَهُ ثُمَّ مَاتَ۔[1]

میرے بعد تیری عمر دراز ہو گی اور تیری آنکھوں کی بینائی جاتی رہے گی۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں ثواب کا طالب ہوں گا اور صبر کروں گا۔ آپ نے فرمایا تب تو تُو بے حساب جنت میں جائے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد زید بن ارقم کی بینائی جاتی رہی۔ کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے پھر بینائی عطا فرمادی۔ اور اس کے بعد وہ انتقال کر گئے۔

اس حدیث شریفہ سے یہ معلوم ہوا کہ حضور فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی بینائی چلے جانے کا علم تھا اور یہ علم تھا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی عمر دراز ہو گی اور ان کا اس مرض میں انتقال نہیں ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی بینائی جاتی رہی۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلّم کو

حضرت عبداللہ بن بسر کی عمر کا علم

بیہقی اور حجۃ اللہ علی العالمین میں یہ حدیث مروی ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم نے ایک صحابی حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پہ ہاتھ رکھ کر فرمایا:

يَعِيْشُ هٰذَا الْغُلَامُ قَرْنًا

اس لڑکے کی عمر ایک سو سال

[1] مشکوٰۃ وبیہقی

فَعَاشَ مِائَۃَ سَنَۃٍ ۔[1] ہوگی۔

حدیث شریف سے یہ معلوم ہُوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم تھا کہ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو سال ہوگی۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ واقعی حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو سال ہی ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ہر ایک فرد کی عمر کا علم ہے۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو

ما فی الارحام کا علم

امام ابونعیم حضرت ابن عباس سے راوی ہیں کہ مجھے حضرت اُمِّ فضل رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب سے گزری تو آپ نے مجھ سے فرمایا:

اِنَّکِ حَامِلٌ بِغُلَامٍ فَاِذَا وَلَدْتِیْہِ فَائْتِیْنِیْ ۔[2] تُو ایک فرزند کے ساتھ حاملہ ہے جب وہ پیدا ہو جائے تو اس کو میری خدمت میں لانا۔

حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی خبر کے مطابق لڑکا پیدا ہوا میں اس کو لے کر رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کے سیدھے کان میں اذان دی اور بائیں میں اقامت اور اپنا لعابِ دہن شریف لڑکے منہ میں ڈال دیا اور فرمایا:

اِذْھَبِیْ بِاَبِیْ الْخُلَفَاءِ وَسَمَّاہُ عَبْدُ اللہِ ۔[3] اس خلیفوں کے باپ کو لے جا اور آپ نے بچہ کا نام عبداللہ تجویز فرمایا۔

حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں مَیں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کا نام عبداللہ رکھا ہے اور اس کو خلیفوں کا باپ فرمایا ہے تو حضرت عباس رضؓ نے فرمایا جو کچھ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے حق ہے۔ چنانچہ اس

---

[1] و [2] و [3] حجۃ اللہ علی العالمین

پیش گوئی کے مطابق حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خلیفوں کے باپ ہوئے اور کئی خلیفے آپ ہی کی اولاد سے ہوئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو ما فی الارحام کا بھی علم ہے۔

دوم آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ اس لڑکے کی اولاد میں بادشاہ ہوں گے۔

ثابت ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ما فی الارحام کا علم ہے اور اسی جناب سرور کون و مکان کی بدولت یہ علم اولیائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کو بھی حاصل ہے۔ دیکھیے حضرت سلطان العارفین خواجہ خواجگان بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے خاقان میں حضرت ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کی اطلاع ان کے پیدا ہونے سے کئی سال پہلے ہی اپنے مریدوں کو دے دی اور اُن کی صورت و سیرت، تاریخ ولادت اور نام وغیرہ کے متعلق پوری خبر فرما دی کہ اس مقام سے عارف باللہ حضرت ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوں گے چنانچہ ایسے ہی ہو بہو ہوا۔ (از تذکرۃ الاولیاء)

ایسے ہزارہا واقعات معتبر کتب صحیحہ سے ثابت ہیں۔ میرے خود مرشدی وسندی حضرت قبلۂ عالم صوفی حسن محمد صاحب دامت فیوضہم العالیہ آستانہ عالیہ نقشبندیہ گوجرانوالہ کے کئی ایسے واقعات چشم دید ہیں اور عینی شاہد بھی ہیں کہ آپ نے کئی احباب کو اُن کے ہاں لڑکا یا لڑکی کے پیدا ہونے کی خبریں دی ہیں۔ یہ محض اُس ذات رب العزت کے فضل و کرم اور اس کے محبوب سرکار سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی رحمت و عنایت سے غلاموں کو بھی یہ علوم حاصل ہیں جن کے غلاموں کے علوم کا یہ عالم ہے۔ اُن کے آقا کے علوم کی کیا شان و رفعت ہوگی۔

اب ذرا مخالفین کا بھی ایک حوالہ ملاحظہ کیجئے۔

دیوبندیوں وہابیوں کے مولوی عزیز الحسن دیوبندی اشرف السوانح

دیوبندیوں کے دادا پیر کو استقرارِ حمل سے پہلے مولوی اشرف علی تھانوی کے پیدا ہونے کا علم ہوگیا

صفحہ ۳۵ میں مولوی اشرف علی تھانوی کی پیدائش کے متعلق لکھتے ہیں کہ اشرف علی تھانوی کی والدہ کے ہاں اولاد زندہ نہ رہتی تھی تو ایک مرتبہ مولوی اشرف علی تھانوی کی نانی و نانا صاحب نے

حافظ پیر غلام مرتضےٰ صاحب مجذوب پانی پتی سے شکایت کی کہ حضرت ہماری لڑکی کی اولاد زندہ نہیں رہتی۔ پیر صاحب نے کچھ ارشاد فرمایا اور کہا اب کے جو بچے پیدا ہوں وہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد کر دینا۔ اس کے بعد حافظ پیر غلام مرتضیٰ مجذوب صاحب نے کہا؛

(بلفظہٖ) "پھر فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے دو لڑکے ہوں گے اور زندہ رہیں گے ایک کا نام اشرف علی خاں، دوسرے کا نام اکبر علی خان رکھنا۔" الخ

پھر یہ بھی فرمایا؛

ایک میرا ہوگا وہ مولوی و حافظ ہوگا۔ اور دوسرا یعنی اکبر علی دنیادار ہوگا"۔

چنانچہ یہ سب پیش گوئیاں حرف بحرف راست نکلیں الخ حضرت والا یعنی اشرف علی تھانوی فرمایا کرتے ہیں کہ مجھ پر مجذوب صاحب کا روحانی اثر ہے جن کی دعا سے میں پیدا ہوا ہوں اس لیے میری زبان بولتے وقت اُکھڑتی ہے۔

(اشرف السوانح ص ۳۵ و ۳۶)

دیکھا آپ نے مولوی اشرف علی تھانوی اور ان کے برادر اکبر علی کے پیدا ہونے کے متعلق ان کے دادا پیر غلام مرتضیٰ صاحب استقرار حمل سے قبل ہی پیشگوئی دے رہے ہیں اور ساتھ ہی دادا پیر مجذوب صاحب یہ بھی پیشگوئی دے رہے ہیں کہ اشرف علی خاں مولوی و حافظ ہوگا اور دوسرا بھائی اکبر علی خاں دنیادار ہوگا۔ یعنی یہ کہ دونوں کی زندگی کے تمام حالات کی خبر دے رہے ہیں۔ اور لطف یہ کہ گو مولوی اشرف علی تھانوی اولیاءِ عظام سے استمداد کے منکر ہی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس بات کا اقرار کر رہے ہیں کہ مجھ پر مجذوب صاحب کا روحانی اثر ہے جن کی دُعا سے مَیں پیدا ہوا ہُوں۔ اور اس سے بڑھ کر کمال یہ کہ دادا پیر غلام مرتضیٰ صاحب مجذوب فرماتے ہیں کہ اب کے جو بچے پیدا ہوں وہ حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیں۔ کیونکہ پہلے بچے ہو کر مر جایا کرتے تھے، اب جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیں تو زندہ رہیں گے اسی لیے تھانوی صاحب کے نام میں نسبت علی کا لفظ ہے یعنی اشرف علی۔ یعنی کہ غیر اللہ کی نسبت رکھ کر تھانوی صاحب زندہ رہے ورنہ حمل ساقط ہی ہو جاتا۔

لیکن افسوس تو یہ ہے کہ جس پیر دادا غلام مرتضیٰ کی دُعا اور پیش گوئی اور حضرت علی

کرم اللہ وجہہ الکریم کی مشکل کشائی کی طفیل مولوی اشرف علی تھانوی پیدا ہوئے اور مولوی و حافظ بنے۔ یہ سب کچھ جانتے ہوئے مولوی اشرف علی تھانوی اور معتقدین علم غیب نبوی و علوم و لایت و حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشکل کشائی و اولیاء اللہ کی برکتوں و دعاؤں اور استمداد کے ہی منکر ہو بیٹھے۔ عجب دیانت داری کا مظاہرہ ہے کہ کھانا کسی کا اور گانا کسی کا۔ یہ کون سی ایمان داری ہے من لا یشکر الناس ولا یشکر اللہ وقولہ تعالیٰ ان الانسان لکفور۔

صاحبو! غور کرو یہ ہے ان لوگوں کی حالت کہ اپنے پیر کے لیے تو مافی الرحم کا علم ہونا مان بھی لیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام و آپ کے غلاموں کے لیے یہ علم مافی الرحم باعلام خداوندی بھی شرک اور کفر جانیں۔ معلوم نہیں کہ اپنے پیر دادا کا علم مافی الرحم مان کر اس کفر و شرک میں ان کا بھی کچھ حصہ ہے۔ سوچیے تو سہی ؎

نجدیوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں
ہے اعتراض غیروں پہ اپنی خبر نہیں

علمِ غیب حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ رب العزت جل شانہٗ نے اپنے برگزیدہ نبی خلیل حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بے شمار علوم غیبیہ سے مطلع فرمایا ہے جس کے متعلق آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے:

وَكَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ۔[1]	اور اسی طرح ہم حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے۔

اسی آیت شریفہ کے ماتحت صاحبِ تفسیر خازن فرماتے ہیں:

اُقِیْمَ عَلٰی صَخْرَةٍ وَكُشِفَ لَهٗ	حضرت ابراہیم کو صخرہ پر کھڑا کیا گیا اور

---

[1] پ ۷، ع ۱۴، س الانعام

عَنِ السَّمٰوٰتِ حَتّٰی رَاَی العرش و الْکُرْسِیَّ وَمَا فِی السَّمٰوٰتِ وکشف لَہٗ عَنِ الْاَرْضِ حَتّٰی نَظَرَ اِلٰی اَسْفَلِ الْاَرْضِیْنَ وَرَاٰی مَا فِیْھَا مِنَ الْعَجَائِبِ [1]

اُن کے لیے آسمان کھول دیے گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے عرش کرسی اور جو کچھ آسمانوں میں ہے دیکھ لیا اور آپ کے لئے زمین کھولی گئی یہاں تک کہ انہوں نے زمینوں کی نیچی زمین اور ان عجائبات کو دیکھ لیا جو زمینوں میں ہیں۔

اِس آیت شریفہ و تفسیر سے یہ معلوم ہُوا کہ حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب کچھ آپ کو دکھا دیا گیا۔ کیا پھر آسمانوں اور زمینوں کی کوئی شے آپ سے مخفی ہُوئی؟ ہرگز نہیں۔

صاحبِ تفسیر مدارک التنزیل اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

قَالَ مُجَاھِدٌ فُرِجَتْ لَہُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعَ فَنَظَرَ اِلٰی مَا فِیْھِنَّ حَتّٰی انْتَھٰی نَظْرُہٗ اِلَی الْعَرْشِ وَفُرِجَتْ لَہٗ الْاَرْضُوْنَ السَّبْعُ حَتّٰی نَظَرَ اِلٰی مَا فِیْھِنَّ [2]

مجاہد نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ساتوں آسمان کھول دیے گئے پس انہوں نے دیکھ لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے یہاں تک کہ ان کی نظر عرش تک پہنچ گئی اور ان کے لیے سات زمینیں کھولی گئیں انہوں نے وُہ چیزیں دیکھ لیں جو زمینوں میں ہیں۔

اسی تفسیر سے یہ معلوم ہوگیا کہ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں میں جو کچھ ہے ان سب کو حضرت ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے دیکھ لیا۔

صاحبِ تفسیر ابن جریر اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:

اَنَّہٗ جَلَّ لَہُ الْاَمْرُ سِرُّہٗ وَعَلَانِیَتُہٗ فَلَمْ یَخْفَ عَلَیْہِ

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پوشیدہ وظاہرہ تمام چیزیں کُھل گئیں۔ پس

---

[1] خازن جلد ثانی [2] مدارک التنزیل

شَیْءٌ مِّنْ اَعْمَالِ الْخَلَائِقِ۔[1] — اُن سے مخلوق کے اعمال میں سے کچھ نہ چھپا رہا۔

صاحبِ تفسیر ابن جریر کے کلام سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تمام پوشیدہ و ظاہرہ چیزیں ظاہر ہو گئیں، یہاں تک کہ مخلوق کے اعمال بھی۔

علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ اسی آیت کے تحت تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ شَقَّ لَهُ السَّمٰوٰتِ حَتّٰی رَاَی الْعَرْشَ وَالْکُرْسِیَّ وَاِلٰی حَیْثُ مُنْتَهٰی اِلَیْهِ فَوْقِیَّةِ الْعَالَمِ الْجِسْمَانِیِّ وَمَا فِی السَّمٰوٰتِ مِنَ الْعَجَائِبِ وَالْبَدَائِعِ وَرَاَی مَا فِیْ بَطْنِ الْاَرْضِ مِنَ الْعَجَائِبِ وَالْغَرَائِبِ۔[2]

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آسمانوں کو چیر دیا یہاں تک کہ اُنہوں نے عرش و کرسی اور جہاں تک جسمانی عالم کی فوقیت ختم ہو جاتی ہے دیکھ لیا اور وہ عجیب و غریب چیزیں بھی دیکھ لیں جو آسمانوں میں ہیں اور وہ عجیب و غریب چیزیں بھی دیکھ لیں جو زمین کے پیٹ میں ہیں۔

صاحبِ تفسیر کبیر کے کلام اور مذکورہ مفسرین کے اقوال سے یہ بات آفتاب کی طرح روشن ہو گئی کہ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام کو از عرش تا تحت الثریٰ میں مافیہا آپ کو دکھا دیا گیا اور مخلوق کے اعمال کی بھی خبر دی گئی۔ یاد رہے کہ عرش کے علم میں لوحِ محفوظ بھی آ گئی ہے۔ اب جب خلیل الرحمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عالمین اور عرش و کرسی اور لوحِ محفوظ اور تحت الثریٰ کی کوئی شے مخفی نہ رہی تو ذرا باانصاف ہو کر غور کیجیے کہ حبیب الرحمٰن حضور آقائے دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی شے مخفی رہ سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

حالاں کہ علوم حضرت آدم علیہ السلام و علوم حضرت نوح علیہ السلام و علوم حضرت ابراہیم علیہ السلام سب جمع ہو جائیں تو بھی اس جناب رسالتمآب صلوٰۃ اللہ وسلامہٗ کے

---

[1] و [2] تفسیر کبیر

علم شریف کے دریا کا قطرہ ہیں۔

اب رہا یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ رُویت کیسی تھی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت شریفہ وکذٰلک نری سے یہ صاف ظاہر ہے کہ نُری باب افعال سے ہے اور مفعول دو مذکور ہیں اس لیے یہاں پر رویت بصری مراد ہے۔ اور صاحب معالم التنزیل نے تو رُویت علمیہ ثابت کی ہے۔ اور رُویت بصری خواص کے لیے ایک نرالی شان ہے نہ کہ عاموں کے لیے۔ اسی لیے امام رازی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ رُویت بالعین تھی جیسا کہ حدیث شریف میں بھی وارد ہے کہ میں آگے اور پیچھے یکساں دیکھتا ہوں۔

تو بہر کیف ثابت ہوا کہ یہ رُویت ابراہیمی علیہ السلام ایک خاص رُویت تھی جن سے کوئی شے مخفی نہ رہی۔ اب جو لوگ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم کے علم غیب شریف کے انکاری ہیں وہ آنکھیں کھول کر غور کریں کہ جب خدا کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کی یہ شان ہے تو خدا کے حبیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی شان کا کیا عالم ہوگا۔ یاد رہے کہ مخالفین جو اعتراض حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم یا دیگر انبیاء علیہم السلام کے علم غیب پر کرتے ہیں۔ اُن سب کے جوابات اِنشاءُاللہ آگے ایک علٰیحدہ مضمون میں پیش کیے جائیں گے۔

علمِ غیب حضرت سیدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ عزّ اسمہٗ نے اپنے جلیل القدر نبی حضرت سیدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بے انتہا علوم غیبیہ سے مطلع فرمایا ہے۔ قرآن حکیم اس پر شاہد ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت سیدنا یوُسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ اپنے والد ماجد حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے میرے ابا جان! میں نے گیارہ تارے اور سورج و چاند دیکھے انہیں اپنے لیے سجدہ کرتے دیکھا، تو حضرت سیدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ سُن کر اپنے بیٹے کو فرمایا:

قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاکَ — فرمایا اے میرے پیارے بیٹے! اپنا

عَلٰٓی اِخْوَتِکَ فَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا ؕ[1]	خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا وہ تیرے ساتھ کوئی چال چلیں گے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو چال آپ کے بھائیوں نے چلنی تھی اس کے متعلق حضرت سیّدنا یعقوب علیہ السلام کو علم تھا کہ ایسا واقعہ پیش آ کر رہے گا۔

چنانچہ آپ دیکھ لیجئے قرآنی آیات شاہد ہیں کہ کیا واقعی اُن بھائیوں نے ایسی ہی چال چلائی۔ ثابت ہوا کہ جو واقعہ بالآئندہ ہونے والا تھا حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس کا علم تھا۔

یہ پیشگوئی فرمانے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

وَکَذٰلِکَ یَجْتَبِیْکَ رَبُّکَ وَ یُعَلِّمُکَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ وَ یُتِمُّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَعَلٰٓی اٰلِ یَعْقُوْبَ کَمَآ اَتَمَّھَا عَلٰٓی اَبَوَیْکَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّکَ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ؕ[2]	اور اسی طرح تجھے تیرا رب چُن لے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا اور تجھ پر اپنی نعمت پُوری کرے گا۔ اور یعقوب (علیہ السلام) کے گھر والوں پر جس طرح تیرے پہلے دونوں باپ دادا ابراہیم (علیہ السلام) اور اسحاق (علیہ السلام) پر پوری کی بے شک تیرا رب علم و حکمت والا ہے۔

آیت شریفہ سے تین باتیں ظاہر ہوئیں:

اوّل حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ علم تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے اس بیٹے کو مخصوص کمالات و شانیں عطا فرمائے گا۔

دوم آپ کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے اس فرزند کو علم و حکمت اور خوابوں کی تعبیروں کا

---

[1] پ ۱۲، ع ۱۱، س یوسف

[2] پ ۱۲، ع ۱۱، س یوسف

بھی علم عطا فرمائے گا۔

سوم آپ کو اس کا علم تھا کہ میرے اس بیٹے کو اللہ تعالیٰ نبوت کا عالی شان مرتبہ اور سلطنتیں اور تمام نعائم عطا فرمائے گا۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو توکل کی خبر نہیں۔ وہ ذرا ہوش کریں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے توکل کیا بلکہ کئی سال پہلے آئندہ کے پیش آنے والے حالات سے خبر فرما دی تھی تو کیا حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو کل کا بھی علم نہیں ہو سکتا۔ آگے بھی ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرت یوسف علیہ السلام کے دیگر برادران نے آکر عرض کیا:

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [1]	(اباجان) کل اسے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ میوے کھائے اور کھیلے اور بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں۔

معلوم ہوا کہ برادرانِ یوسف علیہ السلام نے تو اپنے باپ سے حضرت یوسف علیہ السلام کی خیر خواہی و حفاظت کرنے کا اعتبار دلانے کی کوشش کی کہ ہم اس کو اپنے ساتھ سیر کرنے کے لیے لے جائیں گے تو اس کا مکمل خیال رکھیں گے۔ یہ بات سُن کر حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ [2]	فرمایا بے شک مجھے رنج دے گا کہ اسے لے جاؤ۔ اور ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھا لے اور تم اس سے بے خبر رہو۔

مقامِ غور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی حضرت یعقوب علیہ السلام نے دو باتوں کا

---

[1] پ ۱۲، ع ۱۱، س یوسف

[2] ایضاً

اظہار فرمادیا تھا:

اوّل یہ کہ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْ کہ مجھے غم یا رنج دے گا اَنْ تَذْھَبُوْا کہ اسے لیجاؤ۔

دوم اَخَافُ میں ڈرتا ہوں اَنْ یَّاْکُلَہُ الذِّئْبُ کہ اسے بھیڑیا کھالے۔

چنانچہ جب حضرت یُوسف علیہ السلام کو برادران لے گئے اور جو سلوک آپ کے ساتھ وہاں پر انہوں نے کیا۔ اس کے بعد جب یہ واپس آئے تو کہنے لگے:

یٰاَبَانَآ اِنَّا ذَھَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَکْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَکَلَہُ الذِّئْبُ وَ مَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ کُنَّا صٰدِقِیْنَ ہ وَجَآءُوْ عَلٰی قَمِیْصِہٖ بِدَمٍ کَذِبٍ [1]	اے ہمارے باپ! ہم دوڑ کرتے نکل گئے اور یُوسف (علیہ السلام) کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑا تو اسے بھیڑیا کھاگیا اور آپ کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں۔ اور اس کُرتے پر ایک جھوٹا خون لگالائے۔

اپنے بیٹوں کی یہ بات سُن کر حضرت سیّدنا یعقوب علیہ السلام نے یہ جواب فرمایا:

بَلْ سَوَّلَتْ لَکُمْ اَنْفُسُکُمْ اَمْرًا ط فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ط وَ اللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ [2]	بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات تمہارے واسطے بنالی ہے تو صبر اچھا اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو تم بنارہے ہو۔

اس آیت شریفہ سے آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس بات کا علم تھا جو انہوں نے کہی تھی کہ اسے بھیڑیا کھاگیا ہے۔ انہوں نے فرمایا یہ ایک بنائی ہوئی بات ہے یعنی میرے بیٹے یُوسف کو ہرگز بھیڑیے نے نہیں کھایا لیکن اس جُدائی پر صبر کرتا ہوں۔ دونوں باتوں کا اظہار ہوگیا ہے۔

چنانچہ جب کافی وقت گزرنے کے بعد حضرت بنیامین بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ چلے گئے

---

[1] و [2] پ ۱۲، ع ۱۱، س یوسف

تو وہ پُونجی ان کی بوری سے نکلی تو حضرت یُوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو وہاں ہی رکھ لیا۔ تو جب بھائی واپس آئے تو کہنے لگے کہ ابّا جان! بنیامین کو اس بناء پر وہاں کے بادشاہ نے اپنے پاس رکھ لیا ہے (برادرانِ یُوسف کو یہ علم نہیں تھا کہ یہ بادشاہ وہی ہے جس کو ہم نے کُنویں میں گرا دیا تھا) تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ [۱]	قریب ہے کہ اللہ ان سب کو مجھ سے لا ملائے بیشک وہی علم و حکمت والا ہے اور ان سے منہ پھیرا اور فرمایا ہائے افسوس یُوسف کی جدائی پر اور ان کی آنکھیں غم سے سفید ہوگئیں تو وہ اسی سخت حالت میں رہے۔

اس آیت شریفہ سے بھی واضح ہوگیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کے زندہ ہونے کا علم تھا اور یہ بھی علم تھا کہ بنیامین بھی اسی کے پاس ہے جبھی آپ نے فرمایا:

قریب ہے کہ اللہ ان سب کو مجھ سے ملا دے۔

اور دوسرا یہ معلوم ہُوا کہ آپ کی چشمہائے مبارک حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی سے سفید ہُوئیں نہ کہ لاعلمی سے۔

جب برادرانِ یُوسف علیہ السلام نے اپنے باپ کی یہ باتیں سُنیں تو کہنے لگے:

تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهَالِكِيْنَ۔ [۲]	خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ گور کنارے جا لگیں یا جان سے گزر جائیں۔

یعنی بیٹوں نے کہا کہ (معاذ اللہ) اگر یُوسف علیہ السلام جان سے گزر جائیں یا کسی گور کنارے

---

[۱] پ ۱۳، ع ۴، س یُوسف [۲] پ ۱۳، ع ۴، س یُوسف

لگ جائیں تب بھی آپ یوسف ہی کو یاد کرتے رہیں گے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ سُن کر فرمایا:

اِنَّمَآ اَشۡكُوۡا بَثِّیۡ وَحُزۡنِیۡۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۔ يٰبَنِیَّ اذۡهَبُوۡا فَتَحَسَّسُوۡا مِنۡ يُّوۡسُفَ وَاَخِيۡهِ وَلَا تَايۡـَٔسُوۡا مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰهِ ؕ[1]	میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ تعالیٰ سے ہی کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اے بیٹو! یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

مذکورہ آیت شریفہ سے ثابت ہُوا کہ حضرت سیدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے فرزند حضرت یُوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام حالات کا علم تھا اسی لیے آپ نے اپنے بیٹوں کو صاف الفاظ میں فرما دیا کہ:

انی اعلم من اللہ ما لا تعلمون ۔	جو کچھ اللہ کی طرف سے میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

اور پھر آپ نے اپنے بیٹوں سے یہ بھی فرمایا کہ جاؤ یُوسف اور اُس کے بھائی کا سراغ لگاؤ۔اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ حضرت یُوسف علیہ السلام ان کے تمام حالات کو جانتے تھے۔

غور فرمائیے کہ جب حضرت سیدنا یعقوب علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو آئندہ حالات حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ پیش آنے والے تھے اُن سب کا تو آپ کو علم ہو جائے تو کیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آئندہ قیامت تک کے حالات پیش آنیوالے ہیں ان کا علم نہیں ہوسکتا۔

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ حضرت سیدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو اللہ تعالیٰ نے اتنے وسیع علوم عطا فرمائے ہیں لیکن مخالفین کی رسول دشمنی اس حد تک پہنچ چکی ہے

---

[1] پ ۱۳، ع ۴، س یوسف

کہ وہ حضور سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے دیوار کے پیچھے تک کا علم ماننے کو بھی تیار نہیں۔ اِس کے معنی یہی ہیں کہ انہوں نے اپنے عقیدہ کے مطابق خدا تعالیٰ کو بھی (معاذ اللہ) آپ کے لیے مجبور و معذور سمجھ رکھا ہے۔

علمِ غیب حضرت سیدنا یُوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا یُوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بے شمار علوم غیبیہ عطا فرمائے ہیں جس کے متعلق بہت سی آیاتِ قرآنی شاہد ہیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں واضح ہے:

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ [1]

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے پاس نہ آنے پائے گا۔ میں اس کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے تمہیں بتا دوں گا۔ یہ اُن علموں میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے (یعنی یہ تو میرے علوم کا ایک حصہ ہے)

علامہ علاءُ الدین رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر خازن میں اسی آیت شریفہ کے ماتحت فرماتے ہیں:

انه عليه السلام اراد ان يبين لهما درجة فى العلم اعلىٰ واعظم مما اعتقدا فيه وذلك انهما طلبا منه علم التعبير ولا شك ان هذا العلم

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ ظاہر فرما دیا کہ علم میں میرا درجہ اس سے زیادہ ہے جتنا کہ وہ لوگ آپ کی نسبت اعتقاد رکھتے تھے کیونکہ علمِ تعبیر ظن پہ مبنی ہے اس لیے آپ نے چاہا کہ انہیں

---

[1] پ ۱۲ ، ع ۱۴ ، س یوسف

مبنی علی الظن والتخمین فاراد ان یعلمها انه یمکنه الاخبار عن المغیبات علی سبیل القطع و الیقین و ذٰلك مما یعجز الخلق عنه و اذا قدر علی الاخبار عن المغیبات کان اقدر علیٰ تعبیر الرؤیا بطریق الاولیٰ انما عدل ان تعبیر رؤیاهما الیٰ اظهار المعجزۃ لانه علم ان احدھما سیصلب فاراد ان یدخله فی الاسلام و یخلصه من الکفر ودخول النّار۔[1]

ظاہر فرمادیں کہ آپ غیب کی یقینی خبریں دینے پر قدرت رکھتے ہیں اور اس سے مخلوق عاجز ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے غیبی علوم عطا فرمائے ہوں۔ اس کے نزدیک خواب کی تعبیر کیا بڑی بات ہے اس وقت آپ نے معجزے کا اظہار اس لیے فرمایا کہ آپ جانتے تھے کہ دونوں میں عنقریب ایک سُولی دیا جائے گا۔ تو آپ نے چاہا اس کو کفر سے نکال کر اسلام میں داخل کریں اور جہنّم سے بچالیں۔

اس کے آگے علامہ خازن فرماتے ہیں:

الا نبأتکم بتأویله یعنی اخبرتکما بقدرہ ولونه و الوقت الذی یصل الیکما فیه (قبل ان یاتیکما) یعنی قبل ان یصل الیکما وای طعام أکلتم وکم اکلتم ومتیٰ اکلتم۔[2]

خبردوں تمہیں اس کی تعبیر سے یعنی اس کی مقدار اور اس کا رنگ اور اسکے آنے کا وقت پہلے یہ کہ آئے تمہارے پاس یعنی یہ کہ تم نے کیا کھایا یا کتنا کھایا یا کب کھایا۔

---

[1] الخازن جزُ الثالث ص ۲۸۳ مطبوعہ مصر [2] الخازن

مذکورہ آیت شریفہ وتفسیر سے یہ واضح ہوگیا کہ حضرت یُوسف علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا تھا کہ میں تمہیں اس کھانے سے قبل ہی خبر دے دُوں گا۔ اس کے آنے کا وقت اور اس کی رنگت اور اس کی مقدار اور یہ کہ کیا کھایا اور کتنا کھایا اور کب کھایا۔ تو ثابت ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اِن تمام باتوں کا علم تھا۔

علّامہ خازن کے کلام سے یہ بات ظاہر ہوگئی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اِن باتوں کا اظہار اس لیے فرمایا تاکہ اُن لوگوں کو یقین ہوجائے کہ ایسی مخفی باتوں کی قبل ازوقت خبر دے دینا کسی عام مخلوق کا کام نہیں بلکہ یہ بات خواص انبیاءٔ میں ہے کہ انھیں اللہ تعالیٰ غیبی علوم عطا فرماتا ہے اور دوسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیب کی خبر دینا انبیاءکرام کا ایک خاص معجزہ ہے۔ اِس سے ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ انبیاکرام علیہم السلام کے علوم غیبیہ کا انکار کرتے ہیں۔ درحقیقت وہ معجزہ کے انکاری ہیں۔ اور جو معجزہ نبوت کے منکر ٹھہرے پھر ان کا کیا ٹھکانہ۔ تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضرت یُوسف علیہ السلام نے اپنے علوم غیبیہ کا اِس بناءٔ پر بھی اظہار فرمایا کہ جو میرے علم کے متعلق معمولی علم ہونا خیال کرتے ہیں ان کو معلوم ہوجائے کہ میرے علوم کا وُہ درجہ نہیں جو تم نے سمجھ رکھا ہے بلکہ اس سے بہت زیادہ ہے۔ جیسا کہ آجکل کے نام نہاد فتنہ پرور اشخاص نے مقام نبوت کے علوم غیبیہ کو بالکل قلیل سمجھ لیا ہے۔

اب ذرا غور فرمائیے کہ علوم حضرت سیّدنا یُوسف علیٰ نبینا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی تو یہ شان، تو حبیبِ خدا سیّد المرسلین حضور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے علوم غیبیہ کا کیا عالم ہوگا۔ اس لیے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس خدائے بزرگ و برتر سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے محبوب جناب سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کائنات کے ذرّہ ذرّہ کا علم عطا فرمایا ہے۔ اُس سرکار سے عالمین کا کوئی ذرّہ پوشیدہ نہیں ہے۔

علمِ غیب حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

ربّ کریم جل وعلاٰ نے اپنے برگزیدہ نبی حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو بھی بے شمار علوم غیبیہ سے مطلع فرمایا ہے۔ قرآن حکیم میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

قرآن کریم میں آتا ہے کہ حضرت سیّدہ مریم رضی اللہ عنہا کے ہاں جب قدرتِ خداوندی سے بغیر شوہر کے بچہ پیدا ہوا تو قوم نے حضرت سیّدہ مریم پر جھوٹے الزامات لگانے شروع کر دیے۔ آپ نے بحکمِ خداوندی خاموشی اختیار فرمائی اور قوم کو کوئی جواب نہ فرمایا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ملاحظہ فرمائیے:

فَاَشَارَتْ اِلَیْہِ ؕ قَالُوْا کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَھْدِ صَبِیًّا۔[1]

پس حضرت مریم نے اس پر اپنے بچے کی طرف اشارہ فرمایا اور قوم والے بولے ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے۔

یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے اپنے بچے کی طرف اشارہ فرما کر یہ بتایا کہ اس بچے ہی سے پوچھ لو۔ تو قوم نے غصہ سے کہا کہ جو ابھی چند روز کا بچہ ہے اس سے ہم کیسے بات کر سکتے ہیں۔ اور یہ ہماری بات کا کیا جواب دے سکتا ہے۔ یہ گفتگو سُن کر حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دُودھ پینا چھوڑ دیا اور اپنے بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے دستِ مبارک سے اشارہ کر کے کلام شروع کیا۔

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ ؕ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔[2]

بچہ نے فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ۔ اُس نے مجھے کتاب دی اور غیب کی خبریں بتانے والا نبی کیا۔

اللہُ اَکبر! آیت شریفہ میں غور فرمائیے کہ حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جو ابھی بالکل چند روز کے بچے ہیں۔ وہ قوم سے کلام فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں خدا کا بندہ ہوں تاکہ کوئی انھیں خدا اور خدا کا بیٹا نہ کہے کیونکہ آپ کی نسبت یہ تہمت لگائی جانے والی تھی۔ اور یہ تہمت اللہ تعالیٰ پر لگتی تھی۔ اس لیے منصبِ رسالت کا اقتضا یہی تھا کہ والدہ کی براءت بیان کرنے سے پہلے اس تہمت کو رفع

---

[1] پ ۱۶، ع ۴، س مریم [2] ایضاً

فرمادیں جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لگائی جانے والی تھی۔ اس سے وہ تہمت بھی رفع ہو گئی جو والدہ پر لگائی گئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اِس مرتبہ عظیمہ کے ساتھ جس بندے کو نوازتا ہے بالیقین اُس کی ولادت اور اس کی شریعت پاک وطاہر ہے۔

اب پہلی بات یہ ثابت ہُوئی کہ جو بات قوم نے آئندہ کہنی تھی کہ (معاذ اللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا یا خدا کے بیٹے ہیں۔ اس کا حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو علم تھا جبھی آپ نے پہلے ہی اپنی عبدیت کا اقرار فرمادیا۔

دوم جو تہمت حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر قوم نے لگائی تھی۔ اِس کا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو علم تھا۔ جبھی آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کی برأت کا بھی اعلان فرمادیا کہ میری والدہ پاک وصاف ہیں۔

ہمیں اس بات کا بھی پتہ چل گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام والدہ کے بطن میں ہی تھے، تو کتاب انجیل کے عالم ہو گئے اور ابھی بچے ہی ہیں تو نبوت کا اعلان فرما رہے ہیں کہ میں نبی بن کر آیا ہوں۔ اور نبی کے معنیٰ ہیں غیب کی خبریں دینے والا۔ یعنی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے غیب کی خبروں کا علم ہونا بچپن میں ہی ظاہر فرمادیا۔

پہلی بات تو یہ ثابت ہُوئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو بچپن ہی سے نبی بن گئے اور صاحبِ نبوت ہو گئے۔ اب جو گستاخِ رسول یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو (معاذ اللہ) پیدائش سے چالیس سال تک گمراہ رہے پھر نبوت ملی۔ استغفر اللہ! اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو بچپن سے ہی صاحبِ نبوت بنادے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) چالیس سال گمراہ رکھے۔ کچھ ہوش کیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے ہر شے کے پیدا کرنے سے قبل ہی نبوت عطا فرمادی تھی۔

اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مخفی چیزوں کے متعلق خبر دینا ملاحظہ فرمائیے:

وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا	اور تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور
تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ	اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو بے شک
ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ	ان باتوں میں تمہارے لیے بڑی

مُّؤْمِنِيْنَ ۔ ١ؔ نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہُوا کہ حضرت سیّدنا عیسٰی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو جمع رکھتے ہو اس کی تمہیں خبر دیتا ہُوں۔ آپ آدمی کو یہ بتا دیتے تھے کہ وہ کل جو کھا چکا ہے اور جو آج کھائے گا اور جو اگلے وقت کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ اسی طرح آپ کے پاس بہت سے بچّے جمع ہو جاتے آپ اُنھیں بتاتے تھے کہ تمہارے گھر والوں نے فلاں فلاں چیز کھائی ہے فلاں چیز تمہارے لیے اُٹھا رکھی ہے۔ بچّے گھر جاتے اور اپنے گھر والوں سے وہ چیز مانگتے۔ گھر والے وہ چیز دیتے اور کہتے کہ تمہیں کس نے بتایا؟ بچّے کہتے ہمیں حضرت عیسٰی علیہ السلام نے بتایا ہے۔ تو لوگوں نے اپنے بچّوں کو ان کے پاس جانے سے روکا کہ یہ جادوگر ہے اس کے پاس نہ جاؤ۔ اور ایک مکان میں زندہ بچّوں کو بند کر دیا۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام بچّوں کو تلاش کرتے کرتے تشریف لائے۔ لوگوں نے کہا بچّے یہاں نہیں ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: اس مکان میں کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: سؤر ہیں۔ فرمایا: ایسا ہی ہوگا۔ جب دروازہ کھولا تو سب سؤر ہی تھے۔ (ہکذا خازن و معالم التنزیل وغیرہا تفاسیر)

الحاصل یہ ہوا کہ جو نبی حضرت سیّدنا عیسٰی علیہ الصّلٰوۃ والسلام و رسولاً الی بنی اسرائیل تھے اور جن کی شان میں وارد ہے:

للعالمین نذیراً وما ارسلنٰک الّا کافۃً للناس۔

اور انبیاء و مرسلین کے سردار ہیں اُن کے علوم غیب کی کیا شان ہوگی۔

علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہُوا کہ غیب کی خبریں دینا انبیاء علیہم السلام کا معجزہ ہے اور بے وساطت انبیاءِ عظام کوئی بشر امورِ غیب پر مطلع نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے آیہ شریفہ ۲ؔ نَبِّئُکُمْ کے آخر میں حضرت عیسٰی علیہ السلام فرماتے ہیں:

لَاٰیَةً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ یہ امورِ غیب کی خبریں دینا میرا معجزہ اور بہت بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان لاؤ۔

١ؔ پ ۳، ع ۱۲، س آل عمران

اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا یہی خاصہ ہے کہ وُہ اُن باتوں کی خبریں دیتے ہیں جو عاموں کو نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے انبیاء مرسلین کی نبوت پر ایمان لانا درحقیقت ان کے علمِ غیب پر ایمان لانا ہے اور انبیاء عظام خصوصاً حضور سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا انکار کرنا درحقیقت ان کے اور آپ کے علم غیب کا انکار کرنا ہے۔ اور جو معجزاتِ نبوّت کا منکر ہو گیا یعنی کہ ان کے علومِ غیبیہ کے عالم ہونے کا انکار کر بیٹھا وہ خود ہی سمجھ لے کہ اس کا آخری ٹھکانا کیا ہو گا۔

اگر مخالفین حضرات اسی بات کو اچھی طرح سمجھ لیں تو میں پُورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ انھیں ساری زندگی مقام نبوت کے علمِ غیب پر طعن و تشنیع کا موقع نہ مل سکے گا۔ اور نہ ہی وہ علمِ غیب نبوی کا انکار کر سکیں گے۔ بس یہ اصل وجہ ہے جو محض ان کی جہالت کی بنا پر ہے۔ اللہ کریم مقامِ نبوّت اور جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو صحیح طور پر پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

علمِ غیب لدُنّی حضرت سیّدنا خضر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

اللہ تعالیٰ سبحانہٗ نے اپنے خاص مقرب بندے حضرت سیّدنا خضر علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو ایک خاص علم لدُنّی عطا فرمایا ہے۔ علم لدنّی وہ ہے جو بندہ کو بطریق الہام حاصل ہو۔ یہ علم باطن و مکاشفہ کا ہے۔ اہلِ کمال کے لیے یہ باعثِ فضل ہے اللہ تعالیٰ خود اس کی وضاحت فرماتا ہے کہ ہم نے حضرت خضر علیہ السلام کو کیسا علمِ عظیم عطا فرمایا ہے۔ آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے،

فَوَجَدَ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا[1]

تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا (یعنی حضرت خضر علیہ السلام) جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنّی عطا کیا۔

---

[1] پ ۱۵، ع ۲۱، س الکہف

اسی آیت شریفہ کے ماتحت علامہ بیضاوی فرماتے ہیں:

اَیْ مِمَّا یَخْتَصُّ بِنَا، لَا یَعْلَمُ الا بتوفیقنا و ھو علم الغیب [۱]

حضرت خضر علیہ السلام کو وہ علم سکھایا جو ہمارے ساتھ خاص ہیں بغیر ہمارے بتائے کوئی نہیں جانتا اور وہ علم غیب ہے

حضرت خضر علیہ السلام نے جو حضرت سیدنا موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرمایا تھا کہ:

اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا۔

آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے صبر سے۔

اس کے ماتحت علامہ ابن جریر فرماتے ہیں حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مروی ہے کہ:

وَ کَانَ رَجُلًا یَعْلَمُ عِلْمَ الْغَیْبِ قَدْ عَلِمَ ذٰلِكَ [۲]

حضرت خضر (علیہ السلام) علم غیب جانتے تھے انھیں علم دیا گیا۔

ان لوگوں کے لیے مقام غور ہے جو اللہ کے سوا کسی کے لیے علم غیب جاننے کا لفظ بولنا کفر جانتے ہیں۔ ذرا سوچیں کہ ان کے فتوٰی کے مطابق عبد اللہ بن عباس اور علامہ ابن جریر کون ہوئے؟ اگر آپ ان پر کفر یہ فتوٰی نہیں لگاتے تو ہمیں کیوں کافر کہتے ہیں۔ مذکورہ دونوں بزرگ بھی وہی بات فرما رہے ہیں جو آج ہم ان کے عقیدت مند کہتے ہیں کہ انبیاء اللہ تعالیٰ کی عطا سے علم غیب جانتے ہیں۔

صاحب تفسیر مدارک التنزیل اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:

یعنی الاخبار بالغیوب و قیل العلم اللدنی ما حصل للعبد بطریق الالھام [۳]

یعنی حضرت خضر علیہ السلام کو غیب کی خبریں دیں اور کہا گیا ہے کہ علم لدنی وہ ہوتا ہے جو بندے کو انکے متعلق جن کی نبوت بھی یقینی نہیں بطریقہ الہام پر حاصل ہو۔

---

[۱] بیضاوی [۲] تفسیر ابن جریر [۳] مدارک

صاحبِ تفسیر ابن جریر آیہ مَالَمْ تُحِطْ بِہٖ خُبْرًا کے ماتحت فرماتے ہیں :

لم تحط من علم الغیب بما اعلم۔[1] (خضر علیہ السلام نے فرمایا) جو علمِ غیب میں جانتا ہوں آپ کا علم اسے محیط نہیں۔

مذکورہ آیت شریفہ و مفسرین کی تفاسیر سے آفتاب کی طرح یہ روشن ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علومِ غیبیہ سے مطلع فرمایا ہے۔ آپ نے جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بیان فرمایا یہ اسی لیے تھا کہ آپ کو علمِ غیب حاصل تھا۔ اب خود ہی غور فرمایئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو علمِ غیب عطا فرمایا ہے تو کیا جو اس کے محبوب ہیں ان کو نہیں عطا کر سکتا؟ کس قدر بے انصافی اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت کا مظاہرہ ہے نیز حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی نبوت میں اختلاف ہے۔ لیکن اس پر تو مکمل اتفاق ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے جلیل القدر بندے و ولی کامل ہیں۔ مرتبۂ ولایت اور مرتبہ علوم میں آپ ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے اپنی خاص رحمت حضرت خضر علیہ السلام کو عطا فرمائی ہے۔ بہر کیف آپ خواہ نبی یا ولی ہی سمجھیے ہر صورت میں ہمارا مدعا ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول اولیاء اللہ کو بھی بطفیلِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علمِ غیب ہوتا ہے۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اعمال کا علم

شبہ: منکرین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ درود و سلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بواسطہ فرشتوں کے پیش ہوتا ہے۔ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان ہوتے تو بواسطہ فرشتوں کے پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

جواب: منکرین جیسی سمجھ خدا کسی کو نہ دے۔ کیا یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عدمِ علم کی

---

[1] تفسیر ابن جریر

دلیل ہے یا رفعتِ شان کی! یہی اعتراض اللہ تعالیٰ پر بھی کر ڈالیے کہ فرشتے ذکرِ الٰہی و اعمالِ حق بھی خدا تعالیٰ کے حضور میں پیش کرتے ہیں جیسا کہ حدیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

اگر یہی ذہانت ہے تو یہ بھی کہہ بیٹھے گا کہ اللہ تعالیٰ اگر عالم ہوتا تو فرشتے کیوں اعمال وغیرہ لے جاتے ہیں۔ ایسے واہی شبہات سے توبہ کیجئے اللہ تعالیٰ بے شک عالم ہے مگر یہ امور انتظام و حکمت پر مبنی ہیں۔

گزشتہ صفحات میں متعدد قرآنی آیات و تفاسیر و احادیث و اقوال محدثین و حوالجات سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے اعمال قلوب، اخلاق، نفاق، درجات، ایمان و یقین، قصد و عزائم و نیات وغیرہا بنور نبوت جانتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ فرمائیے:

وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔[1]	اور دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کو اور اس کا رسول۔ پھر اس کی طرف پلٹ کر جاؤ گے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے بتادے گا تم کو جو تم عمل کرتے رہے ہو۔

اس آیہ شریفہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمام اعمال خواہ اچھے ہوں یا بُرے سب کو اپنی الوہیت سے دیکھتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی تمام اچھے بُرے اعمال کو اپنے نورِ نبوت سے دیکھ رہے ہیں۔

اب جبکہ آیت شریفہ سے بھی یہ صاف واضح ہو گیا ہے کہ آپ سب کے اعمال کو دیکھتے ہیں تو پھر کسی مسلمان کو کیسے شبہ ہو سکتا ہے کہ (معاذ اللہ) آپ کو ہمارے اعمال کا علم نہیں۔ الحمد للہ مخالفین کے اس اعتراض کا بھی قلع قمع ہو گیا۔

---

[1] پ ۱۱، ع ۱، س التوبہ

علمِ غیب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم
اور پاکستان کی جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء

جیسا کہ آپ گزشتہ صفحات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذرہ ذرہ کا علم ہونا ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اس طرح آپ اپنے پاکستان کی سترہ روزہ جنگ کے متعلق بھی غور کیجئے۔ ہماری اس اسلام اور کفر کی جنگ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ سب سے قبل آیت شریفہ ملاحظہ فرمایئے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔[1]	بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہارے بھلائی کے چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان رحمت والے ہیں۔

اس آیہ شریفہ سے چار باتیں ثابت ہوئیں:

اول یہ کہ آیت میں جآءکُم کا خطاب قیامت تک کے تمام مسلمانوں سے ہے کہ تم سب کے پاس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان کے پاس ہیں اور مسلمان تو عالم میں ہر جگہ ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر جگہ موجود ہیں۔

دوم، یہ کہ آیت میں مِنْ اَنْفُسِكُمْ فرمایا گیا ہے کہ تمہارے نفسوں میں سے ہیں۔ یعنی اُن کا آنا تم میں ایسا ہے جیسے جان کا قالب میں آنا کہ قالب کی رگ رگ اور رونگٹے رونگٹے میں موجود اور ہر ایک سے خبردار رہتی ہے۔ ایسے ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان کے ہر فعل سے خبردار ہیں۔ اگر آیت کے صرف یہ معنے ہوتے کہ وہ تم میں سے ایک انسان ہیں تو مِنْكُمْ کافی تھا۔ مِنْ اَنْفُسِكُمْ کیوں ارشاد ہوا۔

---

[1] پ ۱۱، ع ۴، س التوبہ

سوم، آیت میں عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ فرمایا گیا ہے کہ یہ وُہ رسول ہیں کہ ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ یعنی کہ ہماری راحت و تکلیف کی ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہے۔ تب ہی تو ہماری تکلیف سے قلب مبارک کو تکلیف ہوتی ہے ورنہ ہماری ہی خبر نہ ہو تو تکلیف کیسی۔ یہ کلمہ بھی حقیقت میں اَنۡفُسِکُمۡ کا بیان ہے کہ جس طرح جسم کے کسی عضو کو دُکھ ہو تو رُوح کو تکلیف ہوتی ہے اسی طرح ہم کو دُکھ درد ہو تو آقائے دوجہان کو گرانی۔

چہارم، یہ کہ آیت میں بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ فرمایا گیا ہے کہ یہ وُہ رسول کریم ہیں جو مسلمانوں پر بہت ہی مہربان اور رحم فرمانے والے ہیں۔ یعنی کہ مومن خواہ کسی مکان یا کسی زمان میں ہو جب بھی مسلمانوں پر کوئی تکلیف و درد ہو تو حضور آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر نظرِ کرم فرماتے ہیں۔ جب مسلمانوں کی تکلیف آپ کو گوارہ نہیں تو ہماری مشکل کشائی کے لیے اللہ تعالےٰ نے آپ کی شفقت اور رحمت کو ہمارا دستگیر فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی امداد مسلمان کو ہر حال پہنچتی ہے۔

اب آپ مذکورہ آیت کو سمجھنے کے بعد غور کیجئے کہ ہماری تکلیف اور دُکھ کا حضور آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو علم بھی ہے اور آپ کی رحیمی اور کریمی کا فضل عظیم بھی ہے۔

روزنامہ اخبار مشرق ۱۰، اکتوبر ۱۹۶۵ء مطابق ۱۴ جمادی الثانی لاہور کی اشاعت میں مولانا محمد انعام کریم صدیقی جو پندرہ سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہیں۔ اُن کا ایک خط ۲۴ ستمبر ۱۹۶۵ء / ۲۸ جمادی الاولیٰ ۸۵ھ کا لکھا ہُوا کراچی کے خدا ترس بزرگ جناب نور محمد صاحب بٹ کو ملا۔ وہ خط اخبار مشرق میں مع فوٹو کے شائع کیا گیا جس کا مضمون یہ ہے:

"محترم المقام جناب قبلہ الحاج حضرت المکرم بٹ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہاں پر جس روز لاہور پر حملہ ہوا اُسی شب میں ایک دو حضرات نے خواب میں دیکھا کہ حرم شریف میں مجمع کثیر ہے اور روضۂ اقدس سے جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بہت عجلت سے تشریف فرما ہوئے اور ایک بہت خوب صورت تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر بابِ السلام تشریف لے گئے۔ بعض حضرات نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

اس قدر جلدی اس گھوڑے پر کہاں تشریف لے جارہے ہیں۔ فرمایا پاکستان میں جہاد کے لیے۔ اور ایک دم برق کی مانند بلکہ اس سے بھی تیز کہیں روانہ ہو گئے۔ پیچھے پیچھے مواجہہ شریف سے پانچ حضرات اور اس راستہ سے موٹر میں سوار ہو کر ہوائی جہاز کی طرح پرواز کر گئے۔ اور بھی بہت سے خواب اس اثنا میں اللہ کے نیک بندوں نے دیکھے ہیں۔ دُعا فرمائیے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ثابت قدم رکھے اور بفضلِ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم فتح و عزّت عطا فرمائے۔ آمین"

اب میں ناظرین سے پُوچھتا ہُوں کہ ذرا انصاف سے غور فرمائیے کہ مذکورہ خط سے آفتاب کی طرح یہ واضح ہو گیا کہ ہماری سترہ روزہ جنگ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے اور آپ نے اور آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ہماری مدد فرمائی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی اِس تکلیف کو گوارا نہ فرمایا تو ہم پر رحم وکرم فرماتے ہوئے ہماری مشکلکشائی فرمائی۔

الحمد للہ رب العٰلمین آیاتِ قرآنی و احادیث شریفہ کے مطابق یہ بات آج بھی روشن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے احوال کا علم ہے اور ہماری تکلیف آپ کو گوارا نہیں۔ آئیے ذرا ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمالیجئے:

روزنامہ جنگ ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۵ء مطابق ۶ جمادی الثانی کراچی کی اشاعت میں ہے:

"پاکستانی افواج نے 'یارسول اللہ' اور 'یا علی مدد' کے نعرے لگاتے ہوئے بھارتی ٹڈی دل فوج کو بُری طرح سے شکست دی۔ اس معرکہ میں نبی آخرالزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) اور شیرِ خدا اپنے مجاہدین کے سروں پر موجود تھے۔ ۱۲ سو میل لمبے محاذ پر سبز کپڑوں والے مجاہد سفید لباس میں ایک بزرگ اور گھوڑے پر سوار ایک جری دیکھے گئے۔ چونڈہ کے قریب ایک نورانی خاندان کو مہاجرین کی امداد کرتے ہُوئے مجاہدین کے ساتھ 'یارسول اللہ مدد' کے نعرے لگاتے ہوئے دیکھا گیا۔ سیالکوٹ شہر میں گولہ باری سے پیشتر ایک بزرگ شہر خالی کرنے کی ہدایت کرتے رہے اور باآواز بلند کلام پڑھتے رہے۔

اس حوالہ سے پہلی بات یہ ثابت ہُوئی کہ مسلمانان پاکستان نے یارسول اللہ و

یا علی مدد کے نعروں سے بھارتی ٹڈی دل فوج کو زبردست شکست دی۔

دوم یہ کہ نبی آخرالزماں حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بھی اس جنگ کا علم تھا اور آپ پاکستانی مجاہدین کے سروں پر موجود تھے یعنی حاضر اور ناظر بھی تھے اور اولیاء اللہ نے مسلمانانِ پاکستان کی امداد فرمائی۔ اور خصوصاً چونڈہ ضلع سیالکوٹ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء عظّام کی خاص توجہ تھی۔ بہرحال آیات قرآنی واحادیث شریفہ کی تصدیق آج بھی دنیا کے سامنے روشن ہے۔ اگر ان واقعات کے پیش آنے کے باوجود بھی حق وصداقت کا انکار کیا جائے۔ تو اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے۔

ان معجزات اور محیر العقول واقعات کا اعتراف مسلمان جوانوں، مجاہدوں اور شہریوں کے علاوہ بھارت کے جنگی قیدیوں نے بھی کیا۔ علاوہ ازیں اور بہت سے واقعات لوگوں کے سامنے آئے ہیں۔

اس لیے حقیقت یہی ہے اور ہمارا ایمان بھی یہی ہے کہ یہ سب فضلِ خدا اور کرم مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء اور نظرِ اولیاء تھی کہ مسلمانانِ پاکستان نے دشمن کو بری طرح سے کچل کر رکھ دیا اور اس کی بری، بحری اور فضائی قوت کا کچومر نکال دیا۔ اور ایسی ذلت آمیز شکست دی کہ بھارتی بھگوڑے آئندہ ہم مسلمانوں کے مقابلے میں آنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ اور اگر ایسی جرأت کرینگے بھی تو انہیں ایسا سبق دیا جائے گا جو ان کی نسلیں صدیوں تک یاد رکھیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ ورسولہ الکریم۔

پاکستان کے مسلمانوں نے دنیائے اسلام میں غزوۂ بدر وحنین کی وہ یاد تازہ کر کے رکھ دی ہے جن کا نام تاریخ کے سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ اور پھر لطف یہ کہ جن مسلمان فوجی بھائیوں نے اپنی عزیز ترین جانوں کو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر قربان کیا ہے انہوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا ہے۔ جس کی لذت دنیا کی کسی شئے میں نہیں مل سکتی اور ان مسلمان شہیدوں کے نام قیامت تک زندہ رہیں گے۔ وہ خود بھی زندہ ان کے نام بھی زندہ۔

پاکستان کی حالیہ جنگ میں مسلمانوں کے نقصان

ہونے پر مخالفین کا اعتراض اور اس کا جواب

شبہ: وہابی دیوبندی یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر اس جنگ میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء نے مدد کی تھی۔ تو پھر جن شہروں میں بھارت کی گولہ باری سے مسلمانوں کا نقصان ہوا ہے۔ اس جانی و مالی نقصان سے تمہارے نبیوں اور ولیوں نے کیوں نہ مدد کی۔ اس لیے نبی و ولی مددگار نہیں ہو سکتے۔

جواب: مخالفین کا یہ اعتراض نبیوں ولیوں کی ذات ہی پر نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے اور قانونِ خداوندی کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ دورانِ جنگ اگر مسلمانوں کا کوئی جانی یا مالی نقصان ہو جائے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک آزمائش ہوتی ہے۔ اور ایسا پہلی جنگوں میں ہوتا آیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ملاحظہ فرمائیے:

اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَ تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ۚ وَ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ یَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ [1]	اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں اور اس لیے کہ اللہ پہچان کرا دے ایمان والوں کی۔ اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے اور اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو۔

اس آیت شریفہ سے واضح ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مسلمانو! اگر تمہیں کوئی تکلیف دورانِ جنگ پہنچی ہے تو وہ لوگ بھی ایسی تکلیف پا چکے ہیں اس لیے کہ ایمان والوں کی

---

[1] پ ۴، ع ۴، س آل عمران

پہچان کرادے اور مسلمانوں کو شہادت کا مرتبہ دے۔

ثابت ہُوا کہ دورانِ جنگ جو مسلمانوں کا جانی و مالی نقصان ہوا ہے یہ بھی ان کے ایمان کی آزمائش تھی اور خدا کے ہاں ثواب بھی۔ اور اُن کو شہادت کا مرتبہ نصیب ہونا تھا۔ اور پھر یہ بھی کمالِ رفعت ہے کہ مسلمانوں کو جو تکلیفیں پہنچتی ہیں وہ تو مسلمانوں کے لیے شہادت و تطہیر ہیں۔ اور مسلمان جو کفار کو نقصان یا قتل کریں تو یہ کفار کی بربادی اور ان کا استیصال ہے۔

دُوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ [1]

اور ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے جانچنے کو۔ اور ہماری ہی طرف تمہیں لوٹ کر آنا ہے۔

اس آیت شریفہ سے بھی معلوم ہُوا کہ مسلمان پر بھلائی اور تکلیف اس کے امتحان کے لیے آتی ہے کہ وہ صبر و شکر میں کیا درجہ رکھ سکتے ہیں۔

تیسرے مقام پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا [2]

وہاں اس موقع پر (یعنی غزوۂ احزاب پر) مسلمان جانچے گئے اور زور زور سے جھڑجھڑائے گئے۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ جنگِ احزاب کے موقع پر مسلمانوں پر کیسا عظیم وقت آیا تھا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش تھی۔ یہ تو قانونِ قدرت ٹھہرا۔ پھر جو نقصان یا تکلیف پہنچے اس میں انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء کرام پر اعتراض کیسا۔

اب آیت طیبہ کو ملاحظہ فرمائیے کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم و اولیاء کرام مددگار ہیں یا کہ نہیں؟ ضرور ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

---

[1] پ ۱۷، ع ۲، س الانبیاء [2] پ ۲۱، ع ۱۷، س الاحزاب

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ [۱]

کوئی بات نہیں تمہارا مددگار اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور وہ ایماندار جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکتے ہیں اور جو اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ایمان داروں کو مددگار بنالیتا ہے تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

دوسری آیت ملاحظہ فرمائیے؛

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ [۲]

بے شک وہ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے اور جبرائیل علیہ السلام اور صالح مومنین اور فرشتے بھی اس کے بعد مدد کرنے والے ہیں۔

اس کے علاوہ بہت سی آیات ہیں لیکن اس وقت صرف دو آیتیں پیش کی ہیں جن سے صاف واضح ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مددگار ہیں اور حضرت جبرائیل امین علیہ السلام و دیگر ملائکہ مقربین اور اولیاء صالحین بھی مدد فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ حدیث مشکوٰۃ شریف باب یمن والشام میں بھی حدیث آتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چالیس ابدال ہیں جن کی برکت سے بارشیں ہوتی ہیں اور ان کی مدد سے دشمنوں سے بدلہ لیا جاتا ہے۔

مخالفین حضرات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ملائکہ مقربین اور اولیاء کاملین کی امداد کے انکاری ہیں وہ غور سے آیات بالا کو دیکھیں اور خیال کریں کہ اُن کا آخری ٹھکانا کیا ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

جنہوں نے خدا تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا

---

۱ پ ۶، س المائدہ ۲ پ ۲۸، ع ۱۹، س التحریم

بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ھُمۡ فِیۡھَا خٰلِدُوۡنَ۔ یا انکار کیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کی آگ کے ساتھی ہیں۔

اب مذکورہ آیات میں غور فرمائیے کہ پہلے آیت میں اللہ تعالیٰ کی مدد کا ذکر ہے اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم و ملائکہ کرام و اولیاء اللہ کی امداد فرمانے کا بیان ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جو لوگ انبیاء علیہم السلام وخصوصاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام و ملائکہ مقربین و اولیاء صالحین کی امداد کے انکاری ہیں۔ دراصل وہ خدا تعالیٰ کی امداد کے منکر ہیں۔ اگر مخالفین یہ تسلیم کر لیں کہ واقعی اللہ تعالیٰ مددگار ہے تو وہ کبھی نبیوں و ولیوں کی امداد کا انکار نہ کر سکیں گے۔ کیونکہ اُن کا یہ اعتراض انبیاء و اولیاء پر نہیں بلکہ حقیقت میں خدا تعالیٰ کی ذات پر ہے کہ (معاذ اللہ) اگر اللہ تعالیٰ مددگار ہوتا تو جن لوگوں کا جانی و مالی نقصان ہوا ہے، کیوں ہوتا۔ ان کی مدد کر کے بچا لیتا۔

خداوندکریم ایسے گستاخ اللہ و رسول کے دشمنوں سے ہمیشہ بچائے رکھے جنھوں نے انبیاء و اولیاء کی عداوت کی بنا پر اس وحدہٗ لاشریک کو بھی کسی طرح سے خالی نہ چھوڑا۔

ہمارا ایمان ہے کہ ہماری مدد رب العالمین جلّ وعلا اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ملائکہ مقربین اور اُس کے اولیاء صالحین نے فرمائی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ان کی نصرت شاملِ حال رہے گی۔

عرب کی حالیہ جنگ میں عربوں کے نقصان ہونے پر مخالفین کا اعتراض اور اس کا جواب

شُبہ: مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ اہل سنّت بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ پاکستان کی گزشتہ سترہ روز کی جنگ جو ہندوستان کے ساتھ ہوئی اس جنگ میں مسلمانان پاکستان کی خدا کے نبیوں اور ولیوں نے بھی مدد فرمائی ہے۔ اگر یہی بات ہے تو گزشتہ دنوں جو عرب لوگوں کی اسرائیلیوں سے جنگ ہوئی تو اس میں عرب لوگوں کو مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ تو اس وقت بریلویوں کے نبی اور ولی کہاں چلے گئے۔ وہاں پر مدد تو نہ کی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مدد

صرف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے۔

جواب: ناظرین حضرات کو یہ تو معلوم ہو ہی گیا ہوگا کہ مخالفین کی زندگی کا سرمایۂ حیات و اوّلین عبادت یہی ہے کہ وہ ہر وقت خدا و اُس کے مقبول انبیا کرام علیہم السلام اور خصوصاً حضور سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام و اولیاء کاملین کی شانِ مقدسہ میں عیب و نقص ہی تلاش کرتے رہیں۔ کیا یہی ایمان داری کا مظاہرہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے محبوب انبیاء علیہم السلام کو بدنام کرتے رہیں۔ استغفر اللہ! ہمیں نہایت ہی افسوس آتا ہے کہ مخالفین نے جو یہ اعتراض نکالا ہے ایسا اعتراض تو اس وقت کے منافقین و یہود بھی کیا کرتے تھے۔ قرآن کریم خود اس کی وضاحت فرماتا ہے:

وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ط قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا [1]

اور انھیں اگر کوئی بھلائی پہنچے تو کہیں اللہ کی طرف سے ہے اور انھیں کوئی بُرائی پہنچے تو کہیں یہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے آئی ہے۔ اے محبوب! آپ فرما دو سب اللہ کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا۔ کوئی بات سمجھتے معلوم نہیں ہوتے۔

اِس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہُوا کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین و یہود کے اُس قول کا رد فرمایا جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا تھا۔ جب کسی جنگ میں مسلمانوں کو فتح و نصرت ہوتی تو منافقین یہ کہنے لگ جاتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور اگر کسی وقت مسلمانوں کو کچھ مصیبت کا سامنا ہو جاتا تو کہتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ یہ تھا منافقین کے اصل نفاق کا اظہار جو وہ محض عداوت الرسول کی بنأ پر کیا کرتے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ ایسے واہی اعتراضات کرنا گروہ منافقاں و یہودیہ کا کام تھا کہ جب فتح ہو تو خدا کا نام

---

[1] پ ۵، ع ۷، س النساء

اور جب کوئی مصیبت ہو تو خدا کے محبوب کا نام بدنام۔

مسلمانوں کا یہ کام نہیں، ہے آپ غزوۂ اُحد کے واقعہ کی طرف توجہ فرمائیے کہ جب مسلمانوں کو تھوڑی سی تکلیف کا سامنا ہُوا تو مسلمانوں نے نہ تو خداوندکریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ شکوہ کیا بلکہ انھوں نے صرف اس بات کا کچھ تعجّب سا کیا تو اللہ تعالیٰ نے خود اس کی وضاحت فرمادی:

قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ وَمَاۤ اَصَابَكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِیَعْلَمَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ لہ	کہنے لگے یہ مصیبت کہاں سے آئی۔ اے محبوب! فرمادو وُہ تمہاری طرف سے آئی ہے بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ کرسکتا ہے اور وہ مصیبت جو تم پر آئی جس دن دونوں فوجیں مل تھیں وُہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی اس لیے کہ پہچان کرادے ایمان والوں کی۔

آیت بالا میں غزوۂ اُحد کے مسلمانوں کو مصیبت پہنچنے کا اظہار کیا گیا ہے کہ اے مسلمانو! یہ مصیبت تم نے اپنی طرف سے لی ہے اس لیے کہ تم نے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے کا اصرار کیا۔ پھر وہاں پہنچنے کے بعد باوجود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید ممانعت کی غنیمت کے لیے اپنا ٹھکانا چھوڑا۔ یہی سبب تمہارے قتل و ہزیمت کا تھا۔ اس واسطے تمھیں ایسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا تاکہ آئندہ کے لیے یہ جان جاؤ کہ پھر ایسی کوتاہی نہ ہونے پائے ورنہ اس کا خمیازہ تم کو بھگتنا پڑ جائے گا جو تم نے اس سے قبل پا لیا ہے۔

غزوۂ اُحد سے پیارے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق حاصل ہو گیا کہ اگر کسی جنگ میں مسلمانوں کو شکست یا مصیبت کا سامنا ہو جائے تو وہ یہ اچھی طرح

لہ [illegible] س آل عمران

سمجھ لیں کہ یہ اُن کی اپنی کوتاہیوں کا نتیجہ ہے۔ اور آئندہ کے لیے مسلمان گزشتہ کوتاہیوں سے باز رہیں۔ تو پھر جب کبھی اسلام اور کفر کی جنگ ہوگی تو مسلمانوں کو ہی فتح حاصل ہوگی۔ تلک الایام نداولھا بین الناس۔

ثابت ہوا کہ مسلمان کی تکلیف یا مصیبت حقیقت میں اُس کی اصلاح کے لیے ہوا کرتی ہے جو اس کے لیے آئندہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بہتری ہوتی ہے۔ اور یہ بھی اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم و ملائکہ و اولیاء کی مدد ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو اتنا سنوار لیں کہ آئندہ بھی ان کی مدد ہو سکے۔ اسی طرح جو عرب لوگوں کو مصیبت یا نقصان کا سامنا کرنا پڑا ہے میرے خیال میں تمام عرب بھی یہ اچھی طرح جان چکے ہوں گے کہ ہم کو ایسی تکلیف کا سامنا کیوں ہوا ہے اور پاکستان کے بھی تمام لوگ یہ سمجھ چکے ہونگے کہ عربوں کو یہ تکلیف کس بناء پر پہنچی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔ دانشوروں کے لیے تو اتنا ہی کافی ہے۔

مثلاً دیکھیے اگر کسی باپ کا بیٹا کوئی ایسی ناشائستہ حرکت کر بیٹھے تو غیرت مند اچھا باپ اُس بیٹے کو مار پیٹ کر اُس کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ یہ اپنی ایسی حرکت سے باز رہے اور اُس کی آئندہ زندگی بہتر ہو جائے۔ اب یہ باپ تو اپنے بیٹے کی بہتری کے لیے ایسا کر رہا ہے۔ اور دُوسری طرف کوئی ایسا شخص آ کر یہ کہہ دے کہ دیکھو جی یہ باپ اپنے بیٹے کا بڑا ہی دشمن ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کو اتنا پیٹا ہے۔ تو کیا ایسے شخص کی بات کو مانا جا سکے گا کہ واقعی باپ بیٹے کا دشمن ہے، ہرگز نہیں۔ بلکہ اُس باپ کی یہ بہت ہمدردی کہی جائے گی کیونکہ وہ اس کی اصلاح کر رہا ہے۔

اسی طرح ہم مسلمانوں کو خداوند ذوالجلال کا خوف پیدا کر کے اُس کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیے اور اس کے محبوب کی تابعداری اور سچی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال لینا چاہیے۔ اُس کا وعدہ بالکل سچا ہے۔

نصرٌ من اللہ و فتحٌ قریب۔

اللہ ہم سب مسلمانوں کو اس بارگاہِ ذوالجلال اور پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی

فرماں برداری کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری تمام کوتاہیوں کو معاف فرمائے ۔ آمین

مسلمان کا تو یہ اصول ہے کہ نہ وہ ایسے مواقع پر خدا اور رسول و اولیاء کی شان اقدس میں تنقیدیں شروع کر دے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام و حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے کلمات کہنا کہ انھوں نے مدد نہ کی ۔ یہ تو سراسر گمراہی اور بے دینی ہے کہ یہ اعتراض اللہ سبحانہٗ کی ذات پر آجاتا ہے ۔

آئیے ذرا آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے :

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔[1]

اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ ۔ تم ہی غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو ۔

آیت کریمہ میں اِس امر کا اظہار ہے کہ اگر تم مسلمان ہو تو غم کرنے کی ضرورت نہیں تم ہی غالب آؤ گے ۔

اب میں تمام غیر مقلدین اور درپردہ نجدیوں سے پوچھتا ہوں کہ عربوں نے جو جنگ اسرائیلیوں سے لڑی ہے اُن عرب لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہو یا کہ نہیں ۔ اگر یہ کہو مسلمان تھے تو آیت مذکورہ کے مطابق رب کریم پر کیا فتویٰ جڑو گے ۔ (معاذ اللہ)

دوم اگر یہ جانو کہ عرب لوگ مسلمان نہیں تھے تو پھر تمہارا اعتراض باطل ۔ اب کہئے کہ کون سی بات پر متفق ہو یا تو اللہ تعالیٰ پر کچھ فتویٰ جڑیئے اور یا عربوں کے مسلمان ہونے کا انکار کیجئے ۔ کچھ حیاء کیجئے ۔ ایک طرف تو توحید اور حبِّ خدا کے متعلق یہودیوں کی طرح ٹھیکیدار بنے پھرتے ہو اور پھر اُسی خدا پر ایسی بدگمانیاں ۔ اور دوسری طرف مسلمان لوگوں کے ہمدرد بنے پھرتے ہو اور پھر انھی مسلمانوں کو مشرک و کافر سمجھتے ہو ۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ماجرا کیا ہے ۔

ع

الٰہی حیراں ہوں آسماں کیوں نہیں پھٹ پڑتا

ہاں جب تمہارا ایمان یہ ہو جائے گا کہ خداوند کریم کی امداد شامل حال ہے ۔ تو یہ سمجھ لو کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وخصوصاً حضور سید العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام و ملائکہ مقربین و اولیاء صالحین کی مدد ساتھ ہی ہے اور اگر تمہارا ایمان یہی رہے گا کہ انبیاء علیہم السلام

[1] پ ۴ ، ع ۴ ، س آل عمران

و سیدالانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام و ملائکہ عظام و اولیاء امداد نہیں فرماتے۔ تو تم خداوند کریم کی امداد کے منکر ٹھہرے پھر تو تم مالک حقیقی ہی کی استعانت کا انکار کر رہے ہو۔ تو بتائیے اس میں ہمارا کیا قصور!

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

؎

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قیامت کو اگر مان لیا

اس کے علاوہ اور بہت سے دلائل قرآنیہ وحدیثیہ موجود ہیں۔ لیکن اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم و انبیاء علیہم السلام و اولیاء کے متعلق غوثِ صمدانی شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

شبہ: مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حضرت پیرانِ پیر غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جن کی رُوح کو بریلوی ختم گیارھویں کا ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ اللہ کے سوا کسی نبی ولی کو غیب کا علم نہیں ہو سکتا۔ اور جو ایسا عقیدہ رکھے وہ کافر مشرک ہے۔ لہٰذا بریلوی گیارھویں تو اُن کے نام کی دیتے ہیں لیکن بات اُن کی نہیں مانتے۔

جواب: میں علانیہ طور پر کہتا ہوں کہ اگر مخالفین میں کچھ سچائی ہے تو حضرت پیرانِ پیر غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کسی ایک اصل کتاب کا بہ حوالہ دکھا دیں کہ آپ نے یہ فرمایا ہو کہ اللہ کے سوا کسی نبی و ولی کو غیب کا علم نہیں ہو سکتا۔ اور جو ایسا عقیدہ رکھے وہ کافر مشرک ہوگا۔ انشاء اللہ کبھی نہیں دکھا سکتے۔ یہ محض حضرت پیرانِ پیر غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کے لیے اُن کی طرف یہ بات جھوٹ منسوب کی گئی ہے۔ اور یہ تو وہابیہ دیوبندیہ کی فطرت ہو چکی ہے کہ وہ

بزرگانِ دین کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرکے اُن کو بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ پیچھے ایسی مکاریوں کا ذکر ہو چکا ہے۔

اب آئیے اور آنکھیں کھول کر حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے:

يُكْشَفُ لَهُمْ عَنِ الْمَلَكُوْتِ وَتُضِيْئُ لَهُمْ اَنْوَاعُ الْعُلُوْمِ مِنَ الْجَبَرُوْتِ وَيُلْقَنُوْنَ غَرَائِبَ الْحِكَمِ وَ الْعُلُوْمِ وَيَطَّلِعُوْنَ عَلٰى مَا غَابَ عَنْهُمْ مِنَ الْاَقْسَامِ وَالْحُظُوْظِ۔[1]	منکشف ہو جاتا ہے اولیا اللہ کے واسطے عالم ملکوت اور روشن ہو جاتے ہیں اُن کے لیے کئی قسم کے علوم عالم جبروت سے عجیب عجیب علوم اور حکمتیں ان کو القا کیے جاتے ہیں اور کئی قسم کی غیبی خبروں پر مطلع ہوتے ہیں۔

لیجئے جناب! حضرت پیرانِ پیر تو صاف لفظوں میں فرما رہے ہیں کہ اولیاء اللہ کے لیے عالم ملکوت روشن ہو جاتے ہیں۔ اور کئی علوم عالمِ جبروت سے حاصل ہو جاتے ہیں اور انھیں عجیب عجیب علوم اور حکمتیں القاء ہوتی ہیں اور کئی قسم کے غیبی علوم پر مطلع ہوتے ہیں۔ اب بتائیے کیا ایسا عقیدہ رکھنے پر حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ پر کیا فتویٰ جڑو گے۔ یا بقول تمہارے کیا پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی ہی تکفیر کا حکم دے رہے ہیں۔

اس کے آگے غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں:

وَقِيْلَ اِذَا طَلَبْتَ اللّٰهَ بِالصِّدْقِ اَعْطَاكَ مِرْاٰةً تُبْصِرُ فِيْهَا كُلَّ شَيْءٍ مِّنْ عَجَائِبِ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ۔[2]	اور بیان کیا گیا ہے کہ جس وقت تو اللہ کو صدقِ دل سے طلب کرے تو تجھے اللہ ایک شیشہ عطا کرے گا جس میں تو دُنیا و عقبیٰ کی کُل اشیاء کو دیکھ لے گا۔

ابھی اور ذرا آگے دیکھیے پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَهُوَ	اللہ مومنوں کا مددگار ہے جو ایمان لائے اُن کو اندھیروں سے نکالتا ہے۔ نور

---

[1] و [2] غنیۃ الطالبین مطبوعہ مصر

عَزَّ وَجَلَّ اِطَّلَعَهُمْ عَلٰی مَا اُضْمِرَتْ قُلُوْبُ الْعِبَادِ وَ انْطَوَتْ عَلَیْهِ النِّیَّاتُ اِذْ جَعَلَهُمْ رَبِّیْ جَوَاسِیْسَ الْقُلُوْبِ وَالْاُمَنَاءِ عَلَی السَّرَائِرِ وَ الْخَفِیَّاتِ ۔[1]

کی طرف اور وہ عزوجل بندوں کے دلوں کے بھیدوں پر اور نیتوں پر اُن کو مطلع کرتا ہے۔ اس وقت میرے رب نے ان کو تمام قلوب کے جاسوس مقرر فرما دیا ہے اور بھیدوں اور غیوبات کا امین وواقف بنایا ہے۔

مذکورہ دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہوگیا کہ حضرت پیرانِ پیر غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اولیاء اللہ کے واسطے دنیا و عقبیٰ کے علمِ کُلّی کا حکم صادر فرما رہے ہیں کہ اولیاء اللہ بندوں کی نیتوں اور دلوں کے بھیدوں اور غیوبوں کے امین وواقف ہوتے ہیں جن کے غلاموں کے علمِ غیب کے متعلق آپ کا یہ عقیدہ ہے تو اُن کے آقا کے علومِ غیبیہ کے متعلق آپ کا کیسا عمدہ عقیدہ ہونا ظاہر ہے، مخالفین کی عقلوں پر تعجب ہوتا ہے جو اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے۔ حضرت پیرانِ پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہی اس اعتقاد پر کفر و شرک کا فتویٰ دے سکتے ہیں۔ اب یا تو جو ہم پر فتوے جڑتے ہو وہ چھوڑ دو یا حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کی بات تسلیم کر لو۔ ان دلائل سے یہ ثابت ہوگیا کہ جب حضرت پیرانِ پیر غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ علمِ غیب اولیاء کے متعلق اتنا صاف ہے تو انبیاء علیہم السلام و حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیسا ہوگا۔ اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ حضرت پیرانِ پیر غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ خود قصیدہ غوثیہ میں فرماتے ہیں:

ہے

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعًا
كَخَرْدَلَةٍ عَلٰی حُكْمِ اتِّصَالِ

(ہم نے اللہ کے تمام شہروں کو اس طرح دیکھ لیا جیسے چند رائی کے دانے ملے ہوئے ہیں)

---

[1] غُنیۃ الطالبین

حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کا تو خود اتنا بلند مقام ہے کہ آپ تمام شہروں کو مثل رائی کے دانے کے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

دُوسرے مقام پر بہجۃُ الاسرار میں آپ فرماتے ہیں:

وعزۃ ربی ان السعداء والاشقیا	عزتِ الٰہی کی قسم بے شک سب سعید و
لیعرضون علی عینی فی اللوح	شقی میرے سامنے پیش کیے جاتے ہیں
المحفوظ [1]	میری آنکھ لوح محفوظ میں ہے۔

اس کے علاوہ آپ کے متعلق بہت سے دلائل ہیں، لیکن اسی پر بس کرتا ہوں۔ الحمدُ للہ مخالفین کے اس شبہ کا بھی ازالہ ہو گیا جو یہ جگہ جگہ چرچا کرتے پھرتے ہیں۔ اب خود ہی غور فرمالیں کہ جب غلامانِ مصطفےٰ کے علوم کا یہ عالم ہے تو حضور پُر نور سیّد یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کا کیا عالم ہو گا۔

مخالفین کی کمال فریب کاری

شبہ: مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار تھے کہ کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ گھوڑے کی ٹانگیں کتنی ہیں۔ تو آپ نے نیچے اُتر کر گھوڑے کی ٹانگیں گن کر بتایا کہ گھوڑے کی ٹانگیں چار ہوتی ہیں۔ لہٰذا اگر آپ کو علمِ غیب ہوتا تو نیچے اُتر کر کیوں بتاتے۔

جواب: استغفر اللہ، استغفر اللہ! اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم - ناظرین! باانصاف غور فرمائیے کہ مخالفین حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم عظیم کے انکار میں کیا لچر بات کہتے ہیں جس کا آج تک نہ کسی حدیث میں اور نہ کسی کتاب میں ذکر۔ اور پھر لُطف یہ کہ یہ بات ویسے ہی مشہور نہیں کر رکھی بلکہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں ہے۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ واقعی یہ بات کسی حدیث میں تو نہیں البتہ گروہِ خبیث کی زبانوں پر ہے۔ ظالمو! ہوش کرو کیوں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کی بنا پر ایسی غلط باتیں آپ کی طرف منسوب کر رہے ہو۔ میں تو یہی کہوں گا کہ ایسے کاذب

---

[1] بہجۃ الاسرار

گروہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی خبر فرما دی ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ یَاْتُوْنَکُمْ مِّنَ الْاَحَادِیْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاؤُکُمْ فَاِیَّاکُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ[1]

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخری زمانہ میں ایسے فریب دینے والے اور جھوٹے لوگ ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جن کو نہ تو تم نے کبھی سُنا ہوگا اور نہ تمہارے باپوں نے۔ پس بچو ایسے لوگوں سے اور نہ اپنے قریب آنے دو تم ان کو تاکہ وُہ نہ تو تم کو گمراہ کریں اور نہ فتنہ میں ڈالیں۔

حدیث بالا میں غور کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ زمانہ آخر میں ایسے جھُوٹے فریبی لوگ ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جن کو نہ تو تم نے کبھی سُنا ہوگا اور نہ تمہارے باپوں نے۔ ایسے لوگوں سے کنارہ کرو اور اپنے قریب نہ آنے دو تاکہ وُہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ میں نہ ڈالیں۔

یہی حال اس وقت مخالفین کا ہے کہ وُہ انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عدم علم ثابت کرنے کے لیے وُہ وُہ باتیں لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں جو لوگوں نے اور ان کے باپ دادوں نے کبھی نہیں سُنی۔ جیسے آپ دیکھیے کہ گھوڑے کی ٹانگوں کی بات ایسی سُنائی جو کبھی سُننے میں نہیں آئی اور ان کے علاوہ بھی مخالفین جھُوٹی باتیں سُنانے کے عادی ہو چکے ہیں۔ محض اس لیے کہ لوگوں کو گمراہ کیا جائے۔

لہٰذا ناظرین کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ فرمانِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل

---

[1] مسلم شریف

کرکے ان سے بچیں ورنہ ان لوگوں کا مدعا یہی ہے کہ وہ عوام کو ایسی جھوٹی حدیثیں سُنا سنا کر گمراہ کرتے پھریں۔ اسی طرح آیاتِ قرآنی کے بھی غلط معانی کرکے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں لہٰذا ان کی تقریروں، تحریروں، کتابوں، رسالوں اور قرآن وحدیث کے تراجم سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ جو لوگ غلط حدیثیں گھڑ لیتے ہیں کیا وہ تراجم میں خیانت نہ کرتے ہوں گے۔

علمِ غیب حضرت سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ھُدھُد کے کلام کی بحث

شبہ: مخالفین کا قول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہُدہُد کے متعلق فرمایا کہ وہ کہاں ہے۔ لہٰذا اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو آپ اس کے بارے میں کیوں پُوچھتے۔ نیز جب ہدہد آپ کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں آپ کو اس کا علم نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو بلقیس کے احوال کا علم نہیں۔

جواب: جواب دینے سے قبل یہ واضح کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم اہل سنّت حضور فخرِ موجودات علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے لیے ماکان و مایکون کے علوم ہونے پر سچّا ایمان رکھتے ہیں۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور ساری کائنات حتّٰی کہ لوح وقلم کے علوم ایک طرف جمع ہو جائیں تو بھی حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے آگے ایک قطرہ ہیں۔ اور یہ علوم سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب جمع ہو کر بھی خدا کے علوم کے آگے ایک ذرّہ بھی نہیں۔

حاصل یہ ہُوا کہ تمام انبیاءؑ علیہم السلام کے علوم جمع ہو کر بھی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم عظیمہ کے آگے مثل قطرہ ہیں۔

اسی لیے مخالفین سب سے پہلے ہمارے عقیدہ کی پہچان پیدا کریں پھر وہ ہمارے سامنے بات کریں۔ جب ہم سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے آگے انبیاء علیہم السلام کے علوم کو مثل ایک قطرہ جانتے ہیں۔ تو پھر اس اعتقاد کے مطابق نجدیہ کو کیا گنجائش ہے کہ وہ ایسے اعتراضات ہمارے عقاید پر چسپاں کریں۔

تمام دشمنانِ انبیاء کو دعوتِ عام ہے کہ قرآن کی کسی ایک آیت سے یہ ثابت کردیں کہ

اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز کا علم فلاں نبی کو عطا نہیں فرمایا۔ انشاءاللہ قیامت تک کوئی دلیل پیش نہ کر سکو گے۔ تو پھر تمہارا کیا حق ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے علوم غیبیہ میں تنقیص کرو۔ کیا تم نے یہ ٹھیکہ لے رکھا ہے یہ کہتے پھرو کہ فلاں نبی کو فلاں امر کا علم نہ تھا۔ (العیاذ باللہ)

اللہ تعالیٰ نے تو نبوت کا خاصہ اولین یہی رکھا ہے کہ ان کو علوم غیبیہ سے مطلع فرما دیتا ہے اس لیے جو لوگ نبوت کے علوم میں تنقیص کرتے ہیں وہ در اصل نبوّت کے منکر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مخالفین کے بعض مولویوں نے قرآن کے ترجمہ میں جہاں لفظ نبی آیا ہے اس کا معنیٰ ہی ہضم کر دیا ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے ترجمہ میں لفظ نبی کا ترجمہ فرمایا ہے۔ یہ ہے ان لوگوں کی خدمتِ دین اور دیانت۔

اب اصل شبہ کے جواب کی طرف توجہ فرمائیے۔

بھلا قرآن کی کس آیت کا یہ ترجمہ ہے کہ آپ نے یہ پوچھا ہو کہ ہُدہُد کہاں گیا ہے۔ یہ کذب بیانی اور آیتوں کے ساتھ خیانت کی عادت معلوم نہیں۔ کب تک ان کا ساتھ دے گی۔ قرآن کریم کے تو پیارے الفاظ یہ ہیں:

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ أَرَى	اور پرندوں کا جائزہ لیا تو فرمایا کیا بات
الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ	ہے میں ہُدہُد کو نہیں دیکھتا یا وہ واقعی
الْغَآئِبِينَ [1]	حاضر نہیں۔

اس آیت کریمہ سے سیدنا حضرت سلیمان علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم کی دلیل اخذ کرنا سخت کج روی ہے۔ آپ کا ناواقف ہونا تو تب ثابت ہوتا کہ آپ حاضر کو غائب فرماتے۔ جو پرندہ مجلس میں غیر حاضر تھا اسی کے متعلق آپ نے یہ فرمایا ہے:

مَالِيَ لَآ أَرَى الْهُدْهُدَ۔

کہ میں آج ہدہد کو مجلس میں نہیں دیکھتا ہوں کیا بات ہے۔ کیونکہ اگر حاضر کو بلا اظہار سبب اپنے علم پر ہی موقوف رکھتے۔ تو یہ شاہی عدالت کے خلاف تھا۔ اس واسطے آپ نے ہُدہُد کے متعلق سختی کے

---

[1] پ ۱۹، ع ۱۷، س النمل

الفاظ استعمال فرمائے کہ اگر وہ میرے پاس کوئی یقین دلیل نہ پیش کر سکا۔ تو میں اسے سخت عذاب کروں گا یا ذبح کر دوں گا۔ تو آپ کا یہ فرمانا حضرت سلیمان علیہ السلام کے عدمِ علم پر دلالت نہیں کرتا بلکہ یہ دوسروں کو عبرت دلانا تھا کہ کوئی دُوسرا بلاوجہ بغیر اجازت غیر حاضری نہ کرے۔ اس لیے فرمایا:
مَالِیَ لَآ اَرَی الْهُدْهُدَ۔ یہ کس لفظ کا معنیٰ ہے کہ آپ کو علم نہ تھا۔ معنیٰ تو یہ ہے کہ میں ہُدہُد کو نہیں دیکھتا۔ یہ تو آپ کے علم کی دلیل ہے کہ کتنی لاکھوں انسانوں اور جنوں اور چوپایوں اور درندوں اور پرندوں میں سے خصوصاً ہُدہُد کو نامزد کر کے اس کی غیر حاضری کی اطلاع دے رہے ہیں۔ یہ تو آپ کے علمِ غیب کی دلیل ہے۔ لہٰذا آئندہ آیت قرآنی سے غلط استدلال کر کے انبیاء صلوٰتہم وسلامہم کے علم کی تنقیص کرنے کی بے جا کوشش نہ کیجئے۔

اب رہا یہ کہ ہُدہُد نے کہا:

اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ۔ میں وہ بات دیکھ کے آیا ہُوں جو آپ نے نہیں دیکھی۔

مخالفین کا یہ استدلال کرنا کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو علمِ غیب ہوتا تو ہُدہُد یہ کیوں کہتا۔ پھر اس کے صاف معنی یہ ہُوئے کہ منکرین لوگ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے ایک پرندے ہُدہُد کا علم زیادہ مانتے ہیں۔ یعنی کہ پرندے کا علم تو مانتے ہیں۔ لیکن بغض انبیاء کی بناء پر نبی اللہ کا علم ماننے کو تیار نہیں (العیاذاً باللہ)۔ خدا عقل دے تو یہ سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں کہ یہ کہنا ہدہد کا اپنا ہے یا حقیقت پر مبنی ہے۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ ہو کہ اس ہدہد کا یہ کہنا حقیقۃً صحیح ہو۔ یہ محالات سے ہے کہ وہ حضرت سیّدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام جن سے ہوا کا ذرہ ذرہ بھی شرق و غرب میں اور شمال و جنوب میں بغیر اجازت اور خبر کے حرکت نہ کرے اور ان سے ایک پرندے (ہدہد) کے علم کو زیادہ کہا جائے۔ تو یہ کہنا ایمان اجازت نہیں دیتا۔ اور آیاتِ قرآنیہ کے بالکل خلاف۔

ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ[1] اور ہم نے سلیمان علیہ السلام کے تابع زور کی ہوا کر دی جو اس کے حکم سے چلتی تھی۔

---

[1] پ ۱۷، ع ۵، س الانبیاء

کیا بلقیس کے شہر ہوا چلتی تھی یا کہ نہیں ؟ ضرور چلتی تھی۔ وہاں کے تمام مقامات کے ذرہ ذرہ کی ہوا سے حضرت سلیمان علیہ السلام باخبر ہوں۔ لیکن بلقیس اور اس کے تخت سے بے خبر ہوں۔ اس لیے یہ اعتراض ہُد ہُد کے کلام کو لے کر قرآن کے خلاف ہے۔ باقی رہا یہ کہ آپ نے اس کا رد کیوں نہ فرمایا۔ تو ہر ایک کا بیان سُننا اور اس کا انتظام کرنا یہ اصولِ سلطنت سے ہے اور اگر بادشاہ اپنی عقل کے مطابق اپنی سلطنت کے کاروبار کو چلائے تو یہ بھی اصولِ سلطنت کے خلاف ہے اس لیے ہُد ہُد کے کہنے پر ہُد ہُد کو خط دیا اور بلقیس کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ ہم دیکھیں گے کہ یہ سچّا ہے یا جھُوٹا ہے۔ تو اس ترتیب سے اور مہلت سے بلقیس کو بُلایا اور وہ آپ کے نامہ مبارک سے ہی مع اپنی جماعت کے مسلمان ہوگئی۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی عزّت اپنے مقام پر بالاتر رہی۔

اگر (معاذاللہ) آپ کو علم نہ ہوتا اور آپ کی نظر بلقیس کے شہر اور تخت تک نہ پہنچ سکتی۔ تو آپ نے عفریت کو فیل کر کے آصف بن برخیا کے عرض کرنے کو کیوں مقدم سمجھا حالانکہ عفریت اتنا زبردست جِن تھا جو دعویٰ کرتا تھا کہ میں ہزاروں میلوں سے بلقیس کا اتنا بھاری بھرکم تخت آپ کے کھڑے ہونے سے قبل پیش کر سکتا ہوں۔ لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی طاقت کو کمزور قرار دیا تو آصف بن برخیا جو آپ کی غلامی میں حاضر رہتا تھا اُس نے عرض کی حضور! میں آپ کے پلک جھپکنے سے قبل تختِ بلقیس پیش کر دوں گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیکھا تو تخت سامنے پڑا تھا۔ ہکذا[1]

اور اگر ہُد ہُد کے کلام پر ہی اعتماد ہے تو ہُد ہُد جس کو عرشِ عظیم کہتا تھا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا غلام اُس عرشِ عظیم کو آنکھ جھپکنے سے پہلے ہی اٹھا لایا۔ کیا وُہ ہزاروں میلوں سے اتنے بڑے تخت کو بغیر علم کے ہی اٹھا لایا۔

ارے جس کے غلاموں کو اتنا علم ہے اور اتنی نظر اور اتنی طاقت ہو۔ تو بھلا اُس کے آقا کے علم و نظر اور طاقت کا کیا عالم ہوگا۔ جب تمھیں غلاموں کے علم کا پتا نہیں تو آقا کے علم کو کیا سمجھ سکتے ہو۔ اور پھر جو آقاؤں کے آقا ہیں ان کے علوم کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ اور اگر پھر

---

[1] پ ۱۹، ۱۰، س النمل

یہ کہو کہ ہُدہُد ہی کے کلام پر اعتماد ہے تو ہُدہُد یہ بھی کہتا ہے:

وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ۔ اس (بلقیس) کے پاس ایک عرش عظیم ہے۔

کیا اس پر بھی تمہارا ایمان یہی ہوگا کہ اس کا عرش اللہ کے عرش سے بڑا ہے یا مساوی؟ تو تمہیں یہی کہنا پڑے گا کہ اس کی اپنی عقل کا اندازہ ہے اور اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ میں اس کی عقل کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ تو پھر یہ تمہاری کون سی دیانت داری ہے۔ معلوم ہُوا کہ جن کے غلام اتنی اتنی دُور کی خبریں رکھتے ہیں اُن کے آقا کے متعلق اُن کے غیب کا ہم کیا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس لیے یہ تسلیم کرنا پڑے گا حضرت سلیمان علیہ السّلام کا علم ہوا کے ذرّے ذرّے و مافیہا کو محیط تھا۔ لہٰذا آپ سے بلقیس کا شہر یا اس کا تخت مخفی نہ تھا۔ الحمد للہ رب العالمین مخالفین کے ان دو اعتراضوں کا بھی قلع قمع ہوگیا۔

سیّدنا حضرت یعقوب علیہ الصّلوٰۃ والسلام اور غم کی وجہ

شبہ: مخالفین کا اعتراض ہے کہ اگر حضرت یعقوب علیہ السلام کو غیب کا علم ہوتا تو آپ کو چالیس سال رونے کی کیا ضرورت تھی۔ لہٰذا آپ کو اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کے متعلق کچھ علم نہ تھا۔

جواب: دیکھا آپ نے مخالفین کا حال کہ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام کی دشمنی ان میں کس طرح سرایت کر چکی ہے کہ اپنی ہی طرف سے یہ باتیں کہنا شروع کر دی ہیں کہ حضرت سیّدنا یعقوب علیہ السلام کو اپنے فرزند حضرت یُوسف علیہ السلام کا علم نہ تھا جبھی چالیس سال روتے رہے۔ بھلا یہ کون سی آیت کا ترجمہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السّلام کو اپنے بیٹے یُوسف علیہ السلام کا کچھ علم نہ تھا اور آپ چالیس سال تک روتے رہے۔ یہ دھوکا بازی نہیں تو اور کیا ہے۔ قرآن حکیم کے تو صاف صاف الفاظ ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:

اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ[1] میں غم کرتا ہوں کہ اسے تمہارے ساتھ بھیج دوں۔

---

[1] پ ۱۲، ع ۱۲

اس سے واضح ہوا کہ آپ کو حضرت یُوسف علیہ السّلام کے چلے جانے یعنی آپ سے جدا ہونے کا غم تھا اور دوسرے مقام پر یہ بھی ہے کہ

وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ۔ (پ ۱۳، ع ۴) آپ کی آنکھیں غم کی وجہ سے سفید ہوگئیں۔

توظاہر ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو غم صرف حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کی بنا پر تھا نہ کہ لاعلمی کی وجہ سے۔

اسی طرح اگر یہ کہو کہ آپ کو حضرت یُوسف علیہ السلام کا علم نہیں تھا۔ یہ بھی غلط۔ قرآن نے اس کی بھی وضاحت فرمادی ہے کہ حضرت سیدنا یعقوب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے بیٹوں سے فرمایا تھا:

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا۔ (پ ۱۳، ع ۴) بلکہ یہ تمہاری اپنی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔

یعنی کہ آپ کو علم تھا کہ میرا یُوسف خیریت سے ہے اور انھوں نے میرے آگے بھیڑیئے کے کھاجانے کی چال چلی ہے۔

اور اسی طرح دوسرے مقام پر آتا ہے کہ آپ نے فرمایا تھا:

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ۔ (پ ۱۳، ع ۴) اے بیٹو! جاؤ میرے یوسف اور اس کے بھائی کی تلاش کرو۔

اس کے علاوہ اور بہت سی آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت سیدنا یعقوب علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو حضرت یُوسف علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے تمام حالات کا علم تھا اور غم آپ کو صرف حضرت یوسف علیہ السّلام کی جدائی کی بنا پر تھا، نہ یہ کہ آپ کو معاذ اللہ علم نہیں تھا۔ لہٰذا مخالفین کا یہ اعتراض بھی بالکل باطل ہے اس لیے ان کا یہ حق نہیں کہ نبی اللہ کے علم میں تنقیص کریں۔

حضرت ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے پاس فرشتوں کا آنا اور بیٹے کو ذبح کرنے کی تیاری کرنا اور اُس کی تحقیق

شبہ: منکرین کا کہنا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے تو آپ نے

اُن کے آگے بُھنا ہوا گوشت پیش کیا تو فرشتوں نے کہا ہم نہیں کھا سکتے۔ للٰہذا اگر آپ کو علم ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں تو ان کے آگے کھانا کیوں پیش کرتے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے لے گئے۔ اگر آپ کو یہ علم ہوتا کہ بیٹے نے بچ ہی جانا تھا۔ تو لے جانے کی کیا ضرورت؟

جواب: بڑے ہی افسوس کی بات ہے کہ منکرین نے انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام کے واقعاتِ عظیمہ جو اُمت کے لیے بہترین نمونہ ہیں۔ اور باعثِ برکت و ہدایت اور خدا تک پہنچنے کی رسی ہیں۔ اُن سے بھی اِن حضرات نے عدمِ علم کی دلیل اخذ کرنے کی کوشش کی ہے۔ قرآن حکیم کی کس آیت کا یہ معنیٰ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُن فرشتوں کا علم نہیں تھا (معاذ اللہ) (یہ کہاں ہے کہ فرشتوں نے کہا کہ ہم نہیں کھاتے) یہ تو بلکہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:

اَلَا تَاْكُلُوْنَ۔ (کیا تم نہیں کھاتے)

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عزت و عظمت پر حملہ کرنے کے لیے کیا کیا ایجادیں کر ڈالیں۔ بھلا کیا جانیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عمل میں کیا کیا حکمتیں ہیں۔ قرآن کریم کی پیاری آیات تو یہ ہیں:

هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۝ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝[1]	اے محبوب! کیا آپ کے پاس ابراہیم (علیہ السلام) کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔ جب وہ اس کے پاس آکر بولے، سلام۔ فرمایا: سلام۔ ناشناسا لوگ ہیں۔ پھر وہ اپنے گھر گیا تو ایک فربہ بچھڑا لے آیا پھر اسے ان کے پاس رکھا۔ کہا کیا تم کھاتے نہیں۔

قرآن کریم کی آیات سے معلوم ہُوا کہ وُہ ملائکہ جو بشکل آدمی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

---

[1] پ ۲۶، ع ۱۸، ۱س الذّٰریٰت

لڑکے اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے اور حضرت لُوط علیہ السلام کی قوم کو عذاب میں مبتلا کرنے کے لیے آئے تھے۔ یہ آپ کے خاص عزّت والے مہمان تھے۔ بیشک فرشتوں نے نہیں کچھ کھانا اور نہ کھا سکتے ہیں۔ لیکن آپ نے مہمانوں کی مہمان نوازی کا حق ادا کرنا تھا اور یہ حق ادا فرماتے ہوئے خود ہی فرشتوں سے فرمایا:

الا تأکلون ۔ (کیا تم نہیں کھاتے)

یعنی واقعی کھا نہیں سکتے۔ خلیل الرحمان کا یہ تو خاصہ عظیم تھا کہ آپ نے ہر مقام پر اپنا حق ادا فرما دیا ہے اس کے آگے ہی یہ بھی آتا ہے کہ فرشتوں نے آپ سے فرمایا:

لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ۔ (پ ۲۶، ع ۱۹)	خوف نہ کیجئے اور آپ کو خوش خبری ہو ایک علم والے لڑکے کی۔ یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام کی۔

غور طلب امر یہ بھی ہے کہ فرشتے لڑکے کے پیدا ہونے کی بھی خوشخبری دے رہے ہیں اور ساتھ ہی اُس لڑکے کے علیم ہونے کی بھی بشارت دے رہے ہیں، جو لڑکا پیدا ابھی نہیں ہوا۔ وہ حضرت اسحٰق علیہ السلام علیم ہوں اور جن کے ہاں یہ پیدا ہونے والا ہے وہ باپ حضرت خلیل علیہ السلام معاذاللہ بے علم ہوں۔ مخالفین کی عقلوں پر ایسے غلاف چڑھ چکے ہیں کہ انھیں مقامِ نبوت کے احترام کی ذرا تمیز نہیں رہی۔ اگر یہ نبوت کے قدر دان ہوتے تو انھیں معلوم ہو جاتا کہ مقامِ نبوّت کے کئی عظیم خواص میں سے ایک یہ خاصہ بھی ہے کہ وہ تمام فرشتوں کو جانتے ہیں۔

زرقانی شرح مواہبِ لدنیّہ میں حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

النبوة عبادة عما یختص به النبی ویفارق به غیرہ وھو یختص بانواع من الخواص احدھا یعرف حقایق الامور المتعلقة باللہ تعالیٰ وصفاته وملٰئکته والدار الاٰخرة علما مخالفاً	نبوت اس چیز سے عبارت ہے کہ جس کے ساتھ نبی مختص ہے اور غیروں سے ممتاز ہے۔ اوّل یہ کہ جو امور اللہ جلّ جلالہٗ اور اس کی صفات اور فرشتوں اور آخرت کے ساتھ متعلق ہیں نبی ان کے حقایق کا عارف ہوتا ہے اور دوسروں کو

لعلم غیرہ بکثرت المعلومات وزیادۃ الکشف والتحقیق وثانیھا ان لہ فی نفسہ صفتہ بھا تتم الافعال الخارقۃ للعادۃ کما ان لنا صفۃ تتم بھا الحرکات المقرونۃ بارادتنا وھی القدرۃ ثالثھا ان لہ صفۃ بھا یبصر الملٰئکۃ ویشاھدھم کما ان للبصیر صفتہ بھا یفارق لاعمی رابعھا ان لہ صفتہ یدرک ماسیکون فی الغیب۔[1]

کثرت معلومات اور زیادتی کشف و تحقیق میں اس سے کچھ نسبت نہیں۔ دوم یہ کہ اُن کی ذات میں ایک ایسا وصف ہے جس سے افعال خارقہ عادت تمام ہوتے ہیں۔ جس طرح کہ ہمیں ایک وصف قدرت کا حاصل ہے جس سے ہمارے حرکات ارادیہ پورے ہوتے ہیں۔ سوم یہ کہ نبی کو ایک ایسا وصف حاصل ہے جس سے ملائکہ کو دیکھتا ہے اور ان کا مشاہدہ کرتا ہے جس طرح کہ بینا کو ایک وصف حاصل ہے جس کے باعث نابینا سے ممتاز ہے۔ چہارم یہ کہ نبی کو ایک وصف ایسا حاصل ہے جس سے وہ غیب کی آئندہ باتوں کا ادراک کر لیتا ہے۔

حضرت علامہ بحر العلوم رہبرِ شریعت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اس نفیس کلام سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حقایقِ امور کا علم عطا فرمایا ہے اور کثرت معلومات وزیادتی کشف وتحقیق میں اور سب سے زیادہ ممتاز فرمایا ہے۔ افعال خارقہ کی ایسی صفت عطا فرمائی جیسے ہمیں حرکات ارادیہ کی کہ ہم جب چاہیں حرکت کریں۔ ایسے وہ جب چاہیں افعال خارقہ ظاہر فرمائیں۔ اور ایک صفت ایسی دی جس سے وہ ملائکہ کو اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح بینا۔ اور ایک صفت غیب کی ایسی عنایت فرمائی جس سے وہ غیب کی آئندہ خبریں جانتے ہیں۔

---

[1] زرقانی شرح مواہبِ لدنّیہ

ثابت ہوا کہ نبوت میں یہ خاصہ ہے کہ وہ ملائکہ کو دیکھتے ہیں اور ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔
کیا حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسلام اُن ملائکہ کو جو بشکل آدمی تشریف لائے نہ پہچان سکے۔
ضرور پہچانتے تھے۔ مگر وہ کیا جانیں جو ابھی تک مقام نبوّت کی عزّت وعظمت سے ہی ناواقف ہیں۔
اب رہا مخالفین کا یہ کہنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔
لہٰذا اگر آپ کو علم ہوتا کہ اس نے ذبح سے بچ جانا ہے تو ذبح کرنے کی تیاری کیوں فرماتے۔
بھلا یہ تو بتلائیے کہ کون سی وہ آیت ہے جس کا یہ ترجمہ ہو کہ آپ کو علم نہیں۔ پھر تعجب ہے کہ منکرین نے اس واقعۂ ذبیحہ سے آپ کے عدمِ علم کا ثبوت کیسے لے لیا۔ اس واقعہ کو تو عدمِ علم سے کچھ علاقہ ہی نہیں۔

قرآن کریم کے تو پیارے الفاظ یہ ہیں:

قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ [1]	فرمایا اے پیارے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔ تیری کیا مرضی ہے؟ بیٹے نے کہا ابا جان! کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے خدا نے چاہا قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔

اس آیت شریفہ سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیٹے کو ذبح کرنے کا خواب خواب نہیں تھا بلکہ یہ بھی حکمِ خدا تھا کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی الہام ہوا کرتے ہیں اسی لیے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا:

افعل ما تؤمر۔ (آپ کو جو حکم ہوا ہے کیجئے)

بیٹے کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ بھی خدا کا حکم ہے۔ معلوم ہوا کہ بیٹے کو بھی اس کا علم تھا کہ یہ خدا کا حکم ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حکم سے بیٹے کو ذبح کر دینے کا ارادہ فرما لیا تو

---

[1] پ ۲۳، ع ۷، س الصّٰفّٰت

اس میں آپ کے عدمِ علم کا ثبوت کیسے ہو سکتا ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ۝ وَ نَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰاِبْرٰهِیْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝
(پ ۲۳، ع ۷)

تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا (اس وقت کا حال نہ پوچھ) تو ہم نے اسے ندا فرمائی اے ابراہیم! بے شک تُو نے خواب سچا کر دکھایا بیشک ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے ہمارے حکم سے گردن جھکا دی تو ہم ہی نے کہا اے ابراہیم! تُو نے خواب کو سچّا کر دکھایا۔

اور فرمایا:

وترکنا فی الآخرین۔ ہم اس کو پچھلوں میں یادگار رکھیں گے۔

اس واقعہ ذبیحہ سے تو اللہ تعالیٰ حضرت سیدنا ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی شان و رفعت اور آپ کی تعریف بیان فرما رہا ہے اور آپ کے اس واقعہ عظیمہ کو قیامت تک کے مسلمانوں میں یادگار رہنا یا ہے لیکن دشمنانِ نبوت کو یہ سُوجھ رہا ہے کہ (معاذ اللہ) آپ کو علم نہ تھا۔ خدا تعریف بیان فرما رہا ہے اور یہ اس مقام عالی میں عیب نکال رہے ہیں۔ درحقیقت یہ خدا تعالیٰ کو بے علم سمجھ رہے ہیں اور اس میں عیب نکال رہے ہیں (العیاذاً باللہ) کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مخالفین یہ بھی کہہ بیٹھیں کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا:

اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ [1]

کیا تجھے یقین نہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اس لیے کہ دل کو اطمینان ہو۔

---

[1] ۲۶۰ س بقرہ

لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی علمِ غیب نہیں (معاذ اللہ) اگر خدا کو علم ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیوں دریافت کرتا کہ کیا تجھے یقین نہیں۔ اس لیے ایسے واقعات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں عدمِ علم کا ثبوت لینا انتہا درجہ کی جہالت ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات میں ہزارہا حکمتیں ہوا کرتی ہیں جو عام لوگوں سے بالاتر ہیں۔ اس واسطے کسی کا کیا حق ہے کہ وہ محبوبِ خدا کے علوم میں تنقیص کرتا پھرے۔ الحمدُ للہ۔

حضرت عُزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ کی تحقیق

شبہ: منکرینِ علمِ غیب کا بیان ہے کہ حضرت عُزیر علیہ السلام جس بیابان جگہ سے گزرتے ہوئے وہاں کچھ دیر آرام کرنے کے لیے سو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو وہاں پر سو سال تک رکھا۔ آپ جب سو سال کے بعد اُٹھے تو پُوچھا گیا کہ اے عُزیر! کتنی دیر یہاں ٹھہرے ہو تو کہنے لگے: آدھا یا پُورا دن۔ اگر اُن کو علم ہوتا تو یہ کیوں کہتے کہ آدھا یا پورا دن ٹھہرا ہُوں۔

جواب: نہایت افسوس کی بات ہے کہ مخالفین نے حضرت سیدنا عُزیر علیہ السلام کے واقعہ کو بھی آپ کے علم نہ ہونے کی سند بنا لیا ہے۔ یہ تو ان کی پُرانی فطرت ہے کہ قرآنی آیاتِ طیبات کو جب چاہا اور جس طرح چاہا اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لیے توڑ موڑ لیا۔ مگر اس سے کیا نتیجہ نکلا کہ اپنی آخرت بھی تباہ کر رہے ہیں۔ اور یہ سب کوششیں بے سُود ہیں۔ اسی طرح حضرت سیدنا عزیر علیہ السلام کے واقعہ سے کوئی دانا عدمِ علم نہیں نکال سکے گا۔ بھلا اگر حضرت عزیر علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ:

قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ۔ (پ ۳، ع ۳)

تو اس میں کیا حرج ہے اور تمہیں کیا حق ہے کہ یہ کہو کہ آپ کو علم نہیں۔ یہ کہنا کہ آپ کو علم نہیں' یہ کس لفظ کا ترجمہ کر رہے ہو۔ اس کا مطلب پھر یہی ہوگا کہ تم اپنے مدعا کو ثابت کرنے سے قاصر ہو کر محض زبان درازی اور قرآنی آیات سے مکاری کرنی شروع کر دیتے ہو تو ایسے فاسد قیاس کیا عقلاء کے نزدیک قابلِ التفات ہیں؟ آپ جیسے شیطانی قیاس والوں کو حضرت عزیر علیہ السلام کا لبثت یوماً او بعض یوم فرمانے سے یہ عدمِ علم کا شُبہ پیدا

نہ اب تو لازم ہے کہ وہ یہ بھی کہتے پھریں کہ حضرت عزیر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَمْ لَبِثْتَ - (آپ یہاں کتنی دیر ٹھہرے) (پ۳۔ بقرہ)

لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہوتا تو حضرت عزیر علیہ السلام سے کیوں دریافت کرتا۔ تو یہ وہی شیطانی شبہ ہے۔ تو کیا قابلِ التفات ہو سکتا ہے۔ ایسے واقعات جو کئی حکمتوں پر مبنی ہوں اور اُمت کے لیے نصیحت آموز ہوں عدمِ علم کی ہرگز دلیل نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔ اس کا علم قدیم بالذات ہے مگر ایسے لفظوں سے یہ معنی سمجھ لینا اور انکار علم میں سند لانا کور باطنی اور نابینائی ہے بلکہ سیدنا حضرت عزیر علیہ السلام کے علمِ غیب کا واضح ثبوت ہے کہ آپ نے فرمایا میں یہاں پر دن یا کچھ حصہ ٹھہرا ہوں۔ اس لیے کہ آپ بعد از انتقال عالمِ برزخ میں چلے گئے۔ اور برزخ کا عالم وہ ہے جہاں نہ دن ہے نہ رات۔ اب جب آپ اُٹھے تو دریافت کیا پروردگارِ عالم نے کہ آپ کتنا عرصہ یہاں پر ٹھہرے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: دن یا دن کا کچھ حصہ۔ یعنی عالمِ دُنیا کے سو سال عالم برزخ کے مقابلہ میں کچھ نہیں۔ اور اگر بیان مقصود بجواب ہے تو بمثل ایک دن یا اس کا کچھ حصہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے عُزیر علیہ السلام! آپ سو سال ٹھہرے ہیں۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے عالمِ دُنیا کے سَو سال اور حضرت عزیر علیہ السلام نے عالمِ برزخ کے سو سال کو بتمثیلِ دنیا ایک دن یا اس کا کچھ حصہ بیان فرمایا تاکہ دونوں جہاں کی حقیقت واضح ہو جاوے۔ اسی لیے حیات کے بعد موت اور موت کے بعد دوبارہ حیات کا مسئلہ بھی روشن فرما دیا۔ عالمِ دنیا اور عالمِ برزخ کا مسئلہ بھی سمجھا دیا۔ تیرا ظاہری طور پر بصورت دنیا فی الحقیقت فانی جب آپ نے آرام فرمایا تو اس وقت دن کا کچھ وقت گزر گیا تھا اور جب اُٹھے تو کچھ دن باقی تھا۔ اس کے مطابق بھی جواب بصورت ظاہرہ درست تھا اور رہا باطن میں اس واقعہ کے راز تو وہ اہلِ علم ہی پہچانتے ہیں۔ وہ بیوقوف کیا جانے جس کو تنقیص کے سوا اور کچھ سُوجھتا ہی نہیں ہے۔

مسلمان کا یہی حق ہے کہ وہ خدا کے محبوبوں کا ادب و احترام اور ان کی عزت و توقیر بجالائے۔ خوب سوچیے اور خدا کا خوف پیدا کیجئے اور آئندہ گستاخیوں سے باز رہئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی تو وہ ذاتِ عظیمہ ہے جن کی تعریف و شان خود خداوند کریم نے بیان فرمائی بلکہ سارا قرآن خلقِ رسول ہی ہے۔ کون ہے جو آپ کی شان کا اندازہ کرے۔

آئیے ذرا اب حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیے کہ وہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کتنی عظیم حقیقت کا اظہار کرتے ہیں۔

شانِ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

حضرت سیّدنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا عقیدہ

قصیدہ نعمان :

وَاللهِ لَوْ اَنَّ الْبِحَارَ مِدَادُهُمْ

وَالشُّعَبُ اَقْلَامٌ جعلن لِذَاكَا

لَمْ يَقْدِرِ الثَّقَلَانِ يَجْمَعُ نَذْرَهٗ

اَبَدًا وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ اِدْرَاكَا

(ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر تمام سمندر ان کی روشنائی ہو جائیں اور تمام روئے زمین کے درخت قلم بنا دیئے جائیں اور تمام گروہِ جن و انسان (یا ساکنانِ ارض و سماء) مل کر ایڑی چوٹی کا زور لگائیں بایںہمہ آپ کے مکارم و اوصافِ جمیلہ سے ایک ذرہ بھر بھی نہ لکھ سکیں۔ لکھنا تو درکنار اس کا ادراک بھی نہ کر سکیں)

اس میں شک نہیں کہ رئیس الفقہاء سراج الملت حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسی حقیقت بیان فرمائی ہے جس پر ہر صحیح العقیدہ مسلمان کا یقین اور ایمان ہے۔ لیکن آج ہمیں ایسے لوگوں سے واسطہ پڑ رہا ہے جو اصلی حنفیت کے دعویدار ہیں اور اپنے تئیں حضرت امام موصوف رحمہ اللہ کے مقلد بن ظاہر کرتے ہیں۔ نہ صرف ان کے عقاید سے بالکل منحرف ہیں بلکہ شاہِ دوجہاں رحمت عالمیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مراتبِ عالیہ اور علومِ غیبیہ پر بھی تنقید کرتے ہیں۔

حضرت امام موصوف رحمہ اللہ کا عقیدہ دیکھیے آپ فرماتے ہیں ساکنانِ دوجہاں، جن و انس، اور ملائکہ سب کو جمع کر لیا جائے تمام سمندروں کا پانی سیاہی بنا دی جائے اور روئے زمین پر جتنے درخت ہیں سب کے قلم بنا دیے جائیں اور یہ سارے سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدارج اور اوصافِ جمیلہ قلمبند کرتے رہیں باوجود سعیِ عظیم کے آپ کے کمالات سے ایک ذرّہ بھر

نہ لکھ سکیں بلکہ علو و مراتب کا ادراک بھی نہ کر سکیں۔

جب اہلِ بصیرت حضور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور منصب عالی کو نہیں سمجھ سکتے تو اربابِ عقول کے اعتراضات بے معنی ہیں۔ جو لوگ محض اپنی ذاتی قیاس آرائی کی بنا پر لوگوں میں غلط بیانی کرتے رہتے ہیں امام موصوف علیہ الرحمۃ نے سچ فرمایا کہ آپ کے اوصافِ حمیدہ عقل و فہم سے باہر ہیں۔ ع

عقل قربان کن بہ پیشِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں ایک مقام پہ فرماتے ہیں:

اکثر عوام الناس خواہند کہ فراخی حوصلہ بادشاہاں را دریابند معلوم کنند و بگفتگو ہرگز نمی توانند فہمید و اینجاست گرگفتہ اند لَا یَعْرِفُ الْوَلِیَّ اِلَّا الْوَلِیُّ وَ لَا یَعْرِفُ النَّبِیَّ اِلَّا النَّبِیُّ۔

اکثر عوام الناس چاہتے ہیں کہ بادشاہوں کے حوصلہ کی فراخی کو پہنچیں اور اس کو گفتگو یا بات چیت کے ذریعہ سے معلوم کریں لیکن وہ ہرگز دریافت نہیں کر سکتے اور نہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اسی لیے یہ قول معروف ہے کہ ولی کو ولی اور نبی کو نبی پہچانتا ہے۔

بر مقامے کہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جس مقام پر پہنچے ہیں وہاں کسی نبی یا ولی کو رسائی نہیں ہے اس واسطے سوائے ذاتِ باری تعالیٰ کے آپ کے درجاتِ عالیہ کو کماحقہٗ کوئی نہیں جانتا۔

۵

مَاذَا یَقُوْلُ الْمَادِحُوْنَ وَمَا عَسٰی
اَنْ یَّجْمَعَ الْکُتَّابُ مِنْ مَّعْنَاکَا

یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّل، یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّر، یٰسٓ و طٰہٰ و یا سیّدی آپ کے مدّاح آپ کی تعریف میں کیا کہہ سکتے ہیں کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ لکھنے والے آپ کی سیرت و صورت معنوی اور اوصافِ حمیدہ سے کچھ تحریر میں لا سکیں۔

۵

لا یمکن الثناء کما کان حقّهٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر

ہمارا مخالفین سے کوئی ذاتی عناد نہیں ہے بلکہ صرف یہ مقصد ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام وحضور فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبیاں وگستاخیاں اور توہین آمیز کلمات چھوڑ دیں۔

تمام وہابیہ دیوبندیہ اچھی طرح سُن لیں کہ مجھے ہر روز جتنی چاہو گالیاں دو، تو مجھے اس شرط پر منظور ہیں کہ تم حضور آقاءِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم، دیگر انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام اور اولیاءٔ صالحین کی شان اقدس میں بے ادبی کا کوئی کلمہ نہ ہو۔

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ اپنی کتاب شفاؔ شریف میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے منقول ہے:

قال ابوحنیفۃ و اصحابہ علی اصلھم من کذب باحدٍ من الانبیاء او تنقص احداً منھم فھو مرتد[1]	حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب نے فرمایا جو کوئی کسی نبی کی تکذیب یا تنقیص کرے وہ مرتد ہے۔

اس کے آگے چل کر حضرت علاّمہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال محمد بن سحنون اجمع العلماء علیٰ ان شاتم النّبی صلی اللہ علیہ وسلّم المستنقص لہ کافر و من شك فی کفرہ وعذابہ کفر[2]	محمد بن سحنون فرماتے ہیں کہ تمام علماءِ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین و تنقیص کرنے والا کافر ہے اور جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

---

[1] شفاءٔ شریف جلد دوم ص ۲۶۲ [2] ایضاً ص ۳۹۳

آپ نے حضرت امام اعظم ابُوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا عقیدہ اور مذہب دیکھ لیا ہے اب سوچیے کہ اصلی حنفی کون ہے اور نقلی کون ۔ کیا نبی کے علوم میں کمی بیان کرنا توہین یا تنقیص نہیں ، ضرور ہے۔
بعض دیوبندی حضرات یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ جن کتابوں میں دیوبندیوں نے توہین آمیز عبارات لکھی ہیں ان کی نیت توہین وتنقیص کی نہ تھی۔ مناسب سمجھتا ہُوں کہ اُنہی کے مولوی کی زبانی یہ بات پیش کیے دوں کہ الفاظِ توہین میں نیت معتبر نہیں ہُوا کرتی۔
دیوبندیوں کے شارح بخاری مولوی انورشاہ کشمیری اپنی کتاب اکفار الملحدین میں رقمطراز ہیں:

المدار فی الحکم بالکفر علی الظواهر ولا نظر للمقصود والنیّات ولا نظر بقرائن حاله [1]	کفر کے حکم کا دارو مدار ظاہر پر ہے قصد و نیّت و قرائنِ حال پر نہیں۔

اس کے آگے انورشاہ کشمیری تحریر کرتے ہیں:

وقد ذکر العلماء ان التهور فی عرض الانبیاء وان لم یقصد السب کفر [2]	علمأ نے فرمایا انبیاء علیہم السّلام کی شان میں دلیری وجرأت بھی کفر ہے اگرچہ توہین مقصود نہ ہو۔

ان تمام مذکورہ عبارتوں پر غور کیجئے کہ دیوبندیوں کے شارح بخاری مولوی انورشاہ کشمیری کتنا صاف لکھ رہے ہیں کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کی شان میں دلیری وجرأت بھی کفر ہے اگرچہ توہین مقصود نہ ہو۔ کُفر کے حکم کا دارو مدار ظاہر پر ہے قصد و نیّت و قرائن حال پر نہیں۔
اب بتائیے کہ مخالفین کا کیا ٹھکانہ، جن کا سرمایۂ حیات صرف یہی ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی شان میں گستاخیاں کریں۔
اس لیے اب بھی وقت ہے کہ اُس بارگاہِ مقدسہ کے باادب ہوجاؤ اور سچّی توبہ کیجئے۔ ورنہ اپنا آخری مقام سوچ رکھو۔ تنقیصِ انبیاء علیہم السلام معمولی سی بات ہوتی تو آج اتنا اختلاف کیوں ہوتا۔ عاملۃ ناصبۃ تصلیٰ نارًا حامیہ۔

---

[1] اکفار الملحدین ص ۲۔ [2] اکفار الملحدین

چیلنج تمام وہابی دیوبندی سب کو دعوتِ عام ہے اجمعوا شرکاءکم چھوٹے بڑے سب اکٹھے ہو کر ایک آیت قطعی الدلالۃ یا ایک حدیث متواتر یقینی الافادہ چھانٹ لائیں جس سے صاف صریح طور پر ثابت ہو کہ حضور سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فلاں چیز کا علم حضرت حق مجدہٗ تعالیٰ نے مرحمت نہیں فرمایا۔

ان اللّٰہ لا یھدی کید للخائنین۔ (۱۲ : ۵۲)

تو خوب جان لو کہ اللہ راہ نہیں دیتا دغا بازوں کے مکر کو۔

اِن شاءاللہ قیامت تک کوئی دلیل نہ لاسکو گے۔ الحمدُ للہ ربّ العٰلمین۔

ضروری اس کتاب میں ان سوالوں کے جوابات ہیں جو دیوبندی وہابی اکثر اہل سنّت (بریلویوں) پر حضور پُرنور ناصر یوم الکربۃ والنشور کے علم شریف کے بارے میں کیا کرتے ہیں جو اجمالاً از روئے قرآن مجید واحادیث شریفہ اور اقوال ائمہ کرام سے بطریق احسن بلا طعن و تشنیع بحسبِ توفیق لکھے گئے ہیں۔ اگر مخالفین کے کچھ اور سوالات علم غیب کے متعلق رہ گئے ہیں تو انکے بھی تفصیلاً اِن شاءاللہ ورسولہ الکریم آئندہ کسی اور کتاب میں جوابات پیش کر دیے جائیں گے۔ مکمل اطمینان رکھیے۔

اعلان اس کتاب کے لکھے جانے کے بعد اگر وہابیہ دیوبندیہ اہلسنّت مذہب حق پر حضور انور سرورِ کائنات افضل الصلوٰۃ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلّم و دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علومِ غیبیہ پر کسی قسم کا کوئی جدید یا پُرانا اعتراض پیش کریں تو براہِ کرم مطلع فرمائیں، اِن شاءاللہ ورسولہ الکریم اس کا مدلل جواب دیا جائے گا۔ پھر انھیں اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔

کتاب "علمِ خیر الانام" کو جو کوئی تعصب کی پٹی اتار کر فرقہ پرستی سے علٰحدہ ہو کر اور حق شناسی کی عینک لگا کر اس کا مطالعہ کرے گا تو بفضلہٖ اس پر حق واضح ہو جائے گا کہ صحیح عقیدہ پر کون ہیں اور جھوٹے مدعیان کون ہیں؟ یہ تو خداوندی فیصلہ ہے۔ والّذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سبُلنا۔ جو لوگ بغض، تعصّب، حسد، عناد کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہمارے دین اور راہِ ہدایت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمارا وعدہ ہے کہ اُن کو خود سچے مذہب و عقیدے کی پہچان کرا دینگے۔

مسئلہ علم غیب کے متعلق ہمارے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت مولانا علامہ الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الدولۃ المکیۃ فی المادۃ الغیبیۃ ، خالص الاعتقاد ، انباء المصطفیٰ بحال سر واخفیٰ ، مالی الحبیب بعلوم الغیب ، اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر، ماکان و مایکون وغیرہا کا مطالعہ رکھیں۔ اور اس کے علاوہ حکیم الامت سید المفسرین صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا حکیم محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ کی تصانیف مثلاً الکلمۃ العلیا لا علا علم المصطفیٰ و اطیب البیان کو بھی زیر مطالعہ رکھیں۔ جن کے جواب آج تک مخالفین نہ دے سکے اور نہ قیامت تک دے سکیں گے۔ علاوہ ازیں ہمارے موجودہ علمائے اہل سنت بریلوی کی بے شمار تصانیف ہیں جو قابلِ دید ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پڑھنے اور عمل کرنے کی توفیق بخشے آمین۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مسلک کے تمام علمائے کرام کو مزید اشاعتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔ اور تمام احباب اہلسنت کو بھی دین و دنیا میں کامیابی عطا فرمائے۔ اس کے ساتھ ہی میں بارگاہِ رب العزت میں یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ میرے جدِ امجد محترم المقام قبلہ وکعبہ جناب محمد الدین صاحب غفرلہ المتین کوٹلی لوہاراں جو گزشتہ سال ۲۰ صفر المظفر ۱۳۸۶ھ / ۱۸ جون کو اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان پہ اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائے اور انہیں بہارِ جنت میں عالی مقام عطا فرمائے۔ انہوں نے میری زندگی کا مقصد صرف یہی رکھا کہ میں دینِ حق کو پہچانوں اور مسلکِ اہلسنت بریلوی پر قائم رہوں۔ الحمد للہ ان کی دعاؤں، تمناؤں اور کوششوں کو مولیٰ تعالیٰ نے پورا فرمایا۔ اور مجھ میں جو کمزوریاں ہیں اللہ تعالیٰ دور فرمائے ؎

یہ قصۂ لطیف ابھی نا تمام ہے
جو کچھ بیاں ہوا ہے وہ آغازِ باب تھا

یہ جو کچھ بیان کیا گیا نہ تو اس سے اپنی علمی لیاقت کا اظہار منظور ہے اور نہ ہی اپنی قابلیت دکھانا مقصود ہے۔ یہ محض خداوند کریم جل شانہٗ اور اس کے پیارے حبیب مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشنودی و رضا کی خاطر ہے کہ لوگ صحیح صراطِ مستقیم کو اختیار کرکے اپنی آخرت کو سنوار لیں۔

دعا فرمائیے کہ ذات غفورٌ رحیم اور پیارے حبیب رؤفٌ رحیم مجھ حقیر پُر تقصیر ناکارۂ خلق اور زمانہ سے زیادہ گنہگار کے یہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ قبول فرمائے۔ ولو انھم اذ

ظلموا انفسھم جاوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابًا

ترجمہ۔ آمین۔ اور خصوصی دعا فرمایئے کہ مولیٰ عزّوجل اپنے محبوب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل میری سیاہ کاریوں کو معاف فرمائے اور مسلک حق اہل سنّت (بریلوی) پر خاتمہ فرمائے۔ اور یہ کتاب "علم خیر الانام" میری اندھیری گور کا چراغ ہو، میری قبر بہار جنت کا باغ ہو۔ آمین۔ بحرمة سید المرسلین۔

آخری دُعا پروردگارِ عالم کی بارگاہ میں دُعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے اور سرکار شہنشاہ نقشبند اور سرکار غوثیت مآب و سرکار شاہ کلیم اللہ دہلوی و سرکار نظام الدین اولیاء و سرکار فرید الدین گنج شکر و سرکار شہاب الدین سہروردی و سرکار سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری و سرکار بُو علی شاہ قلندر و سرکار خواجہ باقی باللہ و سرکار داتا علی ہجویری و سرکار امام علی الحق رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے صدقے سے گستاخوں و بے ادبوں اور باطل فرقوں سے محفوظ رکھے اور ایمان پر خاتمہ فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔ اقول قولی ھذا واستغفر واللہ لی وسائر المؤمنین و المؤمنات والصلوٰۃ الزکیات النامیات علیٰ سیدنا محمد النبی المغیبات مظہر الخفیات وعلیٰ آلہ وصحبہ والاکارم السادات واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہٗ واتم واحکم۔ اللّٰھم صل علیٰ بدر التمام اللّٰھم صلّ علیٰ نور الظلام اللّٰھم صلّ علیٰ مفتاح دار السلام اللّٰھم صلّ علیٰ شفیع فی جمیع الانام۔ بجاہِ حبیبک الرؤف الرحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

○

کتبہ

عبد رسول الانام محمد عبد السلام غفرلہ رب الانام متوطن کوٹلی لوہاراں مغربی و مقیم کوٹلی بہرام سیالکوٹ

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ شفیعنا خاتم النبیین اللّٰھم اجعلنا بذکرک و ذکر حبیبک متلذذین و بالائک و نعمائک فی الدنیا والاٰخرۃ

متنعمین توفنا مسلمین والحقنا بالصّٰلحین وارزقنا شفاعته سید المرسلین وادخلنا الجنّة بسلام فرحین وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونورِ عرشہٖ محمّدٍ وّ الِہٖ و اصحابہٖ و اولیاء امتہٖ اجمعین اللّٰھمّ ارحمنا معھم برحمتك یا ارحم الرّاحمین۔

۱۸۔ ربیع الثانی روز پنجشنبہ ۱۳۸۷ ہجری

تمّت بالخیر

ہماری مطبوعات

خون کے آنسو (مکمل ۲ حصے)

مختلف مذاہب کے ہوتے ہوئے حق مذہب کی پہچان، اور شک وشبہ کے دلدل سے نکال کر صراطِ مستقیم کی رہبر۔

مصنف: مولانا مشتاق احمد نظامی خطیبِ مشرق

قیمت: ۱۵/۰۰ روپے

مسلک امامِ ربّانی

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو غلط رنگ دینے والوں کے منہ پر زوردار طمانچہ۔

مصنف: مولانا سعید احمد صاحب

قیمت: ۱۲/: روپے

تسکین الخواطر

حاضر و ناظر کے مسئلہ پر مدلل بحث

مصنف: مولانا احمد سعید صاحب کاظمی

قیمت: ۷/۵۰ روپے

المعتقد المنتقد مع المستند المعتمد (عربی)

علمِ عقائد میں بے مثال کتاب جو علماء کے لیے سرمایۂ حیات و راحتِ جان ہے۔

مصنف: مولانا الشاہ فضل الرسول القادری رحمۃ اللہ علیہ

شارح: مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

قیمت: ۱۵/۰۰ روپے

رسائل رضویہ (حصہ اول)

اعلیحضرت احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کے بلند پایہ چھ رسائل کا مجموعہ جو پاکستان میں پہلی دفعہ شائع ہوا۔ قیمت: ۲۴/۰۰ روپے

رسائل رضویہ حصہ دوم

اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کے بلند پایہ ۵ رسائل کا مجموعہ جو پاکستان میں پہلی مرتبہ شائع ہوا۔ قیمت: ۳۰/: روپے

مکتبہ حامدیہ — گنج بخش روڈ — لاہور